اُردو ترجمہ

مقاماتِ حمیدی

از

مولانا سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی

بفرمایش

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

در

مطبع عالمگیر لاہور باہتمام حافظ محمد عالم چھپا

بار چہارم ۶۴ سنہ ۱۹۳۲ء قیمت عہ

۷۸۶

(داخل نصاب منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی)

کا

ترجمہ

من تصنیف جناب مولینا مولوی سیّد اولاد حسین صاحب شادان

نقوی بخاری بلگرامی

(مصنّف شروح درۂ نادرہ و سرگذشت مرد خسیس و معمائے حدائق البلاغت وغیرہ)

پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

حسب فرمائش

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

سنہ ۱۹۳۱ء

طبع چہارم | تعداد ۵۰۰ | قیمت

بنام ایزد بخشایندۂ دادگر

دیباچہ مترجم

جب کسی مُلک کو کوئی غیر قوم فتح کرتی ہے۔ تو اہلِ مُلک کو فاتحین سے بوجہ عناد و خصومت نفرت قلبی ہوتی ہے۔ اور تقاضائے فطرت انسانی ہے۔ اِس لئے ابتداءً فاتحین کے اوضاع و اطوار۔ تمدّن و معاشرت و زبان سبھی چیزوں کی تقلید و تتبع سے مفتوحین گریز کرتے ہیں۔ لیکن جب ضروریات تمدّن مُلکی اہلِ مُلک کو رفتہ رفتہ تقلید فاتحین پر مجبور کرتے ہیں۔ تو ان کا میلان اِن کے تتبع پر ہوتا ہے۔ پھر انشا پردازی خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں حالت امن و اطمینان میں ہُوا کرتی ہے۔ اس لئے کہ شاعری و نثاری کے لئے اطمینان قلب کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ابتدائے سلطنت غیر میں کچھ عرصہ کے واسطے یہ باب بند ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ایران عربوں کے قبضہ میں آیا۔ تو دو دو سو برس تک ایرانی ادب و شاعری کا پتہ نہیں ملتا۔ اگر دو سو سن ہجری کے اند کے اشعار ابو العباس مروزی وغیرہ کے پائے بھی جاویں۔ تو سلسلہ تاریخی کی کڑی نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ اس لئے علی العموم سب کو ماننا پڑا کہ اسلامی دور میں شاعری تیسری صدی سے شروع ہوئی۔ پھر ابتداءً فاتحین کی زبان کا مفتوحین کی زبان پر اتنا گہرا اثر نہیں ہو سکتا۔ جو ایک مُدت دراز میں ہو سکتا ہے۔ اس لئے متقدمین شعرا کے کلام میں الفاظ عربیہ کی اتنی بھرمار نہیں۔ جو اُن کے بعد والوں کے کلام میں ہے +

مولوی شبلی نعمانی اپنی کتاب شعرالعجم جلد اوّل ذکر رودکی میں تحریر فرماتے ہیں کہ صناعِ شاعری

میں ایک صنعت ہے۔ جس کو ترصیع کہتے ہیں۔ یہ صنعت رودکی کے تمام قصیدوں میں پائی جاتی ہے۔
اور چھٹی صدی تک تمام شعرا کا یہ عام انداز۔ ہاں یہ کتاب مقاماتِ حمیدی بھی چھٹی صدی کی تصنیف ہے
اس لئے اس کتاب میں بھی یہ صنعت بکثرت پائی جاتی ہے۔ اور بھی بہت تکلف اور تصنع کے ساتھ۔
بلکہ قاضی صاحب نے اپنی کل تصانیف میں اس صنعت کو نباہا ہے ؛

قاضی صاحب نے اس کتاب کے دیباچہ میں وجہ تصنیف اس کی خود یہ لکھی ہے۔ کہ مصائبِ
زمانہ سے تنگ آکر مطالعہ کتب کیا کرتا تھا۔ کہ مقاماتِ بدیعی اور مقاماتِ حریری میرے مطالعہ میں
آئیں۔ اور ایک شخص مفترض الطاعت کے کہنے سے میں نے یہ کتاب فارسی میں لکھی۔ اس لئے
کہ ان دونوں عربی مقامات سے اہل عجم بہرہ کامل نہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ
یہ کتاب بہ تتبع مقامات بدیعی و حریری لکھی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مجھے اس کتاب میں اپنی نادانی
کی وجہ سے کوئی خوبی نظر نہ آئی۔ گو مقاماتِ بدیعی میں کم اور حریری میں بہت زیادہ لغات کو استعمال
کیا ہے۔ اور صنائع اور بدائع و قوافی کا بھی لحاظ ہے۔ مگر پھر بھی صرف ضرب الامثال و محاورات
و رسوم عرب و معلومات ادبیہ کے مخزن ہیں۔ مگر یہ کتاب مقاماتِ حمیدی اس قسم کے معلومات سے
تقریباً خالی ہے۔ ہاں تسجیع و ترصیع اور صرف لغات عربیہ کا خیال ضرور کیا گیا ہے۔ گویا تکلف
آوردگی معدن ہے۔ پھر قصہ اور حکائتیں بھی دلچسپ نہیں ؛

پنجاب یونیورسٹی نے اس کتاب کو ۱۹۲۲ء نصاب منشی فاضل میں داخل کر دیا ہے۔ اس وجہ
سے شیخ مبارک علی صاحب تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور نے مجھ سے خواہش کی کہ
میں اس کتاب کا ترجمہ اردو میں لکھ دوں۔ جو لوگ کار ترجمہ سے واقف ہیں۔ وہ خوب سمجھ سکتے
ہیں۔ کہ اس قسم کی روکھی پھیکی کتاب کے ترجمہ میں کیا لطف پیدا کیا جا سکتا ہے خصوصاً ترجمہ میں الفاظ
متن کی پابندی لازم ہو۔ یہ ترجمہ فیکٹ کا ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ لٹرل ٹرینسلیشن (لفظی ترجمہ) ہے۔ اس
لئے خیال پیدا ہوا۔ کہ جب ترجمہ میں ان قیود کی وجہ سے کوئی پیروی نہیں چل سکتی تو بہتر
ہے کہ نثر کا ترجمہ نثر میں اور نظم کا ترجمہ نظم میں کیا جائے اور پابندی لفظی ترجمہ کی نہ چھوٹے
مگر پہلے ترجمہ مقفی و مسجع لکھنے کا ارادہ نہ تھا۔ اس لئے دو مقاموں کا ترجمہ مقفی نہیں ہے۔
بعد میں ترجمہ مقفی کا خیال آیا۔ اور ایک حد تک اس کو نباہا۔ ترجمہ کے قوافی میں کمتر عیب الیطاء
کی پرواہ نہیں کی گئی۔ قید مذکور کے ساتھ اس قسم کی کتاب کا ترجمہ با محاورہ اردو میں میرے
امکان سے باہر تھا۔ شاید کسی صاحبِ قدرت سے ممکن ہو ؛

مجھے اپنی نااہلی کا بھی اعتراف ہے۔ اس لئے ناممکن ہے۔ کہ لغزشیں نہ ہو۔ مگر جو صاحب کوئی رائے خلاف قائم کریں اُن کو لازم ہے کہ پہلے دو تین صفحات کا ان قیود کے ساتھ خود بھی ترجمہ کر کے دیکھیں اگر اُنہیں کوئی دشواری پیش آئے تب مجھے معذور سمجھیں۔ بغیر آزمائش کوئی رائے قائم کرنا آسان ہے۔ اور کسی تصنیف میں جابجا خلل بجا یا بیجا دینا سہل ہے۔ مگر مستقل تصنیف یا تالیف کا عیوب سے پاک ہونا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ایک دماغ سے کام لیتا ہے اور انسان فرشتہ نہیں معصوم نہیں۔ وہ تصنیف مفید ہے۔ جس میں غلطیاں کم ہوں۔ اور جو غلطیوں سے پُر ہو وہ مُضر ہے ۔

مختصر حالات صاحبِ مقاماتِ حمیدی

جو چند تذکرے میرے پاس ہیں۔ اُن میں سے صرف دو میں اِن کا مختصر سا حال ملا۔ تاریخ پیدائش و وفات اِن دونوں میں نہیں۔ مگر یہ کتاب مقاماتِ حمیدی جیسا کہ خود مصنف دیباچہ میں لکھتے ہیں۔ ۵۵۱ھ میں لکھی گئی۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ چھٹی صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ ان کا نام حمید الدین عمرو بن محمود ہے۔ اور کنیت ابوبکر مشاہیر علما میں سے ہیں۔ سُلطان احمد پیروز شاہ کے زمانہ میں بلخ میں مسند قضا پر متمکن تھے۔ بلخ اِن کا مولد ہے۔ انوری اور میر معزی کے ہمعصر ہیں ۔

جب انوری کو ۵۴۳ھ میں سُلطان احمد پیروز شاہ نے بلخ بُلایا۔ چونکہ انوری کی عادت ہجو کرنے کی تھی۔ اس لئے اُس کے مخالف شعرا نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ خود ہجویں لکھ کر انوری کے نام سے مشہور کر دیتے تھے۔ اور انوری کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا تھا۔ چنانچہ جب انوری بلخ میں تھا۔ تو فتوحی شاعر نے حکیم سوزنی کی فرمائش سے بلخ کی ہجو لکھی۔ اور انوری کے نام سے مشہور کر دی۔ اہل شہر اس پر اس قدر برہم ہوئے۔ کہ انوری کو پکڑ کے تختہ کلاہ کیا۔ اور اوڑھنی اوڑھا کر گلی کوچوں میں تشہیر کیا۔ اس سے بھی زیادہ نوبت پہنچتی۔ مگر قاضی حمید الدین یعنی اس کتاب کے مصنف نے انوری کی حمایت کی اور اُس کی جان بچ گئی۔ اس لئے انوری نے اِن کی تعریف اپنے کلام میں متعدد جگہ کی ہے۔ چنانچہ جس قصیدے میں ہجو بلخ سے تبری کی ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے :-

اے مُسلمانان فغان از دورِ چرخ چنبری ‏ ‏ ‏ وز نفاق تیر و قصد ماہ و کید مشتری

قاضی صاحب کی مدح میں کہتا ہے ؎

مسند اقضی القضاۃ شرق و غرب افراشتہ | آنکہ ہست از مسندش عباسیان را برتری
آنکہ پیش کلک سحر طبعش آن دو سحر انگہ جلال | صد چو من ہستند چون گوسالہ پیش سامری
آب و آتش را اگر در مجلسش حاضر کنند | از میان ہر دو بر دارد شکوہش داوری
تو حمید الدین اگر خواہی کہ وقتے در دو لفظ | مطلقاً ہر چہ آن حمید ت او صفتہا نشمری
در زمان او ہنر نشگفت اگر قیمت گرفت | گوہر است آرے ہنر، او بادشاہ گوہری

پھر ایک قطعہ میں اس طرح مدح سرا ہے ؎

بہ مدح و ثنا گر کنم رائے نظمے | نہ دشوار گویم نہ آسان فرستم
ولیکن بہ مدح جناب حمیدی | اگر وحی باشد ہراسان فرستم

اس کتاب مقامات حمیدی کی حمد و ثنا میں یوں رطب اللسان ہے ؏

ہر سخن کان نیست قرآن یا حدیث مصطفٰے | از مقامات حمید الدین شد اکنوں ترہات
اشک اعمیٰ دان مقامات حریری و بدیع | پیش آن دریائے مالامال از آب حیات
از مقامات تو گر فصلے بخواہم بر عدو | حالی از نامنطقی جذر اصم یا بد نجات

صاحب تذکرہ دولت شاہ لکھتے ہیں۔ کہ انوری نے ۵۴۷ھ میں بمقام بلخ وفات پائی۔ قاضی صاحب نے اس کتاب کا سن تصنیف دیباچہ میں ۵۵۱ھ بتایا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے یا سن وفات انوری غلط ہے۔ یا سن تصنیف مقامات حمیدی۔ ورنہ مرنے کے بعد جبکہ یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے تو انوری چار برس پہلے مقامات کی تعریف کیونکر کر سکتا تھا۔ کیا عجب ہے کہ سن وفات انوری غلط ہو ؏

قاضی صاحب کی تصنیف سے **وسیلۃ العفات الی اکفی الکفات۔ حنین المستجیر الی حضرۃ المجیر۔ روضۃ الرضا فی مدح ابی الرضا۔ قدح المغنی فی مدح المعنی۔ رسالہ استغاثہ و منیۃ الراجی** وغیرہ ہیں۔ اور ہر ایک میں تسجیع و ترصیع و تجنیس کا لحاظ کیا ہے۔ شعر و شاعری میں بھی قدرت رکھتے تھے۔ چنانچہ اس کتاب میں خود اشعار بہت ہیں۔ اور دیباچہ میں ظاہر کیا ہے کہ صرف دو تین شعر غیروں کے بطور شواہد لائے ہیں۔ باقی سب ان کی تصنیف سے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنے تذکرہ صبح گلشن میں یہ دو شعر قاضی صاحب کے لکھے ہیں ؎

برنگ باد صبا در جہان مسافر باش | بسان خاک بزیر فلک مقیم مشو
کلیم وار قدم بر فراز طور گذار | زعجز معتکف سایہ گلیم مشو

دوسرے تذکرہ میں ان کے سفرنامہ مرو سے اشعار ذیل انتخاب کرکے لکھے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ سفرنامہ بھی ان کی تصنیف سے ہے ؎

بادِ مرو است یا نسیمِ سمن   اینکہ وقتِ سحر رسیدہ بمن

نامہ در پرّ و نافہ در چنگل   جیب پر مشک و آستین پر گل

مرحبا اے نسیم عنبر بال   خرّم و خوش ترا ز جنوب و شمال

نکہت بادۂ رزی داری   بوئے یاراں مروزی داری

بر درِ او گذشتہ بدرست   کاثر خاک کوی او بر تست

چوں بر آن روئے و مخّے ہمرازی   با تو در سازم ارچہ غمّازی

نے کہ از بیم خوئے خود کامش   باد را راہ نیست بر بامش

نگذارد رقیب توسنِ او   کہ ببوسد نسیم دامنِ او

اے نگارے کہ زینت مردی   چرخ را ماہ و باغ را سروی

ماہِ نو مر ترا سوار سزد   عقد پروینت گوشوار سزد

از تو بر خاک گرفتہ سایہ   نور او ماہ را دہد مایہ

اے فلک مرکب عماری تو   اشک تا کے کشد شماری تو

بنشستم چو تابہ بر آتش   ساکن و ثابت و مسلّم و خوش

روزگار ار کشد بہ تیغ مرا   نیست جاں در رہت دریغ مرا

مشکن آن خم کہ پر ز بادہ بود   مفگن آنرا کہ او فتادہ بود

دلِ من ہست چوں دہانِ تو تنگ   چوں رخانِ تو اشکِ من گلرنگ

صدرِ عالی رضی دولت و دین   شرف ملک و بادشاہ زمین

این ہمہ اصناف این مناقب تست   ماہ در نور رائے ثاقب تست

مخلص نفس و راحت روحی   وقتِ سیلاب کشتی نوحی

در صبوح خرد مصابیحی   در فتوح ہنر مفاتیحی

ندود در معارج تگ تو   شیر دشمن برابر سگ تو

بودے۔ ار تو نبودے اندر دہر   شکر روزگار تلخ چو زہر

اے ز تو در نقاب قلابی   حاتم و معن و صاحب و صابی

نظر تو زمن گسستہ شدہ　　　روز من نحس و ناخجستہ شدہ

قاضی صاحب نے اس کتاب کے بائیسویں مقامے میں ایک قصیدہ لکھا ہے۔ اور اس میں خلفائے نبی عربی کا بترتیب نام لیا ہے۔ ایک شعر میں امام حسینؑ کو بھی خلیفہ بنایا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

در بعد آن چو باز برفتند ہر چہار　　　آمد گہہ خلافت شبیر و پس شبر

حالانکہ خلافت[اے علی ۱۲] امام حسینؑ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتی۔ پھر اس شعر میں ترتیب بھی جاتی رہی ہے۔ اگر لفظ 'پس' باضافت نظم ہو تو ترتیب ہاتھ سے نہ جائے۔ مثلاً یوں کہا جائے ؎

شبیر شد خلیفہ پس حضرت شبر

اس قصیدہ میں اپنے زمانہ کے خلیفہ کا نام مستنجد باللہ لکھا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں ؎

وز بعد او گرفت بہ مستنجد آن سریر　　　وامروز ہست عالم از و پر جمال و فر

مختصر حالاتِ مترجم

نام و نسب سید آل حسینؑ المعروف بہ سید اولاد حسین شاداںؔ ابن منشی سید تفضل حسین صاحب ابن مولوی سید فدا حسین صاحب نقوی بخاری بلگرامی۔ اکتیس واسطوں سے میرا نسب جناب امام علی نقی علیہ السّلام تک منتہی ہوتا ہے۔ امام علیہ السّلام کے فرزند جعفر تواب سے میری نسل چلی ہے۔ سید جلال بخاری۔ جہانیان جہاں گشت۔ سید احمد کبیر۔ راجو قتال سے باکمال اور مشہور و معروف فقرا میرے اجداد ہیں۔ سادات بلگرام واسطی زیدی حسینی ہیں۔ اور سادات بارہہ سے ان کا سلسلہ ملتا ہے۔ مگر میرا خاندان ان سے جدا ہے۔ گو ایک مدت تک ساتھ رہنے سے تعلق مناکحت و مصاہرت ان سے پیدا ہو گیا۔ گیارہ برس کی عمر میں غلام حیدر ارشد بلگرامی تاریخ گو سے خواہش اسم تاریخی کی تو انہوں نے غلام طاہر نام بتایا +

وطن و مولد میرے اجداد عرب سے نکلکر بخارا میں آئے۔ بخارا کے بعد اوچھا ضلع ملتان میں آکر مقیم ہوئے۔ اور وہاں سے بلگرام[اے] ضلع ہردوئی ملک اودھ میں آکر بسے۔ اور جس محلہ کو آکر

[اے] بلگرام۔ مرکب از بیل۔ جو ایک ٹھاکروں کی قوم ہے اور گرام اور گراؤں کے معنے گاؤں کے ہیں۔ یعنی ٹھاکروں کا گاؤں۔ یہ قصبہ مدت دراز سے مردم خیز ہے۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی۔ غلام عبد الجلیل۔ شمس العلما ڈاکٹر سید علی بلگرامی اسی خاک پاک کے بزرگ ہیں۔ اور عماد الملک آنریبل سید حسین صاحب بلگرامی مدظلہ سی۔ ایس۔ آئی وحید العصر بزرگ یہیں کے ہیں۔ ۱۲ +

بسایا اُس کا نام اوچھامنڈی رکھا جسے اب اونچ منڈی کہتے ہیں۔ تقریباً چھ سات سو برس سے بلگرام وطن ہے +

میرے جدِ امجد مولوی فدا حسین صاحب ابتدائے سلطنت برطانیہ میں بعد زوال سلطنت اودھ ضلع آرہ کو آٹھ کمشنری پٹنہ میں مختاری کرتے تھے۔ اُن کی وجہ سے میرے والدین بھی آرہ میں تھے۔ یکم جمادی الاول روز جمعہ قبل از نماز صبح ۱۲۸۶ھ میں میری ولادت آرہ میں ہوئی۔ میرے والد کے صرف چار بچے ہوئے۔ دو بہنیں مجھ سے بڑی اور ایک بہن مجھ سے چھوٹی۔ چھوٹی بہن کا ۱۹۱۷ء میں انتقال ہوگیا +

تعلیم و تعلم ابتداً سے اُردو اور فارسی اپنے دادا سے پڑھتا رہا۔ کچھ دنوں میر بہادر علی و میر محمد ہادی و سید وارث علی صاحبان بلگرامی سے بھی تعلیم پائی ہے۔ گیارہ برس کی عمر میں مجھے قصباتی اسکول بلگرام میں داخل کیا گیا۔ اور اسی سال مولوی سید کرار علی صاحب بلگرامی کے پاس عربی پڑھنے کے لئے بھیجا گیا۔ اور چند سال تک یہ تعلیم بھی جاری رہی۔ جب میں گیارہ برس کا تھا۔ تو میرے والد ماجد جو مظفر پور میں امین تھے۔ کنٹھ مالے کے مرض میں مبتلا ہو کر آئے اور چند ماہ علیل رہ بلگرام میں انتقال کیا +

جب میری عمر چودہ سال کی تھی۔ تو میری بڑی ہمشیرہ کی شادی شمس العلما جناب مولوی سید محمد حسین صاحب مجتہد المعروف بہ مولوی علّن صاحب ابن ملک العلما مولوی سید بندہ حسین صاحب مجتہد ابن سلطان العلما جناب مولوی سید محمد صاحب ابن غفران مآب جناب مولوی سید دلدار علی صاحب مجتہد مرحوم اعلی اللہ مقامہم سے ہوئی۔ اور میں بھی لکھنؤ آیا۔ تعلیم انگریزی کے واسطے چرچ مشن ہائی سکول لکھنؤ میں نام لکھایا۔ اُس کے بعد سنٹینل ہائی اسکول گولا گنج سے انگریزی مڈل کا امتحان پاس کیا۔ اس زمانہ میں انگریزی مڈل کا ڈیپارٹمنٹل امتحان ہوتا تھا اور سند بھی ملتی تھی۔ پھر نواں درجہ جو اس زمانہ میں دوسرا کہلاتا تھا۔ مدرسہ عالیہ اسلامیہ میں پڑھا۔ اور انٹرنس کے درجہ میں پھر سنٹینل اسکول میں داخل ہوا۔ مصارف تعلیم نہ برداشت کر سکنے کی وجہ سے انگریزی تعلیم ۱۸۹۳ء میں ترک کرنا پڑی۔ اور عربی پڑھتا رہا۔ عربی مولوی مرزا ابوتراب عرف مولوی نبین صاحب کشمیری سے پڑھی۔ جو فارسی میں میرے شاگرد ہیں۔ اور مولوی نبین صاحب کے کلکتہ چلے جانے سے کوئی پندرہ دن کافیہ اور شرح تہذیب مولوی سید محمد صادق صاحب کشمیری سے پڑھی اور اپنے بہنوئی جناب مولوی سید علّن صاحب مجتہد مرحوم سے پڑھتا رہا۔ دو مقامے مقامات بدیعی

کے جناب مولوی سید ظہور حسین صاحب مجتہد سے بھی پڑھے ہیں۔ فن خوشنویسی میں میرے اُستاد سید احمد حسن صاحب واسطی الحسینی ملازم کتب خانہ ریاست رام پور ہیں۔ جو شانِ عماد کے لکھنے میں یکتائے عصر ہیں۔ اس زمانہ میں جناب مولوی سید ابو الحسن صاحب عرف شمس العلما مولوی بچھن صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد جو مولوی علن صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ مولوی علن صاحب مدرسہ عالیہ اسلامیہ کے ٹرسٹی ہو گئے۔ اور انہوں نے مجھے درجات منشی و منشی عالم و منشی فاضل کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ ۱۸۹۶ء میں منشی عالم کی تعلیم دی اور اپنے طلبہ کے ساتھ منشی کا امتحان دیا۔ اور پاس کیا۔ اور ۱۸۹۷ء میں منشی عالم کے درجہ کو پڑھایا۔ اور امتحان مولوی و منشی عالم دیا۔ اور ۱۸۹۸ء میں اسی طرح منشی فاضل کا امتحان دیا۔ اور پاس کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کا امتحان اسپیشل ٹسٹ ان انگلش بھی ۱۸۹۸ء میں پاس کیا ہے +

ملازمت ساتھ برس تک مدرسہ عالیہ اسلامیہ میں درجات منشی و منشی عالم و منشی فاضل کو پڑھاتا رہا ۱۸۹۹ء میں جناب مولوی سید علن صاحب مجتہد مرحوم نے اس مدرسہ کی ٹرسٹی شپ سے استعفا دیدیا۔ مَیں نے بھی ان کی متابعت میں استعفا دیدیا +

اواخر ۱۹۰۰ء میں مَیں نواب سید نظر حسین صاحب کے ساتھ رام پور آیا۔ جو میری کم عمری کے دوست ہیں۔ یہاں آکر جناب ابو الحمید مولوی فرخی صاحب اُستاد حضور پُرنور ہز ہائینس نواب سید حامد علی خان صاحب بہادر دام ملکہم بالقابہ کی تحریک سے مشہور دار العلوم مدرسہ عالیہ رام پور میں ۱۹۰۱ء کی ۶ر فروری کو میرا تقرر بعہدہ پروفیسری ہوا۔ اور مدرسہ عالیہ کے صیغہ فارسی کی پُرانی تعلیم کو پنجاب یونیورسٹی کے نصاب سے بدل دیا گیا۔ اُس وقت سے اب تک درجہ منشی فاضل کو تعلیم دے رہا ہوں۔ اور اپنے ولی نعمت اور محسن کو دُعا دیتا رہتا ہوں +

تصانیف شرح درۂ نادرہ اس کا صرف دیباچہ محض تصحیح اور تحشی کے ساتھ۔ اور کشف المعضلات شرح فن معما و معمیات حدائق البلاغت شیخ مُبارک علی نے چھاپی ہیں۔ اور شرح سرگذشت مرد خسیس مع مقدمہ بسیط بر ڈراما و ترجمہ و فرہنگ۔ و شرح باقی تماثیل مرزا جعفر قراجہ داغی۔ و شرح معمائے جامی غیر مطبوع ہیں۔ اور ایک یہ ترجمہ مقامات حمیدی ہے +

مضامین۔ فلسفہ زبان۔ فلسفہ خواب۔ زلالت نسیم لکھنوی حقیقت الفاظ۔ بادہ مینائی ریویو بر کلام تعشق لکھنوی۔ بلینک ورس اور نثر مرجز۔ رسالاجات مخزن لاہور۔ اور نیرنگ تہذیب رام پور میں چھپ چکے ہیں +

شاعری جب انگریزی تعلیم ترک کرنا پڑی۔ تو بتقاضائے جوانی و قیام لکھنؤ شاعری کی سُوجھی۔ جناب مولوی سیّد محمّد اصطفےٰ صاحب خورشید لکھنؤی کی شاگردی اختیار کی۔ میرے اُستاد جناب نواب معلّی سیّد مہدی حسین صاحب ماہر کے داماد اور جناب سیّد علن صاحب مجتہد مرحوم کے چچا زاد بھائی اور خاندان اجتہاد کے رُکن تھے۔ اِن سے کتاب معیار الاشعار محقق طوسی اور حدایق البلاغت کا فن عروض بھی پڑھا۔ میرا سلسلہ شاعری یوں ہے۔ جناب خورشید شاگرد جناب مولوی سیّد محمّد جعفر صاحب امید تھے۔ اور وہ شاگرد جناب آغا حجو صاحب ہنری تھے۔ اور جناب ہنری شاگرد اور عزیز جناب نواب عاشور علی خان صاحب بادشاہ اودھ تھے۔ نواب عاشور علی خان کسی کے شاگرد نہ تھے۔ کوئی سات سال تک شاعری کی۔ مگر ساٹھ ستّر غزلوں سے زیادہ نہیں کہیں۔ کسی دوسری صنف نظم میں کبھی کچھ نہیں کہا۔ اور قیام رام پور سے بالکل تارک ہوں +

جناب غالب مرحوم کی طرح ایک صنف شاعری بہت مرغوب ہے۔ اس لئے جناب غالب اعلیٰ اللہ مقامہ کی طرحوں میں اکثر غزلیں کہی ہیں۔ میری چند کتابیں میرے ایک سالے نے چُرا کر بیچ ڈالیں۔ اُن کے ساتھ جو غزلیں مَیں نے ایک جگہ لکھ لی تھیں۔ وہ کتاب بھی بیچ ڈالی اب جو چالیس پچاس شعر مجھے یاد رہ گئے ہیں۔ وہ تو یاد ہیں باقی خیر سلا ہے۔ اُن میں سے ستائیں اٹھائیس اشعار لکھے دیتا ہوں۔ تاکہ سُنّتِ لالف نویسی ادا ہو جائے۔ ورنہ جیسے یہ اشعار ہیں۔ مَیں اُنہیں خوب جانتا ہوں ؎

سب اُس کی بُرّشِ تیغِ نظر کو دیکھتے ہیں — یہ لوگ کیوں نہیں میرے جگر کو دیکھتے ہیں
غلط ہے یہ میرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں — سب اِس بہانہ سے اُن کی نظر کو دیکھتے ہیں
یہ جانتے تو نہ خوگر ستم کے یُوں ہوتے — ہم اپنی آہ میں اب کچھ اثر کو دیکھتے ہیں
بہت ہی تھوڑی ہے دُنیا میں عمر دونوں کی — دل اپنا دیکھ کے شمعِ سحر کو دیکھتے ہیں
نہیں ہے کون الٰہی ہمارے پہلو میں — یہ کیا سبب ہے جو ویران گھر کو دیکھتے ہیں
کہاں تو دامنِ سفاک اور کہاں یہ رنگ — ہم اس رسائی خونِ جگر کو دیکھتے ہیں

جو لوٹتا ہے شبِ وصل میں مزے شاداں
عجیب حال ہم اُس کا سحر کو دیکھتے ہیں

میری اُن کی حالتیں فرقت میں یکساں ہو گئیں — یاں طبیعت بگڑی واں زُلفیں پریشاں ہو گئیں
آج کس کی اُلجھنیں دور اے مری جاں ہو گئیں — کس کے ہاتھوں سے تری زُلفیں پریشاں ہو گئیں

میرا کیا بگڑا جو وہ زلفیں بنانے میں رہے
مر گیا میں مشکلیں سب میری آساں ہو گئیں

دوست کا جو دوست ہو دشمن اُسے کیونکر کہیں
اُلفتیں غیروں کی پھر کیوں آفتِ جاں ہو گئیں

سامنا ہونے پہ شکووں کا بھلا پھر ذکر کیا
منتیں جو یاد آئیں صرف جاناں ہو گئیں

میری بزم تعزیت میں کونسا ہوگا بناؤ
جب ابھی سے آپ کی زُلفیں پریشاں ہو گئیں

پھر مجھے وعدہ خلافی کی شکایت کیا ہے
وہ تو واقف ہی نہیں ہیں شب فرقت کیا ہے

یہ بتا دے کہ نہ آنا شبِ فرقت کیا ہے
اے اجل اُن کی طرح تیری بھی عادت کیا ہے

آپ کے ظلم کی اے جان بس اب ہو گئی حد
وقت آخر بھی نہ پوچھا تری حسرت کیا ہے

یوں تو کہتا ہوں کرونگا میں شکایت اُن سے
سامنا ہو تو ہو معلوم شکایت کیا ہے

قید ہستی سے جو چھوٹیں تو رہائی پائیں
قیدی کنج قفس کے لئے مدت کیا ہے

وہ عیادت کو جو آتے ہوں تو اتنا کہدو
اب یہاں عاشقِ بیمار میں حالت کیا ہے

اک جگہ مجمع عشاق کا ہو جانا ہے
حشر کہتے ہیں کسے اور قیامت کیا ہے

شکوہ ظلم و ستم اور ایجاد نہیں
گھٹ گھٹ کے ارمان نکلتے ہیں یہ فریاد نہیں

امتحان کے لئے سینہ پہ رکھا اُس نے ہاتھ
اب تڑپ کس لئے تجھ میں دل ناشاد نہیں

سامنے جاتا ہوں کیا اُن سے شکایت میں کروں
اس قدر رنج اُٹھائے کہ مجھے یاد نہیں

ولہ

باغباں لے کے چھری آیا ہے فصل گل میں
اس طرح بخت میں لکھا تھا رہا ہو جانا

ولہ

زندگی بس اُمید وصل سے ہے
ورنہ مر جانے میں رہا کیا ہے

ولہ

نہیں ٹپکتے ہیں پیہم یہ خون کے قطرے
ہمارے حال پہ روتا ہے تیرا خنجر بھی

ولہ

مجھ پہ جو کچھ فراق میں گذری
میں اُسے جانوں یا خدا جانے

وصل کی شب کسی کو تڑپانا
شرم جانے تری حیا جانے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؁

مقاماتِ حمیدی

ترجمہ

کُل ستایش وثنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جس نے علم استوار سے ہمیں مشرف کیا۔ اور دین مبطل ادیان سے (اسلام) معرف کیا۔ اور حقائق احکام کا حامل بنایا۔ اور حلال وحرام کے دقائق سکھائے۔ چوپاؤں کے گروہ سے ہم کو ممتاز کیا۔ اور زیادتی عطا سے ہم کو مخصوص کیا۔ وہ اللہ ایسا ہے۔ جس نے فضا میں بادلوں کو بصورت موج پیدا کیا۔ اور آسمان میں ٹوٹنے والے ستارے بکثرت بنائے۔ آفتاب کو چراغ روشن بنایا۔ اور بادلوں سے گرنے والا پانی برسایا۔ اُسی کی حرکت دینے سے آسمان گھومتے ہیں۔ اور اُسی کی تقدیر سے بادشاہیاں[1] سیر کرتی رہتی ہیں۔ فزونی ونکوئی وقدرت وکمال اُسی کے لئے ہے۔ سوا اللہ بزرگ اور برتر کے کوئی اور خدا نہیں۔ بلا کسی شک کے ہم اُس کے وجود کی گواہی دیتے ہیں۔ زبان سے دھوکا دینے کے بغیر ہم خدا پر اُس شخص کا سا ایمان لاتے ہیں۔ جو اپنے گناہوں کا اقرار کر کے توبہ کرے۔ اور ہر حالت آمد ورفت میں ہم اُس پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں۔ کہ محمدؐ صلعم اس کے بہتر بندہ اور عالم میں سردار آدمیان ہیں۔ نبیؐ صاحب شمشیر برندہ وصاحب نیزہ رنگین بخون کفار ہیں۔ قرب ایزدی کے قلعہ معراج کے براق سوار ہیں۔ وہ ایسے ہیں۔ کہ انھوں نے اپنی پیشانی کے چراغوں سے ہم کو بیابان حیرت سے نکالا۔ اور اپنے ہاتھ کی کنجیوں سے درہائے بستہ ہمارے لئے کھولے۔ اور شریعت ودین کی حقیقتیں سکھائیں۔ اور یقین کی باریکیوں سے ہمیں مشرف کیا۔ درود اللہ کا

[1] سلطنتیں ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ یا فرشتے آمد رفت کرتے ہیں ۱۲

اُن نبیؐ پر اور اِن لوگوں پر جو راہِ خدا پر چلنے والے ہیں۔ اور معرفتِ الٰہی میں ہجرت کرنے والے۔ اور مددگاروں پر بھی رحمت ہو ÷ اور بہت بہت سلام اِن سب پر ÷

حمد و ثنا و شکر اُس خدا کو سزاوار ہے۔ جس نے ہماری روحوں کو اعلیٰ ہستی سے آراستہ کیا۔ اور ہمارے اجسام کو سجدۂ تقریب سے زینت دی ÷ لباسِ حیات ہم کو پہنایا۔ اور ہم کو اپنا بنایا۔ جان کا جامہ ہم کو بغیر بخل عطا کیا۔ اور ایمان کا خلعت بلا احسان مرحمت فرمایا ÷ شمع معرفت کے نور سے ہمارے سوادِ دل کو منوّر کیا۔ اور ہمارے طبقاتِ چشم کو کمالِ قدرت کے ساتھ نور دیا۔ محمدؐ کو جو سردار برگزیدگانِ خدا ہیں۔ اور جن پر نبوّت کا خاتمہ ہو گیا۔ ہماری راہِ ہدایت کا رہنما اور ہمارے گناہوں کا شفیع کیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے ہم کو شریعت کا راستہ دکھلایا۔ اور ہمارے آئینۂ دل سے زنگِ طبیعت دُور کر دیا ÷ رحمت و سلام اِن پر اور اُن کے آل اصحاب پر ہو۔ اور خوشنودگی و بخشش خدا اُن کے احباب پر ہو ÷

سببِ تصنیفِ کتاب

امابعد اس اصل (کتاب) کی ترکیب (تصنیف) کی علّت مبرہن۔ اور اس فصل کی ترتیب کے لئے دلیل روشن ہے ÷ کہ اس عروس زیبا کو جلوہ دینے کی خواہش غیر محدود تھی۔ اور اس پیالہ خوشگوار کے پینے کا ارادہ موجود ÷ اس بجلی کی ہنسی بغیر نشاط و فرحت نہیں۔ اور اس رعد کا شور بلا تکلیف و زحمت نہیں **نظم**

فتح و بستِ ورمقاصد ہیں	عقل پر چاہیئے ہے دار و مدار
بے تُکی بات کو پسند نہ کر	بے غرض اِک قدم نہ چل زنہار
ابر ہے جو فضول روتا ہے	برق ہے جو کہ ہنستی ہے بیکار

بات ایسی کہنا چاہیئے جو مثل معجزہ تعبیرِ خوابِ حضرت یوسفؑ و مانند مقولات حکمیہ لقمانؑ عالی مقام ہو۔ تاکہ حاشیہ اوراقِ دل پر اس کا قیام ہو۔ اور روحِ متفکر کو اس سے آرامِ جان ہو۔ اور اشخاصِ حیران کو اطمینان ہو۔ **نظم**

ہو فصاحت خطیب کے مانند	اور کلام عندلیب وار کرو
دلربا و عجیب بات کے ساتھ	سفرِ دہر اختیار کرو

اپنے کمال ہنر کے فیض سے تم　　ایک عالم کو کامگار کرو

جوش زنی اور موج انگیزی اس دریائے زاہر کی سن پانچسو اکادن کے ماہ جمادی الآخر میں ہوئی۔ ایسے زمانہ میں جب روز بروز ترقی کرنے والا آفتاب[1] آسمان کے برج حمل میں چمک رہا تھا۔ اور ماہ شب افروز کی صورت چرخ گردندہ پر برج قوس سے دیکھ رہی تھی اور کالے بادل موتیوں کی لڑیاں فرش زمین پر برسا رہے تھے۔ اور گام چمن عشق وصال گل سمن میں کھجلا رہا تھا۔ ریزش نسیم کا باغ برف پوش میں کوئی اثر نہ تھا۔ اور چہچہہ کرنے والی بلبل کو گل معطر کی خبر نہ تھی۔ حوض جو (خوبی میں) مثل قصر بخت نصر تھے۔ جوشن سبز پہنے ہوئے تھے (یعنی اُن پر کائی تھی) اور ماہ بہمن کی باری کا بستر مثل سلطنت بادشاہ بہمن پھیلا ہوا تھا۔ ایسے زمانہ میں یہ اتفاق ہوا کہ میری طبیعت بیکار کے آئینہ میں گردن کشی زمانہ سے زنگ تھا۔ اور چرخ دوآرو دہر جفا کار بر سر پیکار و جنگ تھا۔ رات جو حاملہ بآفتاب ہے۔ ابھی فرش حمل پر تھی۔ اور نفس یا حوادث جہالت کی تنگ گلیوں میں تھا۔ نفس کے ساتھ لڑنے میں بوجہ عدم حصول مقصود جان لبوں پر آتی تھی۔ اور مطالعہ کتب میں دن کٹتا تھا۔ کتب گرانمایہ کو اپنا ہم نشین بنایا تھا۔ اور فلک کے ساتھ فروگذاشت اور مدارات کی شطرنج کھیلتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں اوراق کی اُلٹ پلٹ میں مقامات بدیعی اور مقامات حریری مصنفہ ابو القاسم میرے ہاتھ میں آ گئے۔ اِن دونوں روشن موتیوں کے ڈبہ کو مَیں نے دیکھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسی ذات پر ہزار رحمت ہو کہ جن کی بدولت ایسی نفیس چیزیں یادگار ہیں۔ اور ایسی عروس زیبا زمانہ کے گود میں ہے۔ **قطعہ**

کہا مَیں نے رحمت ہو روحوں پر اُن کی　　مَیں ذاتوں کا اُن کی ہوں گویا کہ ناظر

وہ مرتا نہیں جس کی خوبی ہو باقی　　وہ غائب نہیں جس کا ہو ذکر حاضر

اِس میوہ چینی اور سرمایہ گیری میں ایک ایسے شخص نے جس کی فرمانبرداری میری جان پر فرض عین ہے۔ اور اُس کے حکم کی اطاعت گذاری میری گردن پر بمنزلہ قرض و دین ہے۔ حکم دیا کہ یہ دونوں اگلے پچھلے مقامات زبان عربی اور عبارت حجازی میں لکھی گئی ہیں۔ اگرچہ ان پر فوقیت ممکن نہیں لیکن عام اہل عجم کے لئے ہرگز مفید نہیں۔ اگر دونوں کتابوں کے مشک و عود میں اس کتاب کے بخور کی خوشبو بھی ملا دی جائے تو دماغ عقلا کا اس مثلث (مشہود و خوشبو سے مرکب) سے معطر

---

[1] پہلے آفتاب کا برج حمل میں ہونا بیان کیا۔ باوجودیکہ بہار آخر برج حوت سے شروع ہو جاتی ہے۔ مگر ان جملوں سے خزاں کا زمانہ پایا جاتا ہے ۱۲ ؛

ہو جائے۔ اور یہ دوہرا پیالہ تہرا ہو جائے۔ ان کی لڑی گوہر معدنی کو منسوخ کردے گی۔ اگرچہ ہرا
فصاحت میں (موتیوں کی) کان۔ اور بلاغت کی جان ہے۔ مگر چونکہ ان دونوں کی ترکیب و ترتی
الفاظ عربیہ سے ہے۔ اور حلوا حجاز کے برتنوں میں ہے۔ اہل عجم اُس کی باریکیوں سے بے
ہیں۔ اور فارس والے اُن نغات عجیب سے بے نصیب۔ کیونکہ بلخ والوں کا قصہ زبان کرخ :
(کرخ نام محلہ بغداد) بھلا نہیں معلوم ہوتا اور رے کے رہنے والوں کا افسانہ عبارت عر
میں دل کو نہیں لگتا۔ رباعی

جب یار سے ہم غم کہن کہتے ہیں — اُس کی ہی زبان میں سخن کہتے ہیں
لاتفعل اور افعل نہیں کہتے ہیں ہم — ایرانی میں مکن و بکن کہتے ہیں

پس اس خواہش کی ضرورت سے اِس لوح کی صورت سامنے رکھنا چاہیئے۔ اور اس قفل عقل کا
کنجی کے کھولنا چاہیئے۔ اِس تصنیف روحانی میں بھروسہ تائید یزدانی پر ہے۔ اور اس کلام
ترتیب میں سامان اور وسیلہ منحصر مدد آسمانی پر ہے کہ شرف آسانی دشواری کے سورہ کو منس
کرو ے۔ اور نتیجہ تقدیر موافق خیال و تدبیر پیدا ہو (اگر اللہ نے چاہا) قطعہ

برہبری خرد حل و عقد مطلب میں — قلم کا جس پہ تصرف ہو وہ کرونگا میں
خدا کے فضل سے اور بخت کی اعانت سے — جو حد دست تکلف ہو وہ کرونگا میں

مجھے کیا معلوم کہ دُنیا غیبت کرنے والوں کا مکان اور عیب نکالنے والوں کا گھر ہے۔ جو عیب نہ :
اُسے ڈھونڈھتے ہیں۔ نہ سُنی ہوئی بدگوئی کہتے ہیں۔ تمام عالم پر کھنے والا اخفش[51] کا ہے۔ او
صراف اعمش[52] کا۔ کیونکہ جو کچھ اپنے پاس سے کھویا ہے۔ اُس کو دوسروں کے پاس ڈھونڈ
(بانچنے والا)
ہیں (یعنی خود بُرے ہیں اور دوسرے میں عیب نکالتے ہیں) اپنا بڑا عیب نہیں پاتے دوسر
کے چھوٹے عیب کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اندھیری رات میں مہین تنکا دوسروں کی آنکھ میں دیکھ
لیتے ہیں۔ اور دن دہاڑے اپنی برائیوں کے پہاڑ کو نہیں دیکھتے نظم

چلے کیسے وہ شب کو تنگ رہ میں — جو دن کو سیدھا سا رستا نہ دیکھے
نہ دیکھے کوہ جو کوئی۔ تو ہے خوب — کسی کی آنکھ کا تنکا نہ دیکھے

---

۵۱ اخفش اکبر جس کا نام عبدالحمید بن عبدالمجید ہے۔ سیبویہ اور ابو عبیدہ کا اُستاد۔ اخفش اوسط کا نا
ابوالحسن سعید بن مسعدہ مجاشعی جو نحو میں امام تھا۔ اخفش اصغر اس کا نام علی بن سلیمان ہے ۱۲ +

۵۲ اعمش اس کا نام سلیمان بن مہران ہے ۱۲ +

شرط موافق اور اعتماد واثق اس پر بھی ہے کہ اس تحریر کے میدان میں اپنا ہی گھوڑا دوڑاؤں۔ اور اس تصنیف کی بساط پر اپنی ہی نرد کھیلوں۔ اس کتاب بھر میں اپنے معلومات سے کام لوں۔ اور ہرگز اس تالیف کے عروس کو دوسروں کے زیور اور لباس سے زینت دینے پر فخر نہ کروں۔ صرف چند مصرعے بطور شاہد آئے ہیں۔ نہ بطریق افادہ۔ جتنے اشعار کہ اس کتاب میں غیروں کے لایا ہوں شمار میں دس سے بھی کم ہیں۔ اس لئے کہ عروس کو پڑوس سے مانگے ہوئے کپڑے ایک رات سے زیادہ نہیں پہنائے جاسکتے۔ اور معشوق صاحب جمال کو مانگے ہوئے زیور سے زینت نہیں دے سکتے۔

بیت کیوں کسی چیز کا تم نام لو — قابلیت ہی سے اپنی کام لو

اس جوڑ توڑ میں میں نے عربی کو فارسی سے ملایا ہے۔ عربی اور فارسی زبان کے چمکدار بڑے بڑے موتیوں کو ایک ساتھ عروس سخن کے کان میں لٹکایا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے سمجھ لیں کہ اسباب قابلیت میں کمی نہیں ہے۔ اور حالت کتاب میں کوئی سستی اور نقصان نہیں ہے۔ اس جمع و تفریق کتاب میں اللہ ہی کی طرف سے مدد اور توفیق ہے۔ وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین رفیق ہے۔ اللہ ہی بیچارے کی مدد کے واسطے مناسب اور سزاوار ہے ۔

مجلس اوّل عربی و فارسی ملی ہوئی عبارت اور قافیہ والی صنعت میں

مجھ سے میرے ایک دوست نے بیان کیا۔ جو حضر میں میرا ہمدم اور جلیس تھا۔ اور سفر میں غمخوار اور انیس۔ کہ ایک زمانہ میں مصیبتوں اور سختیوں سے تنگ آکر ارادہ سفر دیار و امصار تلاش معاش کیا۔ اور دانشمندوں سے آثار و اخبار سفر سُنے۔ عیش عہد جوانی تازہ تھی اور چستی طفولیت بامزہ رُخسارے خوف پیری سے پردہ سیاہ میں تھے (یعنی داڑھی سیاہ تھی) اور گال انقلاب سے بچنے کے لئے خالص مشک کے پردہ میں چھپے تھے۔ ایسی حالت میں یکایک گردش آسمانی کیوجہ سے دوستان جانی سے جُدائی ہوگئی اور بار ارادہ محکم یہ اتفاق سفر پیدا ہؤا۔ **شعر**

سیر میں معذور سمجھو یا نہ سمجھو تم مجھے — میری آنکھوں میں شب و صحرا شریا بس چکے

گلیم سفر چادر قیام کو میں نے دی۔ اور شاخ جدائی کو وطن پر اختیار کیا۔ بلا سامان توشہ و سواری اور بغیر رفیق و کاروان ایسے قدم سے کہ جس کا راہنما تھا۔ اور ایسے خیال سے کہ حرکت اُس کے لاحق تھی پست و بلند مُلک حجاز و عراق میں سے گذرا۔ اور منازل دشوار گذار کو شوق کے پاؤں

سے طے کیا۔ آرام اپنے اوپر حرام کر دی۔ نہ فکر مسکن اور نہ خواہش مقام تھی۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے **قطعہ**

ماہ و ہوا کے ساتھ کبھی تھا مرا قیام — پھر ابر و رعد کا کبھی ہوتا تھا ہم لگام

مسکن مرا تھا مصر تو خلخ کبھی مقام — یثرب تھا جائے خواب کبھی جائے آب شام

دیتا ہے دہر کاسۂ سختی میں مجھ کو مے — رکھتا ہے چرخ مائدۂ رنج میں طعام

کبھی مثل سکندر کے مُلک ظُلمات کی سیر کرتا تھا۔ اور کبھی خضرؑ کی طرح چشمۂ آب حیوان میں پھرتا تھا۔ کبھی صحرائے مغرب میں تھا۔ اور کبھی زمین سنگریزہ ناک مکہ و مدینہ میں تھا

ہر روز کسی گوشہ میں ہر وقت کہیں اور — ہر رات کسی جا تھا مرا پاؤں بہر طور

دیکھئے شاید کسی شکاری کی گردن چیتلی کے دام میں پھنس جائے۔ یا کسی سخی کا گوشۂ دامن ہاتھ آ جائے یہ آرزو خود مثل خط معمیٰ مشکل تھی۔ اور یہ خواہش مثل اسم بے مسمیٰ بے حاصل تھی۔ کیمیا کی طرح اس کے پُورے ہونے کا امکان نہ تھا۔ اور مثل عنقا اس کا کوئی مکان نہ تھا **قطعہ**

کہا دل میں حوادث کے ہیں اقسام — جنون جب شب روی ہے کر تو آرام

سواری چھوڑ دے زینوں کو رکھ دے — سکون ہوتا ہے ہر حرکت کا انجام

یہاں تک کہ بعد اس کے کہ مَیں نے سختیوں کے شربت چکھے۔ اور مصیبتوں کی چوٹیں اُٹھائیں۔ تو نا اُمید اور خوف زدہ شہر طائف میں پہنچا۔ بغیر کہیں ٹھہرے جامع مسجد کا ارادہ کیا۔ اور اس مجمع کی طرف متوجہ ہوا۔ مسافرت کے آداب میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جس زمین میں پہنچو۔ پہلے مسجدوں اور عبادتخانوں میں جاؤ۔ تاکہ اس تقرب کی برکتیں مسافروں کو ملیں۔ جب دائرہ سطح زمین سے مرکز پر پہنچا۔ اور کنارہ سے بیچ میں آیا۔ اِس شہر کے ایک مقام پر ایک مجمع دیکھا۔ مَیں نے پوچھا۔ کہ یہ جماؤ کس لئے ہے۔ اور کس کی باتیں سُننا مقصُود ہیں۔ جواب دیا۔ کہ ایک مسافر چلتا پھرتا مُلک حجاز سے آ گیا ہے۔ جو حضرت آدمؑ کی طرح عالم اسما ہے۔ اور دُنیا کی طرح حامل اشیا۔ زبان فصیح اور بیان نمکین سے باتیں کرتا ہے۔ اور مخلوق کو از روئے وعظ کرنے اور نہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کبھی حلّہ کے رہنے والوں کی زبان میں کوئی ثنا کرتا ہے۔ اور کبھی کلہ والوں کی زبان میں بولتا ہے۔ نادر زمانہ اور تعجب انگیز ان شہر میں سے ہے۔ یہ مجمع اُسی کی وجہ سے ہے۔ اُسی کی ادب دانی او فضیلت کی طرف یہ توجہ ہے۔ مَیں جلدی جلدی آگے بڑھا۔ اور مجمع کو چیر کر گھُس گیا۔ ایک گروہ کو دیکھا کہ آتش شوق سے جلا بھنا تھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور دل کباب تھے۔ وعظ کا فیض اس مقام پر۔ اور بات کا سِلسلہ اس کلام پر منتہی ہوا تھا۔ کہ اے ادیبوں اور مسافروں کے گروہ

والے۔ رہروانِ راہ مسافرت والے باشندگان شہر میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ جو سُننے کے قابل ہے۔ اور ایک حالت کا اظہار کرتا ہوں۔ جو ہونے والی ہے۔ جس راہ پر کہ چلنا ہے۔ اُس کا میں بتانا چاہتا ہوں لگروہ جزائے عمل جو ایک دن ظاہر ہونے والی ہے۔ اُس کا بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنتا ہوں +

زبان عربی میں وعظ۔ اے مُسلمانوں سُنو! مَیں تمہارا خیر خواہ امین ہوں۔ (اس کے بعد حجازیوں اور عربوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا:- اے جوانانِ عرب۔ والے دوستدارانِ ادب۔ والے صاحبانِ شمشیر و قلم۔ والے اہلِ عِلم و عَلَم! قسم ہے اُس ذات کی جس نے تم کو علم غالب سے روشن کیا اور لوائے حاجت روا سے تمہاری حاجت براری کی۔ بالضرور زمانہ فاسد ہو گیا۔ اور بازار کاسد ہو گئی۔ بزرگ لوگوں سے اُن کے صحن خالی ہو گئے۔ اور بگاڑ کی وجہ سے کھرے کھوٹے ہو گئے۔ اُن کے انعامات جاتے رہے۔ اور اُن کے جنازوں نے جانے میں جلدی کی۔ اُن کے شہر خالی ہیں۔ اور اُن کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں۔ اُن کی نشانیاں مٹ گئیں۔ اور اُن کی شمشیرہائے آتشبار سرد ہو گئیں۔ اُن میں سے نہ کھلانے والا رہا۔ اور نہ کھانے والا۔ اور نہ کوئی مُقیم رہا۔ اور نہ مسافر نہ قبول کرنے والا رہا۔ اور نہ دُعا کرنے والا رہا۔ اور نہ رعایت کرنیوالا اور نہ وفا کرنے والا ٥

گردن کش و کریم بنی ہاشم اب کہاں ہاشم اور اُن کی نسل ہوئی خاک میں نہاں
مکروہ دہر سے وہ پریشان ہو گئے ہے وجہ انتشار یہی گردشِ زمان

اے گروہِ بزرگان! نہ شک کرو اور نہ گمان۔ خدا کی قسم ہم بھی تمہاری ہی طرح خوشدل اور صاحبِ دامن دراز تھے۔ (جو علامتِ فخر و تمول ہے) ہمارے لئے مجلس میں شیر و شراب کی مشکیں تھیں۔ اور جنگل میں چرنے والے جانور تھے۔ ہلاکت کے مقامات میں گھُس پڑتے تھے۔ اور لڑائیوں میں پیش قدمی کرتے تھے۔ وقتِ مکرمت بڑے بڑے پیالے سب کے سامنے لائے جاتے تھے۔ اور ہماری عورتوں کے پلکوں کے تیروں میں در آنے والے تھے۔ یہاں تک کہ ہم پر زمانہ نے حملہ کیا اور غالب آگیا۔ اور جو کچھ چھپنا تھا چھین لے گیا۔ اور حال دگرگون ہو گیا۔ جو کچھ زمانہ نے ہم کو دیا تھا وہ ہم سے واپس لے لیا۔ جو شخص تمہارے پاس فاقہ سے کھڑا ہے۔ اُس پر رحم کرو۔ اور تمہارے سامنے بے زاد و توشہ استادہ ہے۔ اُمیدوار ہے تمہاری بخششوں سے دُعا کرنیوالا ہو کر۔ اور دُعا گو ہے۔ تمہارے عطیوں کا اُمیدوار ہو کر +

اُس کے پیچھے اُس کے بھُو کے فرزند ہیں۔ اور قریب برگ لڑکیاں بھی۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو دستِ عطا بڑھائے۔ اور اِس تکلیف کی پچھاڑی کی گرہ مجھ سے کھولدے جب تک زندہ رہونگا مدح وثنا سے عوض دوں گا۔ اور رہنمائی کرونگا۔ جزائے خیر کی دار الجزا میں آنکھیں بند ہونے پر (مرنے پر) احسان کے عوض پانے میں نا اُمید نہ ہو۔ کیونکہ جو نیک کام اور بھلائی کرتا ہے۔ اللہ اُس کا اجر ضائع نہیں کرتا +

فارسی زبان میں وعظ۔ پھر اہل حجاز اور گروہ طائف سے مُنہ پھیر لیا۔ اور اہل عجم سے متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اے کرم کی چقماق سے آگ جھاڑنے والو۔ وا ے صاحبان جوانمردی ومروت۔ والے قوی پُشتان پدری وپسری۔ اُس خدا کی قسم جس نے مہر درخشان کو اس گول چھت (آسمان) پر پھرایا۔ اور سطح زمین پر گیاہ سبز کو اُگایا۔ کہ دُنیا سے ایک دن چلا جانا ہے اور اُس کا مال حقیر چھوٹ جانیوالا ہے جستجوئے دُنیا میں گفتگو کو طول نہیں دیا جا سکتا۔ اور اُسکی زیبائش تلاش کے قابل نہیں۔ اسکے حلال نتائج خوب ہیں اور اُسکے حرام کے رگ وپے میں آگ اور چنگاریاں بھری ہیں۔ دُنیا کا طاس نفرت انگیز تنکوں اور گرد وغبار سے خالی نہیں۔ اور اُس کا پیالہ باہجوم مگس ہے۔ نفس عصامؔ[1] اور ہمت نظام۔ اور سخاوت حاتم اور خصلت فاطمی اور دستِ فیاض اور کرم فراخ کس کو حاصل ہے جو آتشِ مروت اور شمع فتوت روشن کرے۔ اور اربابِ زمانہ کو مثل ابر بہاری بخشش فطری سکھائے۔ اور قبل اسکے کہ لوگ زحمت دین اس مسافر پر رحم کرے۔ پھر ان دو مفرد جوں (زبان عربی وفارسی) سے قرآن عمرہ (دونوں کو ملا دینے کی تدبیر کی۔ اور عرب اور عجم دونوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ اے صاحبان سرمایہ دار باب نکوئی ورفیقان بلاغت وفضیلت وگروہ سُنت وجماعت اگرچہ بظاہر تم سب مختلف الجسم ہو لیکن حقیقۃً متفق الارواح ہو۔ گو تم ظاہر میں مختلف شہروں میں رہنے والے ہو۔ مگر بباطن ایک اعتقاد والے ہو۔ میں تم سب کو جمع کرتا ہوں۔ جس طرح برتنوں میں کھانا ایک جا ہوتا ہے۔ اور حرف کلام میں اکٹھا ہوتے ہیں۔ بلا توسط قلم اور کاغذ کے ایک لڑی میں پروؤں گا۔ چنانچہ بلخی اور کرخی برابر ہو جائیں۔ اور رے اور حجاز کے رہنے والے ایک رنگ ہو جائیں۔ **اشعار**

اے سونے والو جاگو قیامت کا ہے قیام	غفلت کی نیند سے اُٹھو اور چھوڑ دو حرام
اے صاحبان معرفت وفرقۂ عظام	کب تک رہے گی حرص شراب وکباب وجام

[1] عصام نام ورزبان نعمان بن منذر جو اپنی ذاتی قابلیت اور سعی سے عالی مرتبہ ہو گیا ہے

۔ نفس عصام سوّدت عصاما   تعلمت الجود والاقداما

نیزہ اُٹھا کے خصم کو کرنا ہے انبساط | نخچیر کو پچھاڑ کے ہے شیر شاد کام
اس پر نظر نہ کر کہ ترے ہاتھوں میں ہے مآل | اور کام تیرے ہو رہے ہیں موافق مرام
تارے بکل کے چرخ پہ ہو جاتے ہیں سیاہ | چھپ جاتا ہے ظلام میں جب ماہ ہو تمام
ڈاڑھی سپید ہو تو نہ لے نام مے کبھی | ساغر کی سیر ہے نہیں زیبا علی الدوام
اے قوم آشکار ہے پیری کی صبح اب | جو وعظ کرنا تھا وہ کیا لو مرا سلام

پس اُس نے نظم کو ختم کیا۔ اور دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھایا۔ اور موجودین کی طرف سے مُنہ موڑا۔ اور ہوا کی طرح تیز دَوڑا۔ مَیں اُس کے پیچھے بھاگا۔ مگر اُس کے پاس تک نہ پُہنچ سکا۔ (یا مَیں نے اُس کی گرد بھی نہ پائی) باقی عمر اُس کی جستجو میں رہا۔ آخر کار اُس کا کوئی نشان مجھے نہ ملا۔ اور مَیں نے اُس کی کوئی خبر نہ سُنی۔ معلوم نہیں۔ اُس نے طے مُسافت کر کے جوتا کہاں اُتارا۔ اور بارِ غم کہاں رکھا۔ اشعار

کیا جانیں اُس کے بعد زمانہ نے کیا کیا | دُنیا و آسمان کے ستانے نے کیا کیا
کیا تھا سلوک چرخ کا اُس سے نہیں خبر | اور بخت بے تمیز دوانے نے کیا کیا

مقامۂ ثانی پیری و جوانی کے بیان میں اور مناظرہ پیر و جوان میں

مجھ سے میرے ایک دوست نے جو مونسِ تنہائی اور باعثِ آرامِ دل تھا۔ بیان کیا کہ ایک زمانہ میں بسبب اتفاق ضروری مجھ کو مسکن مالوف سے دوری اختیار کرنا پڑی۔ اور وطن اصلی سے سفر میں جانا پڑا۔ توشہ اور سامانِ سفر اونٹ پر لادا۔ اور اپنے دوستوں سے کہا کہ "رُخصت کے لئے آؤ" موانع قیام کو اپنے سے دُور کیا اور دل کو راحت و آرام سے نفور کیا۔ اشعار

سواری جب ہوئی تیار مَیں نے اپنے ساتھی سے کہا | جہاں میں آ گیا خندہ کناں اب نور کا تڑکا
نظر مت کر تجھے جانا پڑے جب آخرِ شب میں | کہ بعدِ شام کیا ہوتا ہے بُعدِ راہ سے پیدا
جہاں ہو شام نیلے ہاتھ سے تو کام تکیہ کا | کہاں کا مسند و تکیہ تو اُس کے ذکر سے باز آ
فراغت پیش آئیگی تجھے یا تو اُمیدوں سے | وگرنہ پیچھے پڑے گا تیرے رنج و غمِ جاں فرسا

جب مَیں نے زائچہ دیکھا تو مَیں نے ارادہ سفر کیا۔ دوستانِ موافق سے رُخصت لی اور اسباب قیام کو ترک کر دیا۔ رُباعی

دِل سے کہا جب حضر سے تو شاد نہیں | اور قید زمانہ سے بھی آزاد نہیں
اُستادِ زمانہ کے تجارب کی تو | شاگردی کر کہ تو تو اُستاد نہیں

عنانِ سعی پکڑ اور لگام پیمان کھینچ — خضر میں جب نہیں اے دل تو خُرّم شادان
تجھے جہاں نہیں ملتا ہے ساغر مقصود — حبش ہو یا کہ خراسان ہو تجکو ہے یکسان
ہُنر دکھانے سے بازار میں تجھے کیا سود — بصیر ہی نہ رہی جب کہ چشم نقادان
ہے نفع کیا جو ہُوا نقش کعبتین[1] بھی چھ — تجھے تو ششدرِ غم ہی میں رکھتا ہے دوران
جب آب و خاک موافق نہ ہو کسی جا کی — بچھا نہ آگ پہ بستر گذر چو بادِ وزان

اِن اسباب و حالات کی وجہ سے مصائب ہولناک سے بھاگا۔ اور شوق رہنمائے سفر سے تعلق پیدا کیا۔ صحرا کو طے کیا۔ اور دریائے جیحون سے درمیان ماوراء النہر و خراسان ہے گذرا۔ بادل غمگین متوجہ شہر خجند ہُوا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔ اشعار

ہو جب امید دیر حاصل مخالف — حصول امید کا ہو گا سفر سے
مصائب گر کریں سختی تو چل دے — گوارا تر ہے فرقت اُن خطر سے

جب اِس مقام مُبارک میں پہنچا اور اُس شہر متبرک کو دیکھا۔ سبھی بھائی (دوست یا سسرالی رشتہ دار) مَیں نے پیدا کئے۔ اور ہم مکتب (یا ہم فن) ڈھونڈ نکالے۔ اِس شہر میں کچھ دن رہا۔ اور تنہائی میں اپنے حسب حال یہ اشعار پڑھتا تھا۔ نظم

نہ ہو تیرا وطن جب مُلک اتراک — وہاں کے رہنے والے بھی ہوں بیباک
بدل دے اُن کو اور کر لے جُدائی — ملے گا اپنا سا گھر اور بھائی
جہاں تو جائے گا کر لے یقین تو — پڑوسی پائے گا اور ہم نشین تو
قطعہ۔ وطن میں رہ کے نہ ہو باعث غم و آزار — کمی حرص سے گھر میں نہ بیٹھ رہ بیکار
مدد کرے گا کوئی گر کوئی نہ پوچھے گا — مسافرت میں ملے گا ضرور ہی غمخوار
جہاں تو جائے گا اور جس زمین پر ہو گا — جہاں میں تجھ کو ملیں گے بہت رفیق و یار
بقول آتش سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے — ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

جب قلب کو اطمینان اور جسم کو راحت ہوئی۔ ایک دن نہایت شوق میں وہاں کے بازاروں پر گھوم رہا تھا۔ اور اُن اوراق[2] کی کتاب کو قدم تیز روی سے طے کر رہا تھا۔ کہ ایک مخلوق کے ہجوم

[1] کعبتین۔ ہڈی کے دو شش پہلو پانسے جن پر ایک سے چھ تک نقش ہوتے ہیں۔ ان سے بازی تختہ نرد کھیلتے ہیں جسے واضع بوزرجمہر وزیر نوشیروان ہیں ۱۲ [2] ششدر مہرہ کا کسی ایسے خانہ میں آجانا کہ اُس کے ہر طرف کے چھ خانے دوسرے مہروں سے بند ہوں۔ چونکہ کعبتین میں چھ سے زیادہ کا نقش نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ مہرہ اس قید سے نکل نہیں سکتا ۱۲ [3] وصحیفہ از آں اوراق بقدم اختراق می نوشتم۔ اوّل تو بازار کو صحیفہ سے استعارہ کرنا کتنا بھونڈا ہے ۔

میں پہنچا۔ ایک بڈھے اور ایک جوان کو دیکھا۔ ایک دُکان کے کنارہ کھڑے ہیں۔ اور آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ بڈھا جوان سے گفتگو اور جھگڑے میں تیز ہو رہا تھا۔ اور جوان پیر سے معارضہ و برابری میں درپے ستیز ہو رہا تھا۔ دونوں اُس جھگڑے میں باری باری کلام کرتے تھے۔ اور نفس کے الماس سے موتی پروتے تھے۔ پیر نے کہا اے جوان بڈھوں کی عزت کر تاکہ جوانی کا پھل تجھے حاصل ہو۔ اور بزرگوں سے میل رکھ۔ تاکہ دولت زندگانی تجھے ملے۔ امیروں پر فوقیت نہ چاہ۔ تاکہ تو پامال نہ ہو۔ اور بڈھوں کو بڑھ کے نہ کہہ تاکہ بدحال نہ ہو۔ جو قیدیوں پہ رحم نہیں کرتا وہ کبھی امیر نہیں ہوتا۔ اور جو بڈھوں کی عزت نہیں کرتا وہ پیر نہیں ہوتا۔ (یعنی بڈھے ہونے سے پہلے مرجاتا ہے) **قطعہ**

مطیع پیر ہو دل سے اگر یہ ہے مقصود	طویل عمر ہو تیری مثال چرخ پیر
جو آئے کوئی بُرے حال والا تیرے پاس	نکال دے نہ اُسے تا ہزار پہ ہو امیر
نہ ہنس کبھی تو کسی مبتلائے پیری پر	کہ رفتہ رفتہ اُسی کی طرح تو ہوگا اسیر
اگرچہ تو کرۂ نار پر رہے جا کر	مگر کہاں ہے بڑھاپے سے تجکو پھر بھی گزیر

پھر جوان نے سر اُٹھایا اور کہا۔ اے پیر تیز زبان والے دغاباز کال زمان۔ اس ہاتھ بھر کی زبان کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے ہمہ تن گوش ہو جا۔ اور جب سب کچھ کہہ چکا تو ذرا خموش ہو جا۔ یہ کیسی غلط تصویر۔ اور یہ کس قسم کی تقریر ہے۔ خوب جان لے کہ نہ پیری علت عزت ہے اور نہ جوانی محل تحقیر و ذلت۔ صورت پیری باعثِ فوقیت نہیں۔ اور زیادتی سن سببِ عظمت نہیں صرف پیری و نبالۂ چشم اعتذار نہیں۔ محض جوانی گیسوے رُخسار نہیں۔ سپیدی پیری علامت روز زوال ہے اور سیاہی جوانی نشان ظہور شب وصال۔ صبح پیری زندگی حیات کے لئے سحر روز قیامت ہے۔ اور شام جوانی وعدہ گاہِ فرحت پیری وہ پیرایہ ہے جو گھٹتا رہتا ہے۔ اور جوانی وہ سرمایہ ہے جو بڑھتا رہتا ہے۔ کافور پیری مجرمان تسلی کے لئے مس عذاب ہے۔ اور مشک جوانی راز داران خلوت یار کے لئے خوشبوئے ناب ہے۔ ابوالشیطان زمان جوانی میں مقبول خدمتِ صمد ہوا۔ اور زمانہ پیری میں مردود بارگاہِ احد ہوا۔ آدم جب تک گہوارۂ ابتدا میں تھے

ف پھر اوراق کی ترکیب سے کتاب بنتی ہے لہذا "اوراق ازاں صحیفہ" کہنا چاہئے تھا۔ مزید براں صحیفہ کا قدم سے طے کرنا اور بھی حیرت انگیز ہے۔ اگرچہ استعارہ میں مناسبات و ملائمات مستعارلہ و مستعار منہ دونوں لا سکتے ہیں مگر یہ خلاف سلیقہ ضرور ہے استعارہ بازار بہ صحیفہ میں وجہ جامع پیدا کرنا بھی تکلف سے خالی نہیں۔ اور اس قسم کے استعارات اس کتاب میں بکثرت ہیں ۱۲

مسجودِ ملائک افلاک تھے جب زمانہ انتہا کو پہنچے مطاعِ مردمان خاک ہوئے۔ اگر پیری باعثِ عزت ہوتی تو چالیس دن کی عمر رکھنے والے موسیٰ چار سو برس کے سن والے فرعون کی ڈاڑھی نہ نوچتے اگر کبر سنی باعث بلندی مرتبت و سبب علو درجۃ ہوتی تو عیسیٰ دو دن کے بچے تخت نبوت یحییٰ و ذکریا پر نہ بیٹھتے۔ سفید بال والی پیری کے مقابلہ میں شگوفہ بادِ صبا (یا مقبول) کے کوئی ہستی نہیں اور بوجہ جوانی گل ہر رخ کے لئے کوئی پستی نہیں۔ تو نے نہیں سُنا ہے۔ کہ بوڑھے بیل کو جوت کر گیہوں اور جَو نہیں بوتا ہے اور کیا تجھے یہ نہیں معلوم کہ بڈھا گدھا صرف اپنے لئے گھاس لاد کے لانے میں عمر کھوتا ہے۔ اگرچہ زمانہ پیری انتہائے حیات ہے۔ لیکن ہزار روز پیری کے مقابلہ میں ایک شب جوانی کی اور ہی بات ہے۔ **قطعہ**

کب ہے تیرہ شب جوانی سا — روز پیری ہے گرچہ نورانی
ہے فقط در گہ جوانی میں — راحت و عیش ہائے روانی
قیمت ساعت شباب نہیں — در بحری و لعل پیکانی

اگر بزرگ کو خورد پر ترجیح ہے۔ اور اس بات کا قانون صحیح ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ نوح محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بڑھ کر ہوں۔ اور لقمان آدم سے برگزیدہ تر۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ یہ باب بند ہے اور یہ اصول ناپسند ہے۔ وہ زیور جس سے فضیلت ہو سکتی ہے آدمی میں علم و خورد خردہ کار ہے اور وہ زینت جس پر فخر کیا جا سکتا ہے انسان میں عقل و وقار ہے **قطعہ**

جو دسے ارجمند ہوتا ہے — عقل سے مرد پاتا ہے رفعت
جہل بیشک ہے باعث پستی — علم سے ہے ہر ایک کی عزت
پیری و کودکی برابر ہے — علم سے جب کسی کی ہو زینت

پھر جب نوبت کلام کرنے جوان سے پیر کی آئی۔ اور مناظرہ میں باری فرزدق سے جریر کی آئی۔ کہا اے جوان بیہودہ گفتار و جویائے افتخار۔ "بچہ بچہ ہی ہے گو آئندہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو"۔ جب بچوں کی ایسی تو نے چند بیہودہ باتیں کہیں۔ جو ذہین اور ہوشمند کی سی نہیں۔ اور سلک جوہر بیان میں چند مینگنیاں پرو دیں۔ اب آتا کہ سچی اور ٹھکانے کی بات کہوں۔ اور لاف و

لے محشو و بشین معجمہ میگویند رجل محشوؔ اے مطاع فی الناس۔ میں نے ترجمہ میں یہی لفظ اختیار کیا ہے۔ سین مہملہ سے بھی معنے بنتے ہیں ۲ے نجات جائے بلند اس سے مجازاً مرتبت مراد ہے ۱۲ ۳ے شگوفہ۔ کسی قدر کھلی ہوئی سفید رنگ کی کلی۔ شگفتن سے مشتق ہے۔ اور منہ بند کو غنچہ کہتے ہیں ۱۲

گزاف کے میدان سے انصاف کرنے اور انصاف و داد پانے کے بارگاہ میں دوڑوں۔ حسن پیری متقاضی فوقیت و فضیلت و سرداری ہے۔ اور حال جوانی باعث ابتلائے فسق و فجور و بیکاری و گناہ گاری ہے۔ ہرگز خوبی پیری میں خیالی عیب کی گنجائش نہیں۔ دغلی اور ناراستی جوانی کے ساتھ ہرگز روحانی امانت کی زیبائش نہیں۔ کیونکہ جوانی باعث میلان بلذات شہوانی۔ خواہش شیطانی ہے "جوانی دیوانی" مثل مشہور ہے۔ اور جوانی سبب بیگانگی از شعور ہے۔ صبح پیری مشعل نمائے دین ہے اور ہادی عالم ثبات و یقین۔ جیسا کہ کہا ہے۔

نظم

پوشیدہ صوابوں کی اسے ہوتی ہے توفیق	مغلوب ہو پیری سے کسی کی جو جوانی
پیری کی کرو قدر اگر تم میں سمجھ ہے	لازم ہے جوانی کے لئے حمق و ملاہی (لہو و لعب)
پیری جو کرے دور جوانی کی سیاہی	پھر کوئی جوانی میں نہیں رہتی برائی

گروہ علما و طائفہ فضلا کے نزدیک یہ بات درست اور صحیح ہے۔ کہ نور کو ظلمت پر اور صبح کو شام پر تفضیل اور ترجیح ہے۔ میں اس گفتگو سے متفکر اور اس حالت سے متحیر۔ ایک کونے میں اس ہجوم کے اور ایک کنارہ اس مقام معلوم کے تھا۔ میری طرف متوجہ ہوا۔ اور مجھ سے کہا۔ اے جوان ممتاز و صاحب اعزاز۔ اور اے پرکھنے والے بے نظیر و صاحب امتیاز۔ آپ کیا کہتے ہیں۔ شب دیجور و صبح پر نور میں فرق غرب و شرق ہے۔ ہر ذی شعور جانتا ہے کہ رخسار سفید ماہ کو گیسوئے شب سیاہ پر فضیلت کس قدر ہے۔ اور سہیل و آفتاب و شیخ و شاب کب برابر ہے۔ فرق میان ہند و روم کا ہر شخص ماہر۔ اور ترک و حبش میں جو بعد اور جدائی ہے وہ ظاہر ہے اگرچہ کافور و خاکستر میں موافقت اور ان میں ہمرنگی کی مشابہت ہے۔ لیکن اہل ہوش ہر ایک کی قدر جانتے ہیں۔ اور دونوں کا نرخ پہچانتے ہیں۔ راکھ ایک وانگ (آٹھ جو۔ ایک رتی چاندی) کی ایک گدھا بھر۔ اور کافور ایک دینار کا ایک سنگ[1] برابر آتا ہے۔ کل زمستان پرستان نوروز اور افضل بہار کے خواہاں ہیں۔ اور سب رات کے چلنے والے نہار کے جویان ہیں۔ جس کسی کا اعتصام[2] بشام ہوتا ہے۔ تمنائے ابتسام[3] بام۔ اور نسیم سحری کے سونگھنے کی امید سے اُسے آرام ہوتا ہے۔ تو نہیں جانتا کہ یہ جوانی سرمایہ قلیلی ہے۔ اور پیری پیرایہ رستگاری[4] جلیل۔ پھر کہا کان دھر اور یاد کر اے جوان۔ اور اس قطعہ کو ادب آموز

---

[1] سنگ کے معانی لغات میں مطلق وزن کے لکھے ہیں۔ مگر اس محل سے واضح ہے کہ کسی خاص وزن کا نام ہے۔ جس کا پتہ لغات رائج میں نہیں۔ [2] اعتصام۔ دست در دامن زدن تمسک۔ [3] ابتسام بام سپیدہ صبح۔ خندۂ سحر۔ پو پھٹنا۔ نور کا تڑکا۔ [4] نجات رستگاری ۱۲ منتخب *

اوراستادمان۔ **قطعہ**

ہے فصاحت سے پُر دہن میرا | قابل غور ہے میری گفتار
یاد کر لے نصائح پیری | ہے بڑھاپا نذیر ایماندار
کانوں میں کہہ ہی ہے کچھ پیری | گو نگا بہرا اُسے نہ کر تو شمار
مُلک پیری کی سیر کر نادان | مانینگے بات کو میری ہشیار
گر بڑھاپا ہُوا تجھے لاحق | عاجز آئیں گے عیسے دیندار
میہمانی کر اُس کی قبل فنا | ورنہ پیری ہے جانگزا تلوار
پن خالص بہ نسبت پیری | تجکو بھائی ہے یا نہیں دلدار

جب دلوں کو آتش جنگ سے بھڑکا دیا۔ اور قوم کو ایک ایک کر کے دونوں ہاتھوں سے پورے طور سے نچوڑ لیا۔ اور جو مانگا تھا۔ مانگ لیا۔ تو مثل طاؤس اپنے آپ کو زر وجامہ سے آراستہ کیا۔ اُنہوں نے فرش ہنگامہ لپیٹا۔ اور پیر وجوانؔ میں سے ہر ایک پلٹا۔ جب مضمون حال سمجھا۔ اور مَیں نے تہ کی بات پوچھی تو لوگوں نے کہا۔ کہ وہ جوان اور پیر نرالے۔ اور وہ دونوں سپید۔ اور کالے۔ نہیں نہیں وہ گھلے ملے۔ اگرچہ جھگڑے کے وقت سپر اور تلوار ہیں۔ لیکن صلح کے وقت پدر شفقت شعار و پسر اطاعت گذار ہیں۔ مَینے کہا قسم بخدا وہ دونوں شمس الضحیٰ اور بدر الدجیٰ ہیں۔ "جو اپنے باپ سے مشابہ ہوا اُس نے کچھ ظلم نہیں کیا" اِس کے بعد مَیں اُن کے پیچھے تیز بھاگا۔ مگر سوائے گرد راہ کچھ نہ پایا۔ **نظم**

کیا گذری اُن پر اس کی مجھے کچھ خبر نہیں | دونوں کے ساتھ کرتا ہے کیا چرخ چنبرین
کرتا ہے کیا سلوک جوان اور پیر سے | چرخ سفیہ وسفلہ ودون پر وروکیں

تیسرا مقامہ غزوہ اور جہاد کے بیان میں

مجھ سے ایک ایسے دوست نے بیان کیا کہ دل اُس کا تابعدار اور جان اس کی پیروکار تھی۔ کہ ایک زمانہ میں جب شب جوانی میں تاریکی اور اندھیماری۔ اور نہال طفلی میں بالیدگی استواری تھی۔ گلہائے عیش بیحد و اندازہ۔ اور باغ خوبی کے شگوفہائے طرب تازہ تھے۔ مَیں نے چاہا کہ بڑے بڑے شہروں میں جاؤں۔ اور اختیار سفر کو آزماؤں یاران یکتا اور دوستان

ھ شیر وقیر۔ دودھ اور تارکول۔ دودھ سپید اور تارکول سیاہ ہوتا ہے بوجہ سپیدی وسیاہی پیر وجوان مراد ہیں۱۲

باصفا سے مشورہ کیا۔ اور فوائد سفر اُن کے سامنے لایا۔ ہر ایک میرے لئے ایک سفر کی تعیین کرتا تھا۔ اور اس ارادہ کی تحسین و آفرین کرتا تھا۔ ایک نے کہا تجارت کے لئے سفر بہت مبارک اور میمون ہے۔ ایسا سفر سعید اور موزون ہے۔ حال دُنیا اُس سے درست ہوتا ہے۔ اور آدمی تجربہ کار اور چست ہوتا ہے۔ شکار مال و منال ہاتھ آتا ہے۔ مال و قوت حلال پاتا ہے۔ دوسرے نے کہا حج کے واسطے سفر کرنا چاہیئے۔ اور فکر و پروائے دین اطہر کرنا چاہیئے۔ حج مذہب اسلام کا ایک رُکن رکین ہے۔ ایک جزو اعظم دین مبین ہے۔ ادائے فرض واجب ہے اور ادائے فرض لازم و مناسب دوسرے نے کہا یہ کار عباد و زہاد ہے۔ جوانوں کے لئے تو سفر جہاد ہے اب جبکہ صبح اسلام کی شام ہو گئی۔ اور نفرت غزا و جہاد سے عام ہو گئی۔ دہن دین کا دانت اُکھڑ گیا اور رشتہ مسلمانی میں رخنہ پڑ گیا۔ مردان شیر نر جہاد میں ترکتاز کرتے ہیں۔ جوانان بہادر غزا میں شہید ہونے پر ناز کرتے ہیں۔ عورتیں تکلے اور سوئی سے کارزار میں ہیں۔ بچے نے اور چوب سے پیکار میں ہیں۔ اگر کوئی بڑا کام کرنا چاہتے ہو۔ تو جہاد کی طرف دل کو مائل کرو۔ اور اگر سفر ہی کرتے ہو۔ تو یہ شرف حاصل کرو۔ **بیت**

جو قصد ہے تو اُسی کی گلی میں جاؤ تم ۔۔۔ اگر آب لانا ہے اُس کی ندی سے لاؤ تم

سفر تجارت بخیلوں کا کار ہے۔ اور اختیار حج بیماروں کو سزاوار ہے۔ میدان میں مر کے گرنا اَور ہے۔ اَور طواف میں پھرنا اور۔ نہ بند احرام کمر سے لٹکانا اور چیز ہے۔ اور خود پیشقدمی سر پر رکھنا اور چیز۔ زیارت مشعر حرام اور قیام مقام قتل اجسام میں فرق ہے۔ اسی طرح سر کٹ کے گرنے کی جگہ اور آمد و رفت کعبہ ذوی احترام میں فرق ہے۔ کیا جو کوئی پائے گام زن رکھتا ہے۔ وہ بازوے صف شکن و دست شمشیر زن بھی رکھتا ہے۔ کیا جو کوئی راستوں سے گذر سکتا ہے۔ وہ مہلکوں میں بھی قدم دھر سکتا ہے۔ **نظم**

یہ کیا ضرور ہے جو شخص ہو بیابان گرد ۔۔۔ سنان و تیغ چلائے میان جنگ و نبرد

بہادروں کی طرح ہو غزا میں حملہ ور ۔۔۔ طواف صف قتال میں عورت ہے کب برابر مرد

جب وہ شرح و تفصیل سُنی۔ اور یہ ترجیح و تفصیل دیکھی۔ ارادہ جہاد درست کیا۔ اور ہرات سے قصد بُست[1] کیا۔ کمر پر تیغ یمانی درخشان اور اسپ اصیل زیر ران۔ زرہ داؤدی بدن میں۔ خود عادی سر پر کمند تابدار دوش پر۔ اور شمشیر آبدار پہلو میں۔ سپر ہندی پس پُشت اور نیزہ

[1] بُست بضم اول و سکون سین مہملہ و تائے موحدہ شہریست از خراسان کہ ابوالفتح بستی وزیر سلطان محمود از انجاست ۱۲ تتمہ بانگ دلیران ۱۲ +

عربی ہاتھ میں۔ آفتاب کی طرح سناندار اور ہوا کے مانند تیز رفتار۔ اسی طرز و روش پر صبح سے لیکر شا
تک عربی رفیقوں اور غازیوں کے گروہوں کے ساتھ برابر چلا جاتا تھا۔ اور آیات حفاظت قرآنی پڑھ
جاتا تھا۔ یہانتک۔ کہ تکرار شام و بام و اختلاف بگاہ و بیگاہ کے بعد ملک ہندوستان میں پہنچ
آواز پائے اسپان و بانگ دلیران لشکر غازیان سُنتا تھا۔ اور مجاہدان راہ خدا کو دیکھتا تھا
شکر کرتے تھے۔ اور دستِ پیمان گردن وداع یکدیگر میں حمائل کرتے تھے۔ نظم

وہ رخصت کہ پھر ملنا نہ ہوگا　　گلے ملتے تھے اس سے زید اور بکر
خدا سے کون ہوگا آج واصل　　وہی ہوگا نہیں اس میں ذرا مکر

دوسرے روز جبکہ جہاد اکبر اور جنگ لشکر ہونے والی تھی۔ اور چشم فتنہ و پیکار نہ سونے وا
تھی۔ اسباب جنگ کے مہیا کرنے میں رہا۔ اور ہر وقت آلاتِ حرب اکٹھا کرنے میں رہا۔ یہاں تک
کہ بانگ مُرغ صدائے نقارہ جنگ سے مل گئی۔ اور آواز حی علی الفلاح یعنی رستگاری کے لئے
آؤ (جملہ از اذان) مردو "لشکر بزرگ کی طرف چلو" کے ساتھ بلند ہوئی زاغ رخسارۂ شام سلِ
کافور گر بہ صبح میں مل گیا۔ اور شیطان شب سُلطان روز سے بھاگ گیا ؎

صُبح ہنستی ہوئی نکل آئی　　رات واپس گئی بریدہ پر
اُڑ گیا زاغ آشیان ظلام　　ہُوا نازل جو شاہباز سحر

تو ہم اُٹھے۔ اور نماز کی جماعت طیار کی۔ اور قافلہ کے لوگوں کے ساتھ فرض و نفل ادا کر
درستی کاروبار سامان کارزار مہیا کیا۔ کوئی سنان ارو بیل صاف کرتا تھا۔ اور کوئی تیغ اصیل
صیقل کرتا تھا۔ عربی گھوڑوں پر تنگ کس کے باندھا اور بارادہ جنگ کی ٹھان لی۔ صفوں کی قط
جم گئی۔ اور سواری دلیروں کی منتظم ہوگئی۔ حادثہ کی آندھی چلنے لگی۔ اور سنانوں کے دانت
ہنسنے لگے۔ اب خوف چہروں سے ٹپکنے لگا۔ لب اجل اہل جدال پر ہنسنے لگا۔ باد فتنہ چلنے
لگی۔ اور خون رگوں میں جوش کھانے لگا۔ جانیں جسموں میں خشک ہو رہی تھیں۔ اور
عروس صلح کے گیسو دست فتنہ کاٹ رہا تھا۔ موت کا شاہین اُڑ رہا تھا۔ اور مرغ امید سو گ
تھا۔ تلواروں کی دھار سروں کو زخمی و مجروح کرتی تھی۔ اور زبان پیکان۔ روغن [illegible] سے
گفتگوئے جنگ کرتی تھی ؎

ہر ایک قبضہ نے کب دیا تھا پیام مرگ　　[illegible]
ساقی کے برخلاف زمانہ نے بھر دیا　　[illegible] کی شراب [illegible] سے جام مرگ

پس جب صفوں کی قطاریں مقابل ہو چکیں۔ اور دونوں طرف کے لشکر میدانِ جنگ میں برابر ہو چکے۔ مردانِ جنگ اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے۔ اور قضائے محکم آسمانی اور حکم استوار ربّانی پر راضی ہو گئے ایک جوان بلند قامت۔ نمکین رُخسار لطیف لہجہ والا۔ اور نادر خوبی والا دیکھا۔ دو صفوں کے بیچ میں کھڑا ہے۔ اور نیزہ خطی ہاتھ میں ہے۔ اور یوں کہہ رہا ہے:۔

اے جوانانِ عجم و عرب وائے بہادران صاحب حسب و نسب۔ وائے گروہِ جنگجویان و مجاہدین وائے یادگار انصار و مہاجرین۔ یہ کشتی گاہِ ہیبت ناک تمہارا مقام ہے۔ اور پارہ پارہ کر دینے والی موت تمہارے سامنے ہے۔ نیزہ زنی سخت تمہاری خوراک ہے۔ اور نان خورش تمہاری شمشیر زنی دردناک ہے۔ خوب جان لو کہ میں تمہارا خیر خواہ امین ہوں۔ اور تمہارے درد لادوا کے لئے بمنزلہ عیسیٰ گردوں نشین پیچھے نہ ہٹو کہیں تم کا گرا ہوا آدمی رسوا اور ذلیل نہ ہو۔ اور بھاگو نہیں تاکہ تمہارا زخمی قتیل نہ ہو۔ آپس میں لڑو کہیں ایسا نہ ہو کہ سُست و کمزور ہو جائے۔ قوت تمہاری۔ اور چل جائے نصرت تمہاری۔ بہت سے خون اس راستہ میں بہائے گئے۔ اور بہت سی جانیں جنگ کے اکھاڑے میں جان کندنی میں لائی گئیں۔ شہدائے ماضیین کی پیروی کرو۔ اور جان لو دُنیا گذرنے والوں کے لئے راہ ہے۔ اور صبر کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کا پشت پناہ ہے +

پھر روشِ کلام کو بدل دیا۔ اور سلسلہ نظم کا محرک ہُوا۔ اور مزیدار گوشت ہڈی سے ملا دیا۔ اور نثر فصیح کو موزون کیا۔ موتی نظم کے بکھرائے اور یہ قطعہ پڑھا۔ **قطعہ**

حاملِ سیف ہائے خون آلود ۔۔۔ صاحبِ نیزہ ہائے راست نشان
سچ کرو قول روشدہ میرا ۔۔۔ دیں کی خاطر لڑا دو اپنی جان
حملہ و آر زود جنگ کرو ۔۔۔ بچقا چاق تیغ ہائے بران
دل میں اپنے نہ خوف لاؤ تم ۔۔۔ صرف اک دلو چاہ ہے یہ جہان
تم امید اضطراب میں رکھو ۔۔۔ عون اللہ ہے بڑی نگہبان
فتح و نصرت خدا سے پاؤ گے ۔۔۔ سبقت تم کرو سوئے میدان

پھر عربی گفتگو کو فارسی کلام سے بدل دیا۔ اور فصیحوں کی طرح ثنا کی۔ اور بُلبل کی طرح نغمہ گایا۔ اور مینوں کی طرح اپنی طبیعت کو چست کیا۔ اور یہ قطعہ اس طرح درست کیا۔ **قطعہ**

جنگ کا دن ہے جنگ لازم ہے	کوشش و ننگ لازم ہے
تا کہ میدان آرزو ہو فراخ	اسپ پر چُست تنگ لازم ہے
شکم گاؤ و پشت ماہی پر	تیغ کے خون سے رنگ لازم ہے
جوش کے وقت چاہیئے تعجیل	جنگ میں کچھ درنگ لازم ہے
ہاتھ کو ڈالنا بروز نبرد	بدہان نہنگ لازم ہے
خون سے روئے زمین کو رنگنا	مثل جلد پلنگ لازم ہے
باندھنا اسپ خنگ مشکی کے	نعل کے ساتھ تنگ لازم ہے

جب یہ قطعہ یاروں کو سُنایا۔ تو گھوڑے کی عنان موڑ لی۔ اور کہا۔ خدا کی قسم آخرت میں تمہارا موافق ہوں۔ اور اس جنگ میں تم سے آگے چلنے والا۔ فرقہائے اسلامی میں سے جو عجمی تھا۔ یا شامی راضی برضائے خدا ہوا۔ اور متوجہ بگروہ اعدا ہوا۔ تقدیر جس سے گریز نہیں۔ کسی کو راحت کی طرف لے جاتی تھی۔ اور کسی کو گور میں سُلاتی تھی۔ شدت قتال انتہا کو پہنچی۔ اور حدت جدال منتہی کو پُہنچی۔ اُن میں سے کوئی مُردہ پر گریہ زار کرتا تھا۔ اور کوئی افتخار کرتا تھا۔ کوئی انتقام لیتا تھا۔ اور اور کوئی کسی کو رُسوا اور خوار کرتا تھا۔ کوئی مرچکا تھا۔ اور کوئی موت کا انتظار کرتا تھا۔ اُس دن ابتدائے سحر سے آخر شام تک اس مُصیبت کی ہلاکت میں رہے اور شدتِ سطوت و ہیبت میں رہے جب حبشی شب دروازہ سے داخل ہوا۔ اور رومی روز نے رخت سفر خر پر لادا۔ کارکنان قضا و قدر نے ستارگان درخشان آسمانی کو روزن دُخانی (آسمان) سے نکالا۔ اور نقش و نگار زرتار سُلطانی سے منقش و پُر نگار کیا۔ ستارۂ بنات النعش (کھٹولا) گردن گردون میں حمائل ہوا اور پردۂ سیاہی شب درمیان کفر و اسلام حائل ہوا۔ مَیں اس گیرودار و شدت جنگ و پیکار میں اُس جوان کی تلاش کرتا تھا۔ اور اُس کے صفات حمیدہ خصایل پسندیدہ کو بردران اسلام میں ظاہر و فاش کرتا تھا۔ جب پردہ نشینان روشنان شب نے آہنگ غروب کیا۔ اور مشاطہ نور نے میدان زمین کو مثل پیشانی سپیدرنگ محجوب کیا۔ تو نسیم سحری کے ساتھ اُس کی تلاش میں تگ پو کی۔ اور قدم شوق سے اُس کی جستجو کی۔ اُس میکدۂ مقصود کے سنگ و سبُو[1] کو نہ پایا۔ اور اُس گُل کدۂ

[1] سنگ و سبو۔ جس طرح خشت سے سبو و خم شراب دھنگ دیتے ہیں اُسی طرح سنگ سے بھی نظیر ے درخشت و سنگ میکدہ دیدم علانیہ ٭ ذوقے کہ سالکان بخیال آرزو کنند ٭ منہ اور سنگ سبو سالکان طریقت ہیں مرتکب مناہی سلوک کے لئے ایک قسم کی تعزیر بھی ہے ۱۲ سنگ و سبو کی مناسبت کے لئے یہ شعر عُرفی ملاحظہ ہو ے تو گُل بجہان نشانی ما ٭ سنگش زسبو دریغ دائیم ٭

مفقود کے رنگ و بُو کو نہ پایا۔ نظم

مجکو نہیں ہے اس کے سرانجام کی خبر　　اُس کے قدح میں تلخ تھی کچھ چیز یا شکر

ساقی روزگار کے دست جفا سے وہ　　کس چیز سے جہاں میں ہؤا تھا نصیبہ ور

مقامہ چہارم بہاریہ

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے حکایت بیان کی جو شمع شب ہائے غربت۔ و تعویذ تپ ہائے مُصیبت تھا۔ کہ ایک زمانہ میں ایک جماعت آزاد کے ساتھ پھر رہا تھا۔ اور عرصۂ ہر چمن اور سبزہ ہر مزبلہ سے گذرتا تھا۔ عالم پردۂ باریک بہاری میں۔ اور جہان لباس فطری میں تھا۔ زمین بستان بتاں آزری (مراد گل) سے۔ اور روئے زمین بساط رومی و شوستری سے (گلہائے رنگا رنگ) اور بروج چمن ستارگان زہرہ و مشتری (انواع گل) سے پُر تھے۔ بیت

بوستان تو خرمی سے مثل روئے یار تھا　　پھول کا رُخسار مثل چہرۂ میخوار تھا

مَیں نے اپنے دل میں کہا۔ جھوٹ بولے کُفار۔ قسم بخدا یہ لوگ نہیں ہیں راست گفتار جو کہتے ہیں۔ یہ تمام صنائع و بدائع زادۂ طبائع ہیں۔ اور یہ کل نقوش زیبا منجملہ نتائج آب و خاک ہوا ہیں قسم ہے اُس خدا کی جس نے لعل بدخشان کو رنگ تازہ بخشا۔ اور شہد میں شفا اور مزہ ودیعت رکھا۔ جو اِن کی ترتیب اور ترکیب میں عناصر میں دخل مانتا ہے۔ وہ عقل سے مبترّی ہے۔ اور جو کوئی اُس ایجاد و اختراع کو ہیولیٰ (مادہ) اور علت اولیٰ کے حوالہ کرتا ہے وہ دانش خرد سے معرّی ہے۔ بلکہ یہ کل ابداع و انشاء و اختراع و انشاء ہست کنندہ اشیاء کی مرضی اور خالق ارض و سما کی خوشی پر مبنی ہے طبیعت انسانی اس درگاہ یگانہ بے ہمتا سے بیگانی ہے۔ اور خرد اس بارگاہ میں دیوانی۔ ایک جوہر میں قابلیت سرکہ و مے گلنار۔ اور ایک شاخ پر اجتماع خار و اثمار۔ زید و عمر کے بلا ارادہ و اختیار۔ اس بات پر دلیل ہے کہ تخلیق و اجراء احکام مخصوص بہ فاعل مختار ہے۔ بزرگ و برتر ہے۔ وہ اللہ جو عالم والوں کا پروردگار ہے۔ جب چند قدم چلا۔ اور تقریباً ایک میل گیا۔ ایک منبر اونچا اور ایک مخلوق کو اکٹھا دیکھا۔ ایک پیر منبر پر مولویوں کی ایسی چادر ڈالے ہوئے سر پر۔ روئے منور مثل ماہ و خورشید اور بال مثل کافور سپید۔ لہجہ شیریں و خوش زبان تیز مثل شعلۂ آتش۔ جسم مانند شیر ژیان اور زبان مثل شمشیر بران سے نصیحت کے موتی پروتا تھا۔ اور اس آیۃ کی تفسیر میں تخم سخن زمین دل میں بوتا تھا۔

"آثار رحمت خدا پر غور کرو کہ کس طرح زمین کی موت کے بعد اُسے زندہ کرتا ہے"۔ ایک مخلوق کو کبھی تو وعدہ سے ہنساتا تھا۔ اور کبھی وعید سے رولاتا تھا۔ کبھی مثل شمع اشک چشم اور آتش سینہ کو ایک جا جمع کرتا تھا۔ اور کبھی برق کی طرح گریہ و خندہ کو باہم ملاتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ اے مسلمانو نظارہ حقیقت زمین و آسمان۔ اور اعتبار اختلاف مکان و زمان فرض ہے"۔ آیا نہیں دیکھتے ہو بطرف حقیقت افلاک و ارض"۔ لیکن بے بصر اِن دقایق پر نظر نہیں کر سکتے۔ ورنہ غریب باتیں عقل سے دور نہیں۔ اور عجیب باتیں پوشیدہ و مستور نہیں۔ **شعر**

کوکبِ روشن نظر آتا ہے جلدی بیگمان   روشنی پھر کب رہتی ہے آنکھوں سے نہاں

بے حجاب صورت آفتاب فلک آرا ہے۔ لیکن چشم ناظر نابینا ہے۔ اگر غرائب آسمانی مستتر ہیں۔ عجائب زمینی تو مظہر ہیں۔ اگر برج برہ و گاو آسمان پر دور اور باریک ہیں۔ پھول اور کلیاں تو بیابان میں نمایاں اور نزدیک ہیں۔ اگر دور ہے میزان و سنبلہ آسمان۔ تو قریب ہے۔ سنبل زمین اور ضمیران۔" موحدوں نے فائدہ پایا۔ اور ملحدوں نے نقصان اُٹھایا۔ جو اِن مردہ نباتات کو جلا سکتا ہے۔ اور کالی مٹی سے سپید (نیاز بو) اُگا سکتا ہے۔ وہ اِن اجرام و اجسام کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔ اور ان کا زندہ کرنا جانتا ہے۔ کہہ دو اے محمدؐ جس نے اِن کو اوّل مرتبہ پیدا کیا۔ وہی اُن مُردہ اجسام کو زندہ کرے گا"۔ وہ ذلیل و خوار جو یہ کہتے کہ اِن اجزائے متفرق کی ترکیب نہیں ہو سکتی۔ اور اِن اعضائے از ہم جدا شدہ کی ترتیب نہیں ہو سکتی"۔ اللہ ہی زندہ کرتا ہے زمین کو اُس کی موت کے بعد۔ اور جلاتا ہے ہڈیوں کو اُن کے فوت کے بعد"۔ ہر ظلم کی شنوائی ہوگی۔ اور اس جدائی کی اکجائی۔ ہر مال و منال کا کوئی صاحب مال ہے۔ اور ہر صنعت کا ایک صانع باکمال ہے۔ پیر پیمانہ کا ایک پیمانہ دار ہے۔ پھر یہ امر اللہ کے لئے کیا دشوار ہے۔ مَیں تو اُس کا غلام ہوں۔ جو چشم عبرت گیر اور دل نصیحت پذیر رکھتا ہے۔ یہ صحیفہ منقش یعنے آسمان کس نے پیدا کیا۔ اور فرش لون (یعنی زمین گلشن) کس نے پھیلایا۔ خاک خشک تیرہ میں مشک و عنبر کس نے ملایا۔ اور خوشنما گچھوں کو شاخہائے اشجار سے کس نے لٹکایا۔ رُخسار گل میں کس نے رونق و نم کو بہم پیدا کیا۔ اور زُلف بنفشہ میں کس نے پیچ و خم ہویدا کیا۔ بنفشہ اور سوسن میں نیلگونی کے ساتھ چمک کس نے دی۔ اور دل بُلبل میں محبّت گُل کے ساتھ درد عشق کی چمک کس نے دی۔ صحن چمن کو رُخسار رنگین زنِ حسین سے خوبتر کس نے بنایا۔ اور خاک سیاہ ہفت اقلیم کو جناب نعیم سے مرغوب تر کس نے بنایا۔ **نظم**

ہوا پھولوں کو پہناتی ہے اب زنگار کا افسر   صبا اب باغ میں پھیلاتی ہے شنجرف کی چادر

سحاب اِس وقت مہندی ہاتھ پر گل کے لگاتا ہے
رُخ بستان کو دیتی ہے نسیم آرایش زیور

مثالِ چشم وامق ابر بھی روتا ہے پھولوں پر
بسان عارض عذرا ہے غنچہ میں مے ساغر

سمجھ لو غنچہ گُل ہے مثال لعل پیکانی
بنفشہ بھی چمن میں ہے بسانِ طبلہ عنبر

ہوا جب جذب باراں بہاری خاک کے اندر
زمین مانند دریا ہو گئی پُر از در و گوہر

سپہدار بہار اس وقت لایا راغ میں لشکر
خطیب بُلبلاں نے باغ میں رکھا ہے اب منبر

صلیبین باغ میں عالم نے رکھیں مثل رہبانان
بچھایا لاکے فراش فلک نے راغ میں بستر

بخورِ عشق کی کچھ اور ہی حالت ہے قلبوں میں
نئی تاثیر رکھتی ہے سروں میں بادۂ احمر

ہے تاثیر بہاری سے محبت جوش زن رگ میں
خراش عشق سے ہر شخص ہے اس فصل میں مضطر

شہ نوروز نے بستان میں بہ حملۂ پائیز
بنائے غنچوں کے پیکان تو کھینچے پتوں کے خنجر

مَیں تو اُسے اچھا سمجھتا ہوں جو فرش زنگار رنگ اور ملوّن - اور عرصۂ صحرا و دشت و گلشن کو جب دیکھے تو جان لے کہ یہ لباس شریف و خلعت لطیف مطرز بطراز این آیۂ وافی ہدایہ ہے "یہ رنگ آمیزی اللہ کی ہے - اور اللہ سے زیادہ رنگ آمیزی کرنیوالا کون ہے"! کسی کا دستِ تصرف و شر تکلف اُس پر دراز نہیں - اور وہم و فہم کسی اُستاد والا صفات کا اِن کی ترکیب ذات میں کارساز نہیں - رُباعی

ہے دور گُل و لالہ و ایام بہار
دُنیا زیبا ہے مثل رُوئے دلدار

نرگس ہے چمن میں اک بُت سبز لباس
سوسن ہے بسان طفلک سیم عذار

گُل سُرخ رُخسار کے دل میں یہ رعونت کہ مَیں صاحب جمال ہوں - اور سرو بلند قامت کے دماغ میں غرور کہ مَیں باکمال ہوں - شگوفہ سپید جامہ گہوارہ طفلی ہی میں پیر ہو گیا - اور زمانہ جوانی میں پیری کا اسیر ہو گیا - رُباعی

پیری نے اثر کیا مگر لڑکا ہے
وقت پیری ہے مگر جوان بنتا ہے

ہے صبر سقوطری مناسب تجکو
تو جانب شہد ابتلک یکتا ہے

بنفشہ خطیبوں کا ایسا جامہ اور سبز عمامہ پہنے ہوئے فکرمندوں کی طرح سر بزانو بیٹھا ہے - اور غمزدوں کی طرح کبھی سر کو پاؤں پر رکھتا ہے - رُباعی

شب بھر غم سے ہوں مثل نرگس بیدار
رہتا ہوں کھڑا مثال سوسن اے یار

یہ غم جو مرا مونس فرقت ہے اب
شاید محفل میں تیری ہو اِس کو قرار

رُباعی۔ نرگس کی طرح جو زر نہ ہو تیرے پاس — سوسن کی قطار میں کھڑا ہو بے آس

جس جا کہ تنور عشق جل اُٹھتا ہے — سونا گھل جاتا ہے وہاں بے وسواس

بید سے چنار وقت گفتار بزبان افتخار کہتا تھا۔ کہ فخر و ناز نہ کر۔ اور اُٹھا نہ سر کیونکہ تیرا میرے قدم سے زیادہ بلند نہیں۔ اور تیری شاخ میرے شکم سے زیادہ بلند نہیں۔ تو خنجر کھینچ رہتا ہے اور میں ہاتھ کھولے۔ رُباعی

گر چاہتا ہے فلک سے اونچا ہو سر — پھیلا دے ہاتھ اور رکھدے خنجر

ایثار و فروتنی سے بڑھتی ہے قدر — سینہ کو ہوس کے رنگ سے خالی کر

سوسن آزاد بلبل اُستاد سے کہتی تھی۔ اے چھوٹی بالا لاف و گزاف۔ اور اے کھونٹی صرا تیسوں دن چلتی ہے اور کھو جاتی ہے۔ اور ایک مہینہ بولتی ہے اور پھر چُپ ہو جاتی ہے۔ میر طرح ہو جا۔ کہ ایک پاؤں سے چلتی ہوں۔ اور دس زبان والی ہو کر بھی نہیں بولتی ہوں۔ کیو راز عشق قابل اخفا ہے نہ لائق افشا۔ اور بستر محبت نہ کر ڈالنے کا سزاوار ہے۔ نہ قابل اظہ

اللہ کے بھید سے زبان کو روکا — گو مرتبہ اُس کے عشق میں ہے اعلا

کہتا نہیں ایک راز بھی میں اُس کا — مثل سوسن ہوں دس زبانوں والا

بنفشہ تازہ و تر۔ لالہ خود آرا و خوش منظر سے ناز کے ساتھ یہ راز کہتا ہے۔ کہ تیرا دل اس کام ک قابل نہیں۔ اور تیرا تن اس بار کا متحمل نہیں۔ ہوا کے ایک جھونکے سے تو بچھڑ جاتا ہے۔ او ایک صدمہ سے اُکھڑ جاتا ہے۔ تجھ میں رنگ ہے۔ مگر شرم ننگ نہیں۔ آب تو ہے مگر تاب نہیں عاشق کو ثابت قدم اور برقرار ہونا چاہیئے نہ آبدار۔ مشتاق کو باوقار تمکین ہونا چاہیئے۔ نہ رنگین۔ تو عا میں بھی خام ہے اور معشوقی میں بھی ناتمام ہے۔ کبھی معشوقوں کی طرح چہرہ روشن والا اور کبھی عاشقوا کی طرح دل جلا ہے۔ رُباعی

ہے تو زیبا ہے نگار باخوش اسلوب — دل ہے عاشق کا رُخ ہے مثل محبوب

جس میں کہ چمک رہا ہو حُسن وحدت — اُس کے لئے رنگ بُو نہیں ہیں کچھ خوب

تو نمودار ہے۔ مگر ناپائدار۔ پاک نہاد ہے۔ لیکن بے ثبات و قرار۔ رُباعی

اُبلے کی طرح اس جہان سے تو گذر — جا بھاگ یہاں سے پاؤں رکھ کے سر پر

وابستہ ہے تو جہان میں رنگ و بُو کا — پابند زمانہ سے ہو عجلت کیونکر

میری طرح ہو جا کہ تیر نے فرشتہ مدبر دے ماہ کا شربت چکھا ہے۔ اور بہمن دوسے زہر دو

زاں) کی مار کھائی ہے۔ اب تک اُس کی آتش عشق کی وجہ سے میرے چہرہ پر دھنواں دھار آہوں کے
ثار ہیں۔ اور اُس کے ماتم فراق میں نیلے کپڑے مثل سوگوار ہیں رُباعی

مشتاق ترا ہے مجھ میں اک عالم جاں　　میرا ہے ماتمی لباس ہجراں
یہ جاں حزیں اگرچہ بیکار ہوئی　　صد شکر مجھے ملا ہے چہرہ خنداں

تو دو رنگے پھول کی طرح ہونے کی وجہ سے مانند عاشق منافق ہے۔ نہ دوست صادق ایک
طرف یاقوت کی طرح رنگ سُرخ ہے۔ اور دوسری طرف سونے کا طور ہے۔ باطن اور ہے۔ اور
ظاہر کچھ اور۔ رنگ برنگ دکھائی دیتا ہے۔ اور تانبے پر سونے کا ملمع کر لیتا ہے۔ اگر اُس سے
ناز معشوقاں کے خواہاں ہو تو عاشقوں کا ایسا چہرہ پیلا دکھاتا ہے۔ اور اگر اُس سے نیاز عاشقانہ
کے طلبگار ہو تو رُخسار گلنار مثل یار زیبا دکھاتا ہے۔ شراب نیاز سے تو نے ساغر ناز کو بھرا ہے۔
اور عاشقی و معشوقی کو ایک ساتھ دھرا ہے۔ نہ معشوقی میں صاحب جمال ہے۔ اور نہ عاشقی میں صاحب
حال و قال۔ رُباعی

لالے کی طرح سے تو ہے بے بُو والا　　دو رو گُل دو رنگ سا تجکو پایا
اُلفت میں دو رنگ کی نہیں ہے کچھ قدر　　ہو جا یک رنگ جب گلی میں آیا

اور جب سمن سپید مثل عشاق بزرگ امید ہمت شاہانہ کا دم بھرتی ہے۔ تب محبت و اُلفت عاشقانہ
کرتی ہے اور سیم سفید خاک سیاہ پر ڈالتی ہے۔ تب حالی سے مفلسانہ باغ اور بدبختان راغ کے
سامنے یہ بات مُنہ سے نکالتی ہے۔ کہ مدعیان بیمعنے کا مُنہ آگ سے بھرے۔ اور عاشقان
بے سیم کی رات اچھی گذرے۔ کیونکہ جو کوئی اُس ہوا کا طلبگار ہے۔ اُس کا دامن پُر از سیم ہونا بیکار
ہے۔ رُباعی

گُل کی طرح چاک تو نہ کر پیراہن　　پیلو کی طرح سے تلخ ہرگز تو نہ بن
چاندی سونا نہ کام آئے گا تیرے　　سیم و زر پھینک دے تو مانند سمن

گُل زرد دل پُر درد سے اس طرح بولتا ہے۔ اور یہ راز یوں کھولتا ہے۔ کہ یہ سمن کس رعنائی و خود
آرائی سے کہتی ہے۔ اور کس زیبائی سے کہتی ہے۔ یہ کیسی مکاری۔ شیخی اور بکواس ہے۔ اور کیا اُس کے
پاس ہے۔ اس بازار دُنیا میں کوئی چیز کہیں دیتے ہیں۔ یہاں بے کوڑی پیسے کچھ نہیں دیتے ہیں میں
نے بہت اشرفیاں اِس بساط زمین پر ڈالیں۔ مگر کبھی ایسی باتیں زبان سے نہ نکالیں۔ میں نے ایک دینار
بجائے درم و دام دیا۔ مگر زبان سے ایسی شیخی کا کبھی نام نہ لیا؟ رُباعی

خوش تھا کہ ملے گا مجھ سے آکر وہ یار　　ہو گا پھر مفت مفت میں بوس و کنار
افسوس مجھے تو یہ نہیں تھا معلوم　　باتیں کرتا ہے سیمبر سے زر دار

گل سرخ نے مثل لعل تابان کا بدخشان سے نمایاں ہو کر کہا کہ کینہ کو آگ لگاؤ۔ کیونکہ ہمارا زمانہ سلطنت و جہانداری ہے۔ اور ساتھ نوبت شاہانہ بجاؤ کیونکہ اب نوبت اور باری ہماری ہے بوستان بغیر ہمارے چہرۂ درخشان کے آلودہ غبار ہے۔ اور تختہ چمن و صحن گلشن اگر ہماری بو نہ ہو تو بیکار ہے۔ رباعی

جس جا مرے حسن سے جہاں زینت پائے　　سورج صورت کسی کو پھر کیوں دکھلائے
رونق جاتی ہے خاک کی جب اُس سے　　بوجہ میدان میں مقابل اس کے پھر کیسے آئے

اور نیلوفر سبز جامہ اور سُرگین عمامہ نے سرپانی سے نکالا اور کہا کہ اے نازک بدنان خاک تم کس قدر بیباک ہو۔ عاشقی تمہارا پیشہ و کار نہیں۔ اور بیدلی کے تم سزاوار نہیں۔ جب تمہارا پاؤں پانی میں نہیں تو تمہیں ڈوبنے کی کیا خبر۔ اور جب تمہارا سر آگ میں نہیں۔ تو تم میں جلنے کا کیا اثر المختصر ہمیں نے دل کباب کو آتش عشق آفتاب پر سینکا۔ اور اپنی سپر کو آب پر پھینکا۔ رباعی

عشق لب سرخ سے ترے اے گوہر　　پنجہ عناب کا نہ پھیروں کیونکر
عاشق ترے معرکہ میں جب ہیں مغلوب　　نیلوفر کی طرح سے ڈالی ہے سپر

علاوہ اِن عجائب اور ماسوا اِن غرائب کے ہزار ترجیح و تفضیل ہے۔ اور اس بات کی ہیئیا شرح و تفصیل۔ کہ سب کے سب مشکلات وحدانیت حق میں مظہر دلیل و تعلیل ہیں۔ اور بزم عبودیت میں مشتغل تسبیح و تہلیل۔ قطعہ

بہت حکمتیں جن کو سمجھا نہ کوئی　　بہت قدرتیں ہیں نہیں جن کی غایت
جو ہے اُس کی ہستی پہ تلبیس درکار　　ملے گی ہر ایک شے میں اُس کی علامت
گر تجھے مطلوب ہے کوئے سخن کا آشنا　　معرفت بھی حق تعالیٰ کی جو تو ہے چاہتا
نظم　ساکن و جنبان عالم ہے گواہی دے رہا　　گر تجھے درکار ہے ہستی صانع پر گوا
صنعتوں کی ہستیوں کا آنکھ میں سُرمہ لگا　　چشم عبرت کو تری درکار ہے گر توتیا

پھر کہا اے دوستان زمانہ و یاران زندگانی یگانہ خوب سمجھ لو کہ یہ سب رنگ آمیختہ فنا و نامرغوب ہیں۔ اور یہ تمام نقش معیوب ہیں۔ کیونکہ کاسۂ آلائشی و نمائشی جہان کا بے صفا ہونا عیاں ہے۔ اور اس نسیم روان کے پیچھے باد خزاں ہے۔ اتنا ٹھہرو کہ ابر زمستانی سے کافور برف برستا

اور شاخ نہال گلہائے لال باجمال کو ترسے۔ اور ان پوست واستخوان میں وریدگی عیاں ہو۔ اور ان اجزائے مجتمع میں انتشار نمایاں ہو۔ یہانتک کہ تم دیکھوگے کہ گلہائے سرخروئے باخوشبوئے رخسارۂ رنگین زمین پر دھرے ہیں۔ اور لعبتبان چمن یعنی ریاحین گلشن کو تم پاؤ گے کہ خاک مذلت وتوہین پہ پڑے ہیں۔ بوستان تخت ورخت اور تاج گل سے بے سامان ہے۔ اور بلبل ہزار داستان بے نغمہ والحان ہے۔ نغمہ سرودجیور نوحۂ ماتم دغم ہوگیاہے اور اس مقال پرمال کی زبان حال سے گویاہے۔ کہ دیکھوائے صاحبان نظر۔ اور عبرت حاصل کرواے اہل بصر۔ **نظم**

بتاؤ ہم کو کہاں وہ۔ کہاں ہے اس کا مکان یئں جن میں تھا وہ کریم گذشتگان ہیں کہاں
ہوا ظہور جدائی پر اُن کی حکم جہان ملا جواب کہ وہ مرگئے ہیں سب کے سب

جب بدیہی گوئی وانتخاب لاجواب شیخ اس مقام پر پہنچا۔ اور وصف بہار نہایت وانجام پر پہنچا اور ازدحام انام عام ہوگیا۔ تو پیر کھڑا ہوا۔ اور اپنے توشہ دان سفر میں زاد چاہا۔ اور کہا کہ اُس کی مغفرت کرے۔ جو بغیر اس کے کہ اطاعت خدا میں سستی کرے۔ اپنے تمول اور تونگری سے اس مسافر کی مدد کرنے میں چستی کرے جس کے پاس جو تھا سامنے رکھا۔ پیر نے سب کو تھیلے میں ڈال لیا۔ اور اپنے بیخ فقر کو بخششہائے حاصل سے جڑ سے نکال دیا۔ پیر جب تونگر ہوا۔ تو متوجہ سفر ہوا۔ جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوگئے۔ تو وہ بڈھا مغرب کی طرف گیا۔ اور ہم مشرق کو چل دیئے **اشعار**

تلچھٹ ملی کہ صاف اُسے روزگار میں کیا جانئیں لے گیا ہے زماں کس دیار میں
پائے اجل نے سونپ دیا کس مزا میں لیکر گیا ہے دست اال کس طرف اُسے

پانچواں مقامہ اشعار وچیستان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا۔ جسکے ساتھ اُنس واُلفت بوجہ ہم صحبتی تھی۔ اور ایک جنسی محبت بباعث ہم طبیعتی تھی۔ کہ ابتدائے روزگار فضیلت ہنر وہمہ دانی۔ وانتہائے اوزار سرکشی ونافرمانی میں۔ جبکہ شیطان طفلی مردود۔ اور سلطان ہوا وہوس مطرود تھا۔ تو میں نے چاہا کہ اطراف عالم میں پھروں۔ اور زرسخن پرکھوں۔ لہذا اسوقت تک گیسوئے شب سے تعلق پیدا کیا۔ (یعنی سفر اختیار کیا) اور سم ہائے اسپان سے تنگ ڈھونڈا (یعنی گھوڑوں پر سوار ہوا) بیزار ہوئی۔ اور زبان کو اس کی گفتگو ناگوار ہوئی۔ **بیت**

صفات گیسوئے رخ سے بھی ہم کو پھیر دیا حوادث فلکی نے سفر سے سیر کیا

مَیں نے جان لیا کہ انجام ہر حرکت کا سکون و آرام ہے۔ اور آخر ہر سفر کا قیام ہے۔ گردش دیار و آزمائش امصار کے لئے کوئی قانون اور اندازہ کامل نہیں۔ اور انتقال و ارتحال کے لئے کہ مثل ایک مسئلہ کے ہے۔ کوئی فیصلہ جُدا کنندہ حق و باطل نہیں۔ لہذا مَیں نے رکھدی سفر کی عصا۔ اور مَیں نے کہا کہ حق کی طرف رجوع کرنا ہے اولیٰ۔ موافقت منائے فیض و عصا سے منہ پھیر کر مولد و موطن کی طرف متوجہ ہُوا۔ اور غرائب اقوال و عجائب احوال حاصل کرنے میں پڑا۔ چونکہ لوگوں کے منہ سے مقالات غریب اور حالات عجیب سُنتے تھے۔ اور نیک آزاد لوگوں کے کارنامے دیکھے تھے۔ اور چمن جہان سے گلِ تجربہ و امتحان چُنتے تھے۔ اور عرب کی بستیوں میں فصاحت کی باریکیاں سیکھیں۔ اور عجم کے خیموں میں ملاحت کلام کی چنگاریاں روشن کیں۔ تو کچھ ایسا غرور دماغ میں نکیں و داخل تھا۔ اور خود رائی طبیعت میں جاگزیں و شامل۔ اور عُجب و پندار سر میں۔ اور خرقہ اقسام کمال و ہُنر بر میں۔ کہ میں ہی حامل ادب ہوں۔ و کامل صنعت عجم و عرب۔ میں ہی ہر صنعت کلام میں گفتگو کا ماہر ہوں۔ اور ہر قسم کی بات پر قادر۔ **بیت**

فضل و ہُنر پر اپنے مجھے تھا بہت غرور سودائے صد قباد میرے سر میں تھا ضرور

اس رسن استوار اور ان علامات و آثار کے وسیلوں سے ہر جگہ اپنے سرمایہ سے اپنی تونگری کو عیاں کرتا تھا۔ اور اپنی زبان سے اپنے آپ کو جلوہ گر کر کے اپنی تعریف کو بیان کرتا تھا۔ اور اپنی شراب کمال سے عطائے رطل گراں کرتا تھا۔ عروس زیبا کی طرح دف جلوہ ہاتھ میں۔ اور نوشاہ شیدا کی طرح طوبار برگ و نوا ساتھ میں۔ اپنے سرمایۂ ہُنر بیشمار سے بہرہ لبسیار اپنے یاروں کو دیتا تھا اور اپنی صدف سے شرف کنار میں ہمکاروں کے رکھتا تھا۔ یہانتک کہ ان اوراق سفر کے طی و نشر اور اس سمندر کے مد و جزر میں ماہہائے خزاں دے و بہمن کو گذار کر نوروز نو بہار میں آیا۔ اور مُہار ناقہ طلب کو کھینچتا ہُوا کشمیر اور قندھار میں لایا۔ جب اُن بلاد و سواد کی چھپی ہوئی چیزوں پر نظر کی۔ اور اُن کی چراگاہوں میں بسر کی۔ اور آب شیرین و صاف اُن کی راہوں کا چکھا۔ اور وہاں کے لوگوں سے کلمات نوادر کو سُن کر دل میں رکھا تو اس ترتیب انتظام کے تعجب اور ترکیب طول و عرض کے تفکر میں حیران رہا۔ اور یہ آیہ قدرت یزدان کو محفل فرشتگان زمین و آسمان میں پڑھا۔ مَیں نے سمجھ لیا کہ کوئی مکان جو قیام کے لئے شایان ہو اس سے بڑھکر نہیں۔ اور کوئی مقام کہ بابرکت تر ہو اس سے بہتر نہیں۔ اُتاری پاؤں سے پاپوش غربت۔ رکھی پھر چوب زنبیل مُصیبت۔ **بیت**

دل سے کہا آگئے سب تیرے ہمرہان آرام لے کہ نوبہار جہاں باغ ہے کہاں

اَور اِس دیار میں رہنے کا ارادہ مصمم کیا۔ اور رائے قیام مستحکم۔ ہر روز صبح سے شام تک بطور ورزش و سیرانُ باغوں میں پھرا کرتا تھا۔ اَور اُس بساط کا کنارہ اور اُس فرش کا گوشہ طے کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن سہولت بخت ساز گار و موافقت ستارگان سعد میری یار ہوئی۔ درمیان سیر اُس گوشۂ زمین اور بیابان میں ایک بلندی دیکھی۔ جس پر کچھ عزت دار لوگ زمانہ کے ہاتھوں سے بھاگ کر آئے تھے۔ اور بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا۔ دروازہ اُس سعادت کا مجھ پر کھولا۔ کمال خوش طبعی سے ہر ایک نے اُس طرف سے مجھ کو باشارۂ چشم بلایا۔ گویا میری اصلی الفت کو نورِ معرفت سے جان گئے۔ اور میری جدائی وصال کو پہچان گئے۔ طائر روح نے چاہا۔ کہ اس مزے اور لطف میں شریک ہو۔ اور اُس جماعت کے ساتھ نور شمع میں میخواری صبحگاہی سے نزدیک ہو۔ کشش عنان جسم نے ان کی طرف کا ارادہ کیا۔ اور لگام دل نے اُدھر حرکت پر آمادہ کیا۔ **اشعار**

محرک ہوگئی میری نشاط اور دل ہوا حیران	ہمیشہ پیروی دل کی جانوں کو ضرورت ہے
جب آب چشم اطراف بدن کے ساتھ غازی ہے	نہتے کو جدائی کے زرہ کی پھر تو حاجت ہے

جب دُور سے واپس آیا۔ اَور اُن لوگوں کے شعلہ شمع کو دیکھا سُنّت اسلام بجا لایا۔ اور اُن کو سلام کیا۔ ہر ایک کے خندہ پیشانی سے میرا جواب سلام دیا۔ اور سلام کے ساتھ اظہار بشاشت کیا۔ ہر طرف سے صدائے "خوش آمدید" آئی۔ اور سب نے اُٹھ کر میری تعظیم کی۔ عالم میں تازگی اور بہار آئی تھی۔ اور کلیوں اور سبزہ نے زمین چھپائی تھی۔ جہاں جوش نشاط سے تنگ و تاز میں تھا۔ اور خطیب فرط انبساط سے چہچے اور آوازیں۔ صراحی شراب صبحگاہی اُنکے آغوش میں۔ اور سرورِ پگاہی اِن کے سروں میں جوش میں۔ آب گرم آتش شرم سے ملا تھا۔ اور شیطان ہوا عقل کی پچھاڑی سے بھاگ نکلا تھا۔ معجون اتحاد نے سب کو ایک مزاج کیا۔ اور بقراط اعتقاد نے سب کا ایک ہی علاج کیا۔ سب ایک دوسرے سے وابستہ تھے۔ اور باہم پیوستہ۔ صورت غیریت نقش یگانگت سے مبدل تھی۔ اور شہر پناہ سرور بے رخنہ و خلل۔ **اشعار**

روشن ہر ایک سمت گلوں کے چراغ تھے	لالوں سے مثل چہرۂ دلدار باغ تھے
سودا و حرص و نازکی بیماریاں نہ تھیں	مے تھی اور اِن تمام سے خالی دماغ تھے

سب ایک دوسرے کا جمال خوب دیکھتے تھے۔ اور کلامِ مرغوب سُنتے تھے۔ سب نشاط اور شادی میں شریک تھے۔ اور بساط انبساط پر ایک دوسرے کے نزدیک۔ مرغ و شیر و پلنگ کی طرح مہیائے حیلہ بازی

وپیکار و جنگ نہ تھے۔ اور سانپ اور چکور اور طاؤس کے مثل پابند ناموس و رنگ نہ تھے۔ جب آسائش و آرام ملا۔ اور گلِ صحبت مہکا۔ اس بزم بادۂ پُر راحت میں۔ اور اُس مجمع حلقہ صورت میں۔ وائرہ مثال رجال صدر نشین۔ ۔۔ وہاں صف پائین سب ہم نشین و ہمسر تھے۔ اور اِس بارگاہ محترم و مکرم میں۔ مثلِ زمزم و مکۂ معظم۔ خوش نصیب و بد بخت۔ گدا و صاحب تخت سب برابر تھے۔ دورۂ مے پیاپے تھا۔ اور پیالۂ شراب با نغمہ نے۔ **اشعار**

سخا میں ہاتھ ہیں اُن کے بلند۔ ہاتھوں پر	جریر پہ ہے فصاحت میں اُن کو فوقیت
جواب دے گا ہر اک اُن میں کا سُنے جو صدا	پکارے گر کوئی ہے کون اکرم العادت
جلاؤں آل محرق کے بعد میں کس کو	رہے مکان ہی اُن کے نہ ہے وہ سب نعمت
نہیں خورنق و بارق نہ ہے نشان سدیر	کہاں ہے کعب ہی شداد کا وہ ذی رفعت
ہر ایک شے کے لئے اک زمانہ ہوتا ہے	چلی دیار پر اُن کے ہوائے پُر نکبت
جو آرہا ہے پہاڑوں سے آب صاف فرات	روان ہے اُن پہ مگر وہ ہیں ساکن تربت

جب نفس غایت صفا سے میدان سرود و نغمہ میں اسپ جانی دوڑانے لگا۔ اور مے ارغوانی کو غذائے رُوحانی بنانے لگا۔ اور لشکر شراب نے ارادہ غارت تاج و روائے وانائی کیا۔ اور گروہ بخار بادہ پیالوں سے سروں میں منتقل ہوا۔ گزک اُس مقام کی بیان اخبار و اظہار و انتشار آثار تھی۔ اور ترکاری اس دسترخوان کی روایت اشعار و حکایت آزادان نیکو کردار۔ تماشائے ہر چمن و خیابان کیا گیا۔ اور علم ادب و شعر خوانی کا ذکر زبان پر آیا۔ ہر باغ کا میوہ چنا گیا۔ اور ہر حوض سے چلو بھر بھر کے پانی لیا گیا۔ یہاں تک کہ وصف اقسام گلُ و ریحان۔ و ثنائے غنچہ ہائے باغ و بُستان بیان میں آیا۔ اور جو موتی کہ ان کی تعریف میں پروئے گئے ہیں۔ اور کلام خوب جو ان کی توصیف میں کہے گئے ہیں۔ زبان پر لایا۔ ہم ابھی شکر یہ میں اس بات کے۔ اور نشہ میں ان حالات کے تھے۔ کہ گوشوں میں ایک صدا ایک کلام کی آئی۔ اور کانوں میں آواز ایک سلام کی آئی۔ جب جاسوس قوت سماعت نے سُنا۔ اور والی ولایت چشم یعنی بصارت نے دیکھا۔ تو کیا دیکھا کہ ایک بڈھا لباس مزین مسافرت میں ہے۔ اور صورت اندوہ و مصیبت میں آراستہ بزینت و زیور ذلت و خواری ہے۔ اور جلوہ افروز بجلوۂ قلت و ناداری پُرانے کپڑے پہنے ہے۔ اور پیوند دار چادر اوڑھے ہے اُس کی اَچکن اور کُرتا پُرانا۔ اور اُس کا توشہ و سواری ایک عصا اور ایک تھیلا تھا۔ زبان زاری اور بیان انکساری سے کہتا تھا۔ اے دریائے مروت و عطا۔ والے ماہ جوانمردی و سخا کیا تمہارے

سایہ میں آرام وراحت۔ اور کیا تمہاری عطاوسخاوت میں فراخی ووسعت ہے۔ کیا اس سایہ وحمایت میں ایک ساعت آرام کرسکتے ہیں۔ اور اس مرتبہ وعزت میں ایک لحظہ مقام کرسکتے ہیں۔ تاکہ سواری رُوح یعنی جان عصا سے گرانبار نہ ہو۔ اور کشتی نُوحؑ یعنی جسم ایک تھیلے کے بوجھ سے نالاں وزار نہ ہو۔ جب یہ بات اُس جماعت کے کان میں پہنچی۔ اور اُن میں سے ہر ایک نے یہ گفتار سُنی۔ ہر شخص کی زبان نے قبولیت کے ساتھ استقبال کیا۔ اور اُس پیر کا حد سے زیادہ اکرام واجلال کیا۔ اشارہ سے بشارت دی۔ اور کنایہ سے عنایت کی۔ اور کہا آؤ۔ اور داخل ہو۔ کیونکہ یک رنگ بستر ہے۔ اور شراب میں سب کا حصّہ برابر ہے۔ **شعر**

مجمع مختلف القوم میں میخانے میں ۔۔۔ بیٹھنے رہنے میں مانع نہ کوئی آنے میں

اُس بُڈھے نے ایک گوشہ میں نزول کیا۔ اور اپنے آپ کو اپنی ذات سے مشغول کیا۔ چُپکے چُپکے اُن لوگوں کی باتیں سُنتا تھا۔ اور نیچی نگاہوں سے اُس جماعت میں دیکھتا تھا۔ لباس حیلہ وبہانہ تھا۔ اور ریزہ دانائی چُنتا تھا۔ اس اثنا میں ایک یار نے اپنے ایک ہمکار سے کچھ بیان کیا۔ اور صفت بہار وثنائے غنچہ وازہار میں سخن پنہان عیان کیا۔ پھر اُس جماعت میں سے ایک نظم کرنیوالے۔ اور اُس شمع نظم سے نور لینے والے نے اُس ٹولی سے جو اہل اس صنعت کی اور صاحب اس سرمایہ کی تھی۔ کہا کہ مجھے اس بارہ میں کلام ایک عاقل کا اور نظم ایک کامل کی یاد ہے۔ جسے ابھی سُناتا ہوں۔ **قطعہ**

کیا ہے وہ آسمان پر گو ہر (گولائی ۱۲) ۔۔۔ جس کے تارے بھی ہیں (پیچ ۱۲) بشکل دگر

لذت عیش (مزہ ۱۲) اس کی گود میں ہے ۔۔۔ عقل ہے اُس کے رُخ پہ مفتون تر شیدا

سُرخ و زرد و سیاہ و سبز و کبود ۔۔۔ نقش رنگین ہیں بے قلم اُس پر

ماہ و مہر اُس کے آسمان سے خوب (گولائی ۱۲) ۔۔۔ اُس کے تارے (پیچ ۱۲) ہیں چرخ سے بڑھکر

اُس کے بعد قوت معلومات سے تفصیل مشکل اور صورت سازی دشواری کی طرف مائل ہوئے اور ایک قسم اور چیستان کی پیش کی۔ سبھوں نے اس کو گوش انصاف سے سُنا۔ اور یہ معمّی جس میں نام مذکور نہیں بیان کیا۔ **قطعہ**

(گلگونہ کی ڈبیا) کیا ہے وہ چوب لعبت سادہ ۔۔۔ دیتی ہے عارض حسین کو جو آب

وہ دن اور رات میں وہ بنتی ہے ۔۔۔ وقت سے پہلے آتی ہے وہ جناب

ٹھیک جیسے ہو ظرف یا قوتی ۔۔۔ جسکی تہ میں ہو تھوڑی سی مے ناب

پھر اس قطعہ پر اس جماعت سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوئی۔ اور ہر ایک کو ان قطعوں کی ہر بیت پسند ہوئی۔ یہ ایجاد و اختراع کانوں اور طبیعتوں کو بھایا۔ اور اس قطعہ کی متانت اور لذت سے سبھوں نے سر ہلایا۔ یکایک اُس کونے سے اُس چھپے ہوئے گوشہ نشین بڈھے نے زبان معنی کو کھولا۔ اور بات اُٹھا کر اُس کی بنیاد ڈالی اور یوں بولا۔ اے آفتاب تجربہ و آزمائش و ماہتاب عقل و دانش یہ جرعہ کس نہر کا ہے۔ اور یہ کس نغمہ پر ناچنا ہے۔ خمار بے شراب۔ اور خار بلا گلاب کس نے دیکھا۔ اور نوحہ بے غم و نالہ بے ماتم کس نے سُنا۔ صبح صادق شب تاریک کے بعد نمایاں ہے۔ اور اس قفل عقل کے لئے ہزاروں کنجیاں۔ ارتفاع اس نظم کا کوئی ایسا نرالا نہیں۔ اور عمق اس کلام کا کوئی ایسا گہرا نہیں۔ تم اقسام نظم معضلات و سائرات و دائرات کو کیا جانتے اور انواع مقفل و معفل و مغفل کو کیا پہچانتے ہو۔ نظم کے طبقے اور شعر کے درجے ہیں۔ بعضے معلق اور بعضے مبہم ہیں۔ اور بعضے مغفل اور بعضے مقفل اور ایک قسم اور ہے۔ جس کو **ذوالشرفین** کہتے ہیں۔ اور ایک صنف ہے جسے **ذوالطرفین** کہتے ہیں۔ اور ایک طرح کا شعر ہوتا ہے جس کا نام متشابہ الاجزاء و متناسب الاعضا ہے۔ ہر ایک کے تحت میں ایک کان ہے۔ اور ہر ایک کے درمیان ایک مکان۔ ہر ایک کی جولان کے لئے ایک میدان۔ اور ہر ایک کی معرفت کے لئے ایک معیار و میزان۔ کیا جو کوئی بات کرلیتا ہے وہ موتی بھی پرو دیتا ہے۔ زیادہ ایسی ابکار بیان ہیں۔ جو پردہ ناشناسائی میں پنہاں ہیں۔ ابتک لوگوں نے اُنہیں جانا نہیں۔ اور کسی نے اُنہیں پڑھا اور کہا نہیں۔ اگر تمہیں اس مرصع کا تاج سر چاہیئے۔ اور اس ملمع کی چادر۔ تو میں خطیبوں کا خطیب اور صاحب صنائع عجیب ہوں جہاں علم بخل و امساک سزاوار نہیں۔ پیالہ فضل کب ریزان و سرشار نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ لباس ندرت ان پردہ نشینوں کا اُتار لوں۔ اور ان کو برہنہ تمہارے ساتھ سُلا دوں۔ تو ہر ایک کی گرہ محکم میں کھولوں۔ اور ان آفتابوں اور مہتابوں کو تمہارے سامنے پیش کروں۔ جب اُس پیر تیز زبان و شیوا بیان نے اُس جماعت کو یہ مژدہ سُنایا۔ اور وہ چمکدار موتی اُن پر نثار کئے۔ اس کے علو مرتبت کی وجہ سے ہر ایک اپنے سرمایہ قلیل سے شرمایا۔ اور اُس حالت کی ہیبت اور اُس گفتگو کی دہشت سے ڈرا۔ سب نے سوال عطا پیش کیا۔ اور دست احتیاج بڑھایا۔ اور کہا کہ انعام ناتمام عادتِ کرام نہیں۔ اور بھوکا پیاسا چھوڑ دینا سوائے خصلتِ بخیلاں اور کسی کا کام نہیں۔ اب سکوت مناسب نہیں۔ کیونکہ شراب بے نشہ کا شکریہ واجب نہیں۔ ہمارے لئے بچھاؤ یہ بستر اور راہ ہموار کی طرف بنو ہمارے رہبر پیر نے کہا اس شرط سے کہ اس سخت حالی میں میرے معین

ہو۔ اور خوراک و لباس سے مدد کرو۔ اللہ تمہارا نگہبان ہے۔ پس دوسروں پر احسان کرو۔ جیسا کہ تم پر خدا کا احسان ہے۔ سب نے خوشی کے ساتھ قبول کر لیا۔ اور یوں جواب دیا۔ جسم و جان تم پر نثار ہے۔ اور تمہارے ہی لئے یہ سر و دستار ہے۔ اس جواب باثواب پر وہ مسکرایا۔ اور وعدۂ عطائے نقد و لباس پر اُس کا دل خوش ہؤا۔ عصا اور تھیلا رکھ دیا۔ اور قدم میدان بیان میں دھرا۔ اور کہا ؛

قسم معضلات و مشکلات عربوں کے لئے مسلم ہے۔ اور ضبط و نظم اُس کا باشندگان حجاز سے مخصوص کیونکہ لغات سرکش غیر منظم اور الفاظ وحشی و نامربوط کو منتظم کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ کلام لبید و اعشیٰ و جاہلی۔ اور کل اشعار جاہلی ایسے ہی ہیں۔ اُن کے بعد پھر مشکل و معضل میں پارسیوں کا حصہ ہے۔ کیونکہ اُس کے معنے بغیر زیادہ غور کرنے اور بہت سوچنے کے نہیں جان سکتے۔ جیسا کہ لوگوں نے کہا ہے۔ **اشعار**

ان تین یار سے ہو بھلائی کا خواستگار — ان کے بغیر کب ہے جہاں کا کوئی مآل

رہ ساتھ یار سُرخ رُخ (شراب ۱۲) و زرد چہرہ (خربزہ ۱۲) کے — اُس کی مدد سے جو کہ ہمیشہ ہے خوش خصال

بست و کشود امر میں رکھ سامنے کبھی — جو ہے سیاہ قلب (قلیان بلحاظ دود) مگر ہے سپید بال (بلحاظ گلا بتوں ۱۲)

نظم سائرہ وہ ہے۔ جو لوگوں کے دہان اور زبان پر رہتی ہے۔ کبھی زینت شہرت مسافران ہوتی ہے۔ اور کبھی سرمایۂ نقد شاعران اُس کی سپیدی سپیدی چشم یار قاتل ہے۔ اور اُس کی سیاہی سویدائے دل کی طرح سینوں میں رکھنے کے قابل ہے ؛

نظم دائرہ وہ ہے جو نہ پاؤں سے سر کو جائے۔ اور نہ گھر سے باہر کو۔ نہ راویوں کے روایت کے لائق اظہار اور نہ حکایت کرنے والوں کی حکایت کے سزاوار۔ **بیت**

شعر میرا پھرتا رہتا ہے نہیں تو دیکھتا — شعر تیرا تیرے گھر کے گرد ہی سے گھومتا

دیدہ عقل اُسے نہیں دیکھتا۔ اور قدم تمیز اُسے نہیں طے کرتا۔ اس قسم سے نامحدود ہے۔ اور اس صنف سے نامعدود۔ اس زمانہ کے باتمیزوں کے محفوظات یہ ہیں۔ اور اس وقت کے فضیلت جویوں کے ملحوظات یہ ہیں۔ اس کا ذکر طول لا طائل ہے۔ اور اس کا بیان نقل بے قائل۔ اس بات سے درگذر۔ کیونکہ ذکر اس کا بدتر ہے ؛

مقفل وہ ہے جو بغیر کنجی کے نہ کُھل پائے۔ اور بغیر چراغ کے منہ نہ دکھائے۔ بے پڑھا اُس کے شرائط نہ جانے اور راز اس کی صنعت کا نہ پہچانے۔ ایک اُن میں سے یہ ہے۔ کہ ایک شعر

عربی میں بے نقطہ و اعراب لکھو۔ اور دوسرا شعر اسی کا قافیہ و وزن و بحر میں اس کے برابر رکھو۔ دونو
میں کچھ تفاوت اور فضیلت نہ ہو۔ جب پڑھو تو بالکل ایک ہو۔ اور عربی سے فارسی میں اور فارسی
سے عربی میں پڑھ سکو۔ اس طرح ترجمہ **شعر فارسی**

سُنی ہے بات کوئی غور سے کبھی تو نے | نصیحت اُس سے ہے لینا ترے لئے بہتر
(در جمہ صورت عربی) دکھائیگا زمانہ میرا میری فکر کی باتیں | جو رویا بیٹھ بر دار میں حیران سرداری

صنعت مقفلات سے ایک قسم اور ہے۔ جس کو **مقلوب مستوی** کہتے ہیں۔ اس کی ترکیب
فارس والوں کے لئے دشوار بوجہ تنگی میدان زبان ایران ہے۔ اور بوجہ کثرت الفاظ عربی کے
لئے آسان ہے۔ حریری نے اس رنگ میں ایک قطعہ کہاں ہے۔ اور اس طرز میں ایک نظم کو بتکلف
تصنیف کیا ہے۔ کسی شخص نے فارسی میں ایک مصرع سے زیادہ کہا۔ اور میں زور طبیعت اور تحریک
فطرت سے پوری ایک بیت لایا۔ اور دوسری کے لئے چپ ہوں دیکھئے کب کہہ سکوں۔ **شعر**[1]

شکر کو ترازو دے وزارت پر تول | لب سے مہوش کے ساتھ بلبل کے بول

مصرع کینہ کرم کی موت ہے وے رائے نیک یار

کسی نے مقلوب کل میں کہا ہے۔ **اشعار**

جو مرد بینوا پاس آئے تیرے دے اُسے نعمت | بُرائی بھی کرے گر کوئی تجھ سے اُس پہ کر رحمت
بٹھا کر اونٹ سرگردان صحرا کا لگا تکیہ | پلید ہی سے مرے بھائی کیا کر توبہ اور نفرت
طلب کر مجھ سے باغات اور ان میں خواب راحت کر | اگر بیٹھے کہیں لازم ہے میرا وصف اور مدحت
سفر کر شب کو جب چستی دکھائے اونٹ چلنے میں | لگا تیر اس پہ جب ٹھہرے نہ ظاہر اس سے ہو عجلت
سکون سے ہوتی ہے تقویت دل اور ممکن ہے | کیا تھا سرنگوں جو وقت نے پر لائے اب حاجت

مُعَقّل یہ صنعت اس سے بڑھ کے ہے کہ ہر مصرع جُدا پڑھ سکیں۔ اور اُسکو مقلوب کر سکیں ۰
مُعَقّل وہ ہے۔ کہ غزل میں کسی معشوق معین سے تعرض نہ کیا جائے۔ اور مدح میں کسی ایک ممدوح
سے تعلق نہ ہو۔ یہ بات عربوں کو حاصل ہے۔ اور فارس والے اس سے جاہل۔ شعرائے جاہلیت

---

[1] قاضی صاحب نے اس صنعت مقلوب والے شعر اور مصرعہ پر فخر کیا ہے مگر اس میں کیا رکھا ہے اس میں صنعت قلب تو ضرور ہے لیکن معنوں سے بہت دور ہے۔ ان سے تو یہ اشعار غنیمت ہیں۔ کیونکہ با معنی اور با صنعت ہیں ۔ امید آشنایان شادی ما ٭ امید آباد یا آبادی ما ٭ ہر مصرع مقلوب ہے دیگر ۔ شکر دہنا غم میاری ٭ د آئے مے مغانہ درکش ٭ اس پورے شعر کا وہی اسلوب ہے ۱۲ مترجم ٭

نے ایک مصرع کہا ہے۔ **مصرع**

کہ بدترین قضایا ہیں وہ جو ہیں مجہول

ذوالشرفین والطرفین۔ یہ دونوں ایک ہیں۔ اور حریری اپنے ایک مقامہ میں دو۲ بیتیں لایا ہے۔ میں نے بھی دو۲ ہی بیتیں لکھی ہیں ؎

عرب پہ ترک پہ حملہ کرے تو اس کے بعد — ذرا بھی عشق کے میدان میں تو اگر دوڑے

گلی میں عشق کی جان و دل اپنا تو کھو بیٹھ — جو اور کچھ ہو سب اس راہ میں تو پھر ہر دے

اب رہا **متشابہ الاجزا و متناسب الاعضا**۔ وہ اس طرح جیسی کہ میں نے دو۲ بیتیں کہی ہیں۔ اس طرز و طریقہ پر کہ دونوں کو مقرر ہر یکساں نہیں پڑھ سکتے۔ **شعر**

دہر کی گود میں تو شیر نر — پھیرا تجھ سے زمانہ نے ہر سر

جب لشکر موج اُس دریا کا بلندی سما تک پہنچا۔ اور چڑھاؤ اُس سیلاب کا زمین سے ثریا تک پہنچا۔ تو ان اصحاب بدیہہ گو نے اپنا اپنا پیالہ رکھدیا۔ اور شیخ کو عذر خواہی سے سرفراز کیا۔ اور باوجود اپنی بے سروسامانی کے اُس کی اعانت کی۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ اُس کے سامنے رکھدیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ بخیلی کرنا ناقص لوگوں کا کام ہے۔ اور بڑائی جتانا بزدلوں کو سزاوار ہے۔ پس جس کسی کے پاس جو کچھ تھا۔ اُسے نکالا۔ اور اُس بڈھے نے سب کو تھیلے میں ڈالا۔ اور آفتاب کی طرح متوجہ مغرب ہوا۔ اور ارادہ شہر مدینہ کیا۔ **قطعہ**

بجانے دہر نے بعد اُسکے اُس سے کیا چاہا — بڑھایا کہ گھٹایا فلک نے غم اُس کا

ذلیل اُس کو کیا یا عزیز قسمت نے — تلاش رزق میں کس سمت کو نکل کے گیا

چھٹا مقامہ طعام سکباجہ کے ذکر میں

مجھ سے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جو ارباب باوفا میں سب سے بڑھکر تھا۔ اور اصحاب باصفا کا سرِ دفتر۔ کہ ایک زمانہ میں جب میرے جسم پر لباس طفلی مخطط تھا۔ اور شیطان جوانی گمراہ کرنے میں مجھ پر مسلط۔ حلقہ کودکی نقوش نافرمانی سے مزین و منقش۔ اور شاخ امید نسیم جوانی سے جنبان و دلکش۔ عمر میں تازگی و طراوت تھی۔ اور عیش میں سرسبزی و حلاوت۔ ہر صبح کو شراب تھی اور ہر شام کامیاب۔ **ابیات**

؎ دو بیت بتاتیں مگر متن میں ایک ہی شعر پایا جاتا ہے ۱۲ منہ

جبکہ قابو اس فلک کا مجھ پہ کچھ چلتا نہ تھا | چشم بد سے چرخ سرکش کی مجھے کھٹکا نہ تھا
کو چھائے کو دکی میں مارے مارے پھرنے سے | خوف انسپکٹر کا مجھ کو اور شحنے کا نہ تھا
بچپنے کا دودھ تب ہونٹوں سے بہتا تھا مرے | ہاتھ سے پیری کے جام عمر میں تنکا نہ تھا

ترجمہ اشعار عربیہ
زمانے کے ہیں خطوط جبین بہت روشن | بھرا ہے پسلیوں میں زندگی کے حد کا مزید
صباح عیش مزین ہے کل ستاروں سے | بہت سے چاندوں سے ہے لیل عمر بھی پر نور

زور میں اس غرور کے۔ اور ظہور میں اس سرور کے۔ گروہ ظریفان و جماعت کے حریفان کے ساتھ مش ہوا ہر صف میں ہر طرف جاتا تھا۔ ورمانند شراب مصفا ہاتھوں ہاتھ پھرتا تھا۔ بستر نشاط قدم انبساط سے طے کرتا تھا۔ اور بوستان میں دوستوں کے ساتھ تیزی اور پھرتی سے مزے اڑاتا تھا۔ ہر روز ایک میزبان تازہ روئے سے دوچار ہوتا تھا۔ اور ہر رات ایک حریف خوش خو اختیار کرتا تھا۔ پیشانی روشن پگاہ سے۔ گیسوئے تازہ بیگاہ تک۔ اور روز روشن کے اختتام سے۔ آخر زلف شب سیاہ فام تک کبھی مشغول لہو و لعب فرح افزا تھا۔ اور کبھی مرتکب ممنوعات شریعت غرا تھا۔ **اشعار**

(بدلہ) فرش نشاط پر تھا خراماں بہ آب و تاب | دلبر کے ہاتھ سے کبھی پیتا تھا میں شراب
لیتا تھا آپ سے بھی سرور شراب ناب | جز شکل جام اور نہیں دیکھتا تھا خواب
کھینچتا چلتا تھا دامن خرمی کے فرش پر | ہاتھ سے خوبوں کے پیتا تھا شراب پُر اثر
تھی نشاط مے غرض پانی بھی پیتا تھا اگر | خواب میں بھی صورت ساغر ہی آتی تھی نظر

یہاں تک کہ ایک دن ایک شخص نے گروہ زمانہ سے۔ اور شہر کے مشاہیر یگانہ سے یگانہ جو سخاوت میں نامدار۔ اور مروت میں کامگار تھا۔ چاہا کہ صاحبان صفا کو گوشہ خوان سخا پر جمع کرے۔ اور اچھوتی باتیں ہر ایک کی سنے۔ اور دھونی ہر ایک کی سونگھے۔ اور حقیقت حال ہر ایک کی بوجھے۔ اور نامۂ ہنر ہر شخص کا غور سے دیکھے۔ اس جماعت کے ساتھ کھانا کھائے اور شراب پیئے۔ اور ہم صحبت و ہمدم بنے۔ اس گروہ میں سے ایک کے ساتھ کہ جس سے شناسائی تھی۔ اور امر نہی میں اتحاد فرمانروائی ایک وقت معین اور ایک وقت مقرر تھا۔ اور خود اس قرارداد کے سرانجام پر مستعد آمادہ ہوا۔ راتوں میں دسمبر کی پچیسویں رات قرار پائی۔ اور کھانوں میں غذائے سکباجہ ٹھہرائی۔ سکباجہ پر مزعفر معطر قرار دیا۔ اور حلوائے بادام خوب چکنا اور فالیدہ اختیار کیا۔ جب ہمارے ساتھیوں نے یہ خبر سنی۔ اس مژدہ فرحت اثر پہ دوڑے۔ صوفی کی طرح لبیک اجابت سے موافق ہوئے۔ اور باشندہ

خوارزم کے لقمہ دعوت کے لئے ہمہ تن معدہ و دہن بن گئے۔ دُعائے تقویت معدہ کے ساتھ غذا سے پرہیز کامل کیا۔ اور اِس دعوت سے فائدہ اُٹھانا بھوکا رہنے میں سمجھا **شعر**

مَیں تیری سمت اے رشک مہ خورجاتا ہوں ایسے ۔۔۔ کہ حاجی سمت موقف اور گدا سوئے غذا جیسے

جب مدّت مقررہ وقت معینہ سے مل گئی۔ اور دن مہلت کے گذر کر شب موعود آگئی۔ اُن مہمانان اقسام واشراف کرام میں سے لوگ روشنی صبح سے تاریکی شام تک لگاتار دروازہ مہمان خانہ پر جمع ہونے لگے۔ اُن کے معدے صاف تھے۔ اور اِن کے برتن بالکل خالی اور شفاف۔ کشش بھوک کی اُٹھائے ہوئے۔ اور تکلیف پانچ دن نہ کھانے کی جھیلے ہوئے۔ ہر ایک کا ہُما کی طرح ہڈیاں چبانے کا ارادہ۔ اور شتر مرغ کی طرح آگ کھانے پر آمادہ۔ **شعر**

تھے مطلوب اُن کو نہایت خوشی سے ۔۔۔ شُتر مُرغ کی طرح آتش کے لُقمے

اُس مال غنیمت اور مُفت کے طلب کرنے سے پہلے۔ اور اُس ارادہ کے پُورے ہونے سے پیشتر ایک پیر مسافر و ادیب ہمارا ہمراز تھا۔ اور اس بحث اور جھگڑے میں ہمارا ہم آواز۔ ہم نے چاہا کہ وہ اِس فائدہ سے محروم۔ اور اس فائدہ سے رنجیدہ و مغموم نہ رہے۔ اس ایک جا ہونے کا حال مَیں نے اُس سے نہ چھپایا۔ اور اِس خورد و نوش و رقص و سرود کا سب قصہ اُس سے کہدیا۔ اور محفل میں بٹھایا۔ اور اس حدیث صحیح ”اگر بُلایا جاؤں میں ایک پارہ گوشت کے لئے کسی پستہ دست میں بلا گھوڑے کے (یعنی پیدل) تو مَیں اُسے ضرور قبول کروں“ کو اِس کے سامنے پڑھا۔ پیر نے گفتگوئے لاجواب اور دلیل روشن سے کہا۔ اے سردار! مجھ سے اس دعوت کا وعدہ نہیں۔ اور مَیں اس کا عادی نہیں۔ یہ سامان لذت تمہیں نصیب رہے۔ اور اُمیدوں یا راحتوں کے کانوں کو گوارا رہے طفیلیوں کی طرح مہمانی میں جانا شریفوں کی عادت نہیں۔ مجلس کے دسترخوانوں سے فائدہ اُٹھانا لئیموں کے سوا اور کسی کی خصلت نہیں۔ شریف اپنے روغن زیتون سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور اپنے گھر کے ریزے چُنتا ہے۔ **شعر**

اہلِ سخا کو بھوک ستاتی ہے جب کبھی ۔۔۔ لیتے ہیں کام صبر سے سوزش میں بھوک کی

شعر۔ اک گھونٹ بھی ہو تیرے پیالے میں اس کو چکھ ۔۔۔ اوروں کے جام کاسہ پہ تو ہاتھ بھی نہ رکھ

اِس قالب تہی میں شراب اور چنگاری برابر ہے۔ اور اس جسم محل بقول میں پتھر ہوا تو کیا خرما

صاحب فرمائش شیخ مبارک علی صاحب ترجمہ میں تعجیل کرتے ہیں۔ لہذا خلاف خواہش ترجمہ مقفی ترک کرنا پڑا۔ کیونکہ ایسے ترجمہ میں بہت زیادہ وقت صرف ہوتا تھا ۱۲ منہ ۔

ہوا تو کیا۔ اپنے جگر کو کباب بنانا۔ اس سے بہتر ہے۔ کہ لوگوں سے شراب پئے۔ جو کوئی روٹی کھلائے تو حاتم طے نہیں ہوسکتا۔ اور جو کوئی مہمانی کرے وہ حاکم رے نہیں ہوسکتا۔ نہیں جانا مُبارک ہو مَیں کمینگی کو پسند نہیں کرتا۔ اور ذلت طفیلی ہونے کی مجھے گوارہ نہیں۔ **شعر**

آزاد اشک چشم کو پیتا ہے پیاس میں ... سیراب تشنہ ہوتا ہے کیچڑ سے بارہا

مَیں نے کہا سُبحان اللہ اِس دعوت میں ہم تو شاخ ہیں اور تم اصل ہو۔ اور اِس کارزار میں ہم میان ہیں اور تم تلوار۔ جس فرش پر ہم تمہارے بغیر چلیں وہ پُرخار ہو جائے۔ اور جو کھانا بغیر تمہارے کھائیں وہ ناگوار ہو جائے۔ پیر نے کہا جو مَیں کہتا ہوں یہی تعلیم ارباب حقیقت ہے۔ اور جو کچھ تم کہتے ہو یہ زبردستی یارانِ طریقت ہے۔ جب بات زبردستی کی ٹھہری اور اسے تعلیم سے بحث نہیں۔ پھر تم کو مجھ پر اختیار ہے اور میری ذات کو کوئی دخل نہیں (یعنی مَیں کچھ نہیں کہتا) سمجھ لو کہ شریعت میں دعوت شرافت طبیعت سے نسبت رکھتی ہے۔ اور مہمان شریف کو چاہئے کہ میزبان کمینہ کو اپنے برابر نہ سمجھے۔ اور یہ سُنت رعایا اور بادشاہ میں جاری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہوں کی دعوت قبول کیا کرتے تھے۔ **ترجمہ اشعار**

اگر صاف ہو تمہارا سرکہ یا نتھری ہو تمہاری شراب ... میرے نزدیک تمہارا سرکہ اور شراب برابر ہے

جو تمہارے دل میں آیا ہے اُسے صاف صاف کہدو ... کیونکہ تمہارے حکم اور فرمان سے سرتابی نہیں ہوسکتی

جب ہم اِس طعام مقررہ پر زرہ کے گتھے ہوئے حلقوں کی طرح بیٹھے۔ اور احترام کا ہار احتشام کی گردن سے خوشی اور سرور میں توڑ ڈالا۔ اس وقت جبکہ آفتاب روشن چرخ مدور پر گریبان مشرق سے دامن مغرب کو پُہنچا۔ اور کحال شب نے تاریکی کا سُرمہ دن کی آنکھ میں لگایا۔ اور تاتار کا مشک دن کے رُخسار پر ملا۔ اور رات کے اندھیرے کی گائے نے دن کے نُور کی گھاس چر لی۔ اور دن کی حالت بدل گئی۔ اور چہرۂ روز غبار آلودہ ہو گیا۔ (اِن جملوں کے معنے یہ ہیں کہ رات ہوگئی) +

ترجمہ اشعار۔ دل کینہ اندوز کی خاطر زنگی شب نے رومی روز کی حکومت چھین لی

سیلاب شب تاریک کے گندے پانی نے آفتاب کے آگ کی گرمی اور سوز کو بجھایا

مہمان خوش طبع ایک لطیف خوان اور ایک دسترخوان پاکیزہ لایا۔ اور فرش بچھایا۔ اور کھانا

صاحب فرمائش اور ان کے فاضل احباب کی خواہش ہے کہ نظم کا ترجمہ نظم میں نہ ہو کیونکہ طلبا کے لئے غیر مفید ہے۔ لہذا اپنے خیال کے خلاف اس سے بھی عدول کیا جاتا ہے۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ترجمہ مقفیٰ ومنظوم ممکن تھا۔ میری رائے ایک کالم میں اصل اور دوسرے کالم میں ترجمہ چھپنے کی تھی۔ وہ بھی صاحب فرمائش کے خلاف مصلحت قرار پائی۔ مجھے بہرطور تعمیل مقصود ہے۔ ۱۲

لایا۔ اور خوان رکھا۔ جو دُلہنوں کے چہرہ سے بھی زیادہ آراستہ تھا۔ اور زلفِ معشوقان سے زیادہ سنوارا ہُوا۔ کتاب تصویر مانی کی طرح کے کھانوں سے مزین تھا۔ ہر طرف ایک ظرف اور ہر سمت شوربا شوربا برتن سے بڑھ کے۔ اور برتن کھانوں سے چڑھ کے۔ جانوران آبی و خشکی دونوں کا گوشت موجود تھا اور اقسام طعام نو کُہن اس خوان میں تھے۔ ثور اور حمل ایک بُرج میں شریک تھے (یعنی گائے اور دُنبہ دونوں کا گوشت تھا۔) اور مچھلی اور پرندے ایک جگہ ساتھ تھے۔ (یعنے مچھلی اور پرندوں کا بھی گوشت تھا) **ترجمہ اشعار**

اس کے کناروں اور بیچ میں (یا اُسکے برتنوں اور پیالوں میں) جنگلی گورخر اور دریا کی مچھلی پائی جاتی تھی۔
بکری کا بچہ تیتر کا مددگار اور شریک تھا۔ ترکاری اور حلوے بھی ساتھ ساتھ تھے۔ ہر قسم طعام میں سرسبزی اور تازگی اور شادابی۔ اور ہر لقمہ میں مزہ اور شیرینی۔ اور پیالے تو ہالہ کی طرح تھے۔ اور سکباجہ کا پیالہ چاند کی طرح بیچ میں رکھا تھا۔ اس کی صفائی کے آگے چشمہ خورشید گدلا تھا۔ اور چاند کی نگاہ اُس پر چکا چوندھ میں تھی۔ **ترجمہ اشعار**

حالانکہ ظرف میں وہ سکباجہ ایسے چمکتا تھا۔ جیسے کہ آفتاب نُور سے چمکتا ہے
گویا کہ وہ چمک میں آگ اور صفائی میں پانی کی طرح ہے۔

اُس کا سرکہ بخیلوں کی طرح تُرشرو۔ اور اُس کی زعفران بیماروں کی طرح زرد رنگ۔ اور چہرۂ عاشقان کے مثل غمگین۔ اور لب معشوقان کے مانند شیرین۔ شیرۂ بادام اُس میں پڑا ہُوا۔ اور مقام عسکر کی شکر کی طرح منقش۔ زعفران سے اُسے معطر اور زرد رنگ کیا تھا۔ **ترجمہ**

چہرۂ بیمار کی طرح زرد تھا۔ لیکن اُس کی دل رفتگی کی دوا اور بیماری کی شفا ہے۔
پکاتے وقت اُسکیں خوان سالار کے ہاتھ نے رنگ اور بُو پیدا کرکے سُنار اور عطار کا کام کیا ہے
بہت سے سکباجے ہیں کہ بیمار اُسکے کھانے سے شفا پاتے ہیں باوجودیکہ اُس کا رنگ خود بیمار کا سا ہے
جب اُس سے تونگوں کے ہاتھ سنتے ہیں تو ہنستے ہیں۔ جیسے تونگری کے ہاتھ سائل نعمت میں (یعنی وقت عطا)

جب پیر کی آنکھ اس سکباجے کے برتن پر پڑی۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں لرزہ پڑ گیا۔ اُس جماعت سے اجازت چاہی۔ اور شمع کی طرح اُٹھ کھڑا ہُوا۔ ہوا کی طرح چلے جانے کا ارادہ کیا۔ اور جُوتا پاؤں میں پہن لیا۔ وہ سب کے سب حیران تھے۔ اور ایک دوسرے سے کچھ کہتے تھے۔ بعضے تو زبان سے ملامت کرتے تھے۔ اور کچھ اُسے شرمندہ و پشیمان کرتے تھے۔ پیر کو چلے جانے پر اصرار تھا۔ اور جانے پر تُلا بیٹھا اور تیار تھا۔ ملامت اور پشیمانی کو رُکنے اور ٹھہرنے پر ترجیح

دیتا تھا۔ اور زبان فصیح سے عمدہ اشعار پڑھتا تھا۔ ترجمہ اشعار

میں نے تم کو قیامت تک کے لئے چھوڑا۔ اور ابر چشم پانی برسا رہے ہیں

تم نے اکرام کیا مہمان شریف کا۔ مگر حقیقتہً اکرام نہیں ہے

میں بالضرور بھاگتا جاتا ہوں۔ اور اگر یاد کرو۔ تو بہت سے گریز اقامت سے بہتر ہیں

اس کے بعد ہر ایک رفیقوں اور ہم صحبتوں میں سے بلطف و نرمی بولا۔ اور سبب اس علیحدگی کا اُس سے پوچھا۔ یہ جھگڑا طول پکڑ گیا۔ اور یہ گفتگو تفصیل کی طرف منجر ہوئی۔ پیر نے کہا۔ اللہ نے جو چاہا ہوا۔ اب اس جھگڑے کو چھوڑو۔ کیونکہ اس کی ایک خاص حالت ہے۔ یہ موتی بے بدھا رہے تو اچھا ہے۔ اور اس بات کا نہ کہنا ہی بھلا ہے۔ اور اگر اس پوشیدہ بات کے اظہار اور اس پنہان امر کے ظاہر کئے بغیر چارہ نہیں۔ اور اس اصرار اور خواہش دور از کار سے چھٹکارا نہیں۔ تو بہر طور آج رات کو یہ دعوت موقوف رہے۔ اور یہ کھانا سامنے سے اُٹھا لیا جائے کیونکہ مجھ میں اور اس کھانے میں دوری شرط ہے۔ اور میرا اور اس کا ایک جگہ جمع ہونا ایک وقت میں دو بہنوں کے ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونے کی طرح ہے (یعنی جمع بین الاختین کی طرح حرام ہے) یہ نعمت میرے حق میں مجھ سے دور رہنے کی علت ہے اور اس کھانے سے عنایت کرنا میرے بارہ میں باعث سزا و ایذا ہے۔ میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ جو دانہ کی لالچ میں جال میں پھنسوں۔ اور ملامت موجودہ اور پشیمانی آئندہ سے نہ بچوں۔ کیونکہ بہت سے ایسے بھی لقمے ہوتے ہیں۔ جو اور لقموں کو مانع آتے ہیں (مثل) اور لوگوں نے بھی کہا ہے۔ ترجمہ اشعار

بلحاظ حرص و طمع و زیادتی پابند خواہش طبیعت و کمینگی ہو کر نہ کھاؤ۔

کیونکہ ایک لقمہ روٹی کا صابونی (ایک شیرینی) کے بہت سے لقموں سے باز رکھتا ہے

المختصر بعد طول کلام یہ ہوا کہ تین دن بھوکے رہنے پر صبر کیا۔ اور اُس فائدہ سے دور رہنے اور اُس دسترخوان کے اُٹھوا دینے میں طبیعت پر جبر کیا۔ صبر کا بیج سینہ میں بویا۔ اور اُس خوان اور دسترخوانوں کو سامنے سے اُٹھوا دیا۔ بڑھا جا رہا ہے اور لوگوں کے دل غمگین تھے وہ آگے آگے جاتا تھا۔ اور جانیں اُس کے شکار بند سے وابستہ تھیں۔ ترجمہ شعر

جان نے ارادہ جلدی جانیکا کیا جب وہ چلتا بنا۔ دل بھی اُسکے پیچھے گیا جب اُسنے منہ پھیرا

ہر ایک نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے پیر تو نے ہماری زندگی تلخ کر دی لہذا جو ہم سے چھوٹ گیا۔ اُس کا عوض ہم کو دے۔ پیر نے کہا کہ اے رفیقان آزاد۔ و اے گروہ نیک نہاد! میرا قصہ

سکبا جہ کے ساتھ دیں۔ شب دراز وتاریک میں بھی نہیں کہا جا سکتا۔ **ترجمہ بیت**
میرے افسانہ میں تیرے ہجر کی طرح بہت درازی ہے۔ اور تیرے گھونگر والے بالوں کی طرح میرے قصہ میں طول بہت ہے
اے برادرانِ صفا۔ وائے میعنان وفا! میں ایک وقت ابتدائے جوانی میں سفر کرتے ہوئے
نیشا پور میں پہنچا۔ اور اس شہر آراستہ وپُر سامان کو دیکھا۔ اور میں نے کہا کہ اس خوشنما اور زیبا مقام میں
کچھ دنوں آرام کرنا چاہیئے۔ جس طرح کہ مسافر شاہراہ عام بیٹھتے ہیں۔ اور اچھے بُرے حالات معلوم کرتے
ہیں۔ ایک بزاز کی دکان پر بیٹھ گیا۔ اور دُکاندار سے دوستی پیدا کرلی۔ ہر روز صبح ہونے سے شام
کے اندھیرے تک اس دُکان پر رہتا تھا۔ اور مختلف لوگوں کی باتیں سُنتا تھا۔ بوجہ موافقت
اور روز کے آنے جانے سے صفائی پیدا ہو گئی۔ اور دوکاندار سے محبت پیدا ہو گئی۔ جب
پاس بیٹھنے کو استحکام ہو گیا۔ اور مادۂ الفت نے زور پکڑ لیا۔ تو پوشیدہ راز بیان کر دیئے
اور دل کی باتیں ظاہر کر دیں۔ ایک دن وہ بزاز بڑے احترام اور اعزاز اور نہایت جوش و
خوشی میں میری طرف متوجہ ہوا کہ میں تمہارے آثار و خصائل سے تم میں فضیلتیں پاتا ہوں۔ کہا اچھا
ہو اگر ایک دن ہمارے ساتھ روٹی کھاؤ۔ اور ہمارے نمکدان سے نمک چکھو۔ کیونکہ دعوت و
مہمانی پُرانا دستور ہے۔ اور نمک ساتھ کھانے کا بڑا حق ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آزاد لوگ نمک کی
قسم کھاتے ہیں۔ اور حلال زادے نمک کا بڑا پاس کرتے ہیں۔ جیسا کہ لوگوں نے کہا ہے۔ **ترجمہ اشعار**

مہر و ماہ کی طرح فخر سے آسمان پر قدم رکھیں۔ اگر تمہارے خیال وصل کے ساتھ باہم نان و نمک کھائیں
جب تمہاری وصل کی مہربانی کا ہم کو یقین ہو جائے تو پھر کبھی کو چۂ رشک کی بات بھی نہ کریں
خدا وہ دن نہ لائے کہ ہم تم ایک ساتھ ایک غم کی آستین میں باہم ہاتھ ڈالیں یعنے شریک غم ہوں

میں نے کہا تم کو یہ محبت پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اس بارہ میں اصرار اور زور ڈالنے کی حاجت نہیں
کیونکہ یہ رسم پسندیدہ و محبوب ہے۔ اور ایک سُنت ماثورہ نبی ہے۔ اور ایک امر مرغوب ہے۔
بسر و چشم ہوا اور بجلی کی طرح دوڑ کے چلوں گا۔ اور اس دستر خوان سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ پس ایک
ایسی رات میں کہ اسپ مشکی شب کا جسم اندھیری کی جھول پہنے ہوئے تھا۔ اور چشم زمانہ تاریکی کا
سُرمہ لگائے ہوئے تھی۔ آسمان نیلی چادر اوڑھے تھا۔ اور فضائے کائنات کالی چادر۔ وہ ملاقاتی
میزبان گھر کے دروازہ پر آیا۔ اور فقیروں کی طرح گھر کے در پر۔ کہا آج رات کو میرے حجرہ کو زینت
دو۔ اور یہ کلفت میری طبیعت سے دُور کر دیجئے کہا **مرحبا ہو اس میزبان شریف پر۔**
ایسی اندھیری رات میں جب میں نے میزبان کی رغبت پر نظر ڈالی۔ فوراً اس کے ساتھ چل کھڑا

ہُوا۔ ہر ہر منٹ میں لُطف و مہربانی کرتا تھا۔ اور ہر لحظہ تکلف بڑھاتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ کچھ راستہ طے ہُوا۔ اور کچھ اِس قسم کی باتیں کہی اور سُنی گئیں۔ پھر میری طرف متوجہ ہُوا اور کہا جان لو کہ اس محلہ سے میرے محلہ تک ہزار اور کچھ قدم کا فاصلہ ہے۔ درمیان میں بہت سی گلیاں ناہموار ہیں۔ پانی اُس محلہ کا بہت خوشگوار۔ اور ہوا اِس کی نہایت موافق۔ اور یہ محلہ نہایت بُرا ہے۔ اور مسافروں کے لئے نامُبارک۔ اس کا پانی بدمزہ[1] ہے۔ اور اِس کی ہوا مثل ہولئے خزاں[2]۔ اس کی خاک پر بدبُو غالب ہے۔ اور بدوں کے رہنے کا مقام ہے۔ بدبخت مفلس چالباز اور جعلساز یہاں رہتے ہیں۔ اور تابوت جنازہ اور سُولی اور پاسبانوں کا ڈنڈا بناتے ہیں۔ یہ محلہ مردوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور کاہل اور اپاہج لوگوں کے لئے خاص ہے۔ ہمارا محلہ تونگروں کا محلہ ہے۔ اور مشہور لوگوں کا مقام۔ مَیں نے کہا۔ سُبحان اللہ تیرا اللہ نگہبان رہے (یعنے خدا تجھے محفوظ رکھے) "پیالہ[3] پہلے ہی تلچھٹ نکلی۔ اور خلعت کا پہلا کپڑا چادر ہے۔" جو بات اس ڈھنگ کی ہوتی ہے۔ وہ مناسب وقت وحال نہیں ہوتی۔ مَیں نے اس کو اغوائے[4] شیطانی اور لغزش نفسانی پر محمول کیا۔ اور یہ فرش لپیٹ ڈالا۔ (یعنی یہ بات کاٹ دی) اور لاحول (قوت نہیں ہے) پڑھی۔ اور مَیں پلٹا۔ کہا اے جوان مسافر جان لے کہ رات ناوقت ہو گئی ہے۔ اور گھر تک ایک میل کا راستہ ہے۔ گھر کی مالک گھر اور کمرہ سنوارتی ہو گی۔ اور ہمارے آنے کی منتظر ہو گی۔ لوگوں نے کہا ہے کہ مسافر اندھا اور بہرا ہوتا ہے۔ اور مفلس فتنہ و فساد کا جویا۔ تمہیں کیا معلوم وہ پردہ نشین بی بی کس قبیلہ کی ہے۔ اور کیسی نازک اور حسین ہے۔ ہمارا اُس کے ساتھ کس وجہ سے تعلق ہے۔ اور اس کو ہمارے ساتھ کتنی محبت ہے۔ کوئی معقول ماں اپنے نالائق بیٹے پر بھی اتنی شفیق نہ ہو گی۔ اور کوئی بڑھیا ڈھاڈو بھی اپنے شوہر جوان خوبصورت پر ایسی عاشق نہ ہو گی۔ آج صُبح سویرے سے شام ہو جانے تک تمہارے کاموں کی درستی میں ہے۔ اور تمہارے حسن تازہ بہار کی ترکیب کو دیکھنے کی منتظر ہے ایک پاؤں باورچی خانہ میں ہے۔ اور ایک پاؤں مذبح میں۔ ایک ہاتھ تنور میں ہے۔ اور ایک ہاتھ

---

[1] سرد۔ ناخوش و بدمزہ۔ [2] دے نام ماہ خزاں جس میں ٹھنڈی اور ناگوار ہوا چلتی ہے۔ جس لفظ کو مَیں غلط سمجھتا ہوں۔ اِس کو صحیح کر کے ترجمہ کرتا ہوں۔ اِس متن کی تصحیح مَیں نے نہیں کی ہے۔ ترجمہ سے ناظرین متن کو صحیح کر لیں۔
[3] نخستین قدح دُرد الخ۔ یہ دونوں جملے بطور ضرب المثل ہیں۔ ابتدا ہی میں کوئی غلطی واقع ہو۔ تو انہیں بولتے ہیں جیسے اردو میں۔ پہلی بسم اللہ غلط۔ یا۔ سر منڈاتے اولے پڑے۔ بولتے ہیں۔ [4] نزغات جمع نزغ تباہی انگیختن و برغالیدن بہکانا۔ قولہ من بعد ان نزغ الشیطان بینی وبین اخوتی ۱۲ منہ

مٹکے یا کٹھیا ہیں۔ اس کے رُخسار مثل ماہ پر سیاہ دھواں جم گیا ہے۔ اور اس کے ہاتھ کی پشت جو چمک میں بلّور کی طرح ہے۔ گرم پتیلی کے صدمہ اور اثر سے مثل شکم جانور سمور کالی ہو گئی ہے **ترجمہ بیت**

دھوئیں میں سے وہ یوں تاباں ہے۔ جیسے بادل میں سے چاند۔ تم جانتے ہو کہ جو۔ سے اِس
قسم کے کام لینا افسوس کے لائق بات ہے +

ذرا ٹھہر جاؤ تو ابھی ابھی تم دیکھ لوگے کہ حالت خبر دینے سے زیادہ ہے۔ اور واقعہ بیان سے بڑھ کے ہے۔ مینے اپنے دل میں کہا کہ بیوی کی تعریف تو گلی کوچوں سے گذر گئی۔ اللہ نے چاہا تو اِس طیب النفسی و مزاج میں لسّن[1] ہو گا۔ اور تیسری حکایت اور بھی بیہودہ ہو گی۔ سچ کہا ہے کہ

مسافر دوست نہیں ہوتا ؎

مسافر سے کرتا بھی ہے کوئی پیت مثل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت

اور ہم رگ اور ہم پوست نہیں ہوتا۔ تم یہ نہیں پوچھتے کہ اِس اصل کی کتنی شاخیں ہیں۔ (اور کیا باتیں ہیں) اور اِس اضطراب میں کس قدر خوف ہے۔ اب میں بغیر پوچھے یا چار و ناچار ظاہر کرتا ہوں۔ اور اِس راز کو کھولتا ہوں۔ خوب سمجھ لو کہ اس عورت سے میرا ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی۔ ایک چاند ہے تو دوسرا سورج۔ ایک شمع ہے۔ تو دوسرا شہاب ثاقب۔ لڑکی گویا کمال کے ساتھ نمکینی میں ماہتاب ہے اور لڑکا بالضرور سپید رنگ اور گورے ہونے میں گویا آفتاب ہے۔ اور یہ علامت شریف اور حلال ہونے کی ہے۔ اُس کی پاکی نسب و تازگی حسب کی دلیل اِس سے جان سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ماں جوانی میں بے شرم و بے حیا نہ تھی۔ اور اِس کے رحم میں قطرۂ نطفہ حلال اور جائز طریقے سے پہنچا ہے۔ مَیں نے کہا جو مجھے چاہیئے اس کی طرف دوسروں کو رغبت نہیں۔ اور جو دروازہ تیری ملک ہے وہ دوسروں سے نہیں کھُلتا۔ اِن باتوں کی ضرورت نہیں۔ اور اِن تشبیہات کا کچھ فایدہ نہیں۔ شریف عورت موتی کی طرح ہے۔ دُرِّ یتیم کا پرونا ہر کمینہ کا کام نہیں۔ اور آزاد شریف کے ساتھ سونا ہر شخص میں اس کی قابلیت نہیں۔ **ترجمہ شعر**

شیر کا بچّہ اگر ہو اور وہ شیر خوار بھی ہو وہ اس پر راضی نہیں ہو سکتا کہ پیٹ سے گرا ہوا گائے کا بچہ اُسکا

---

[1] در مقامہ سیر خوش طبعی میں یا اترانے میں لسّن ہو گا۔ یعنی بُو دار شے ہو گی۔ کچھ نہ ہو گا۔ غلط ہو گا۔ اور اگر سیر بفتح اوّل پڑھیں تو بمعنی لطیف اور مزہ ہے۔ اسی طرح خیر بکسر بمعنے ہرزہ عبث و بے وجہ اور بفتح خائے بمعنے عمدہ اور بھلا۔ یعنی تعریف محلّہ و زن کے بعد تیسری حکایت بالکل بیہودہ اور عبث ہو گی۔ یا۔ ممکن ہے کہ تیسری حکایت کچھ اچھی ہو۔ اِس صورت میں الثالث بالخیر کی طرف اشارہ ہو گا ۱۲ +

ہم بستر ہو۔ اس نے کہا خدا تیرا بھلا کرے میرے گھر کی خوشی تیرے کلام سے ہے۔ یہ تو نے خوب بات کہی۔ اور یہ عمدہ موتی پرو دیا۔ اسے یاد رکھ تاکہ آج رات کو گھر کے لوگوں کے سامنے اسے پھر کہنا۔ اور بڑھا کے اور طول دیکے کہنا۔ آخر کار اس گفت وشنید میں عشا کی نماز کے وقت باتیں کرتے ہوئے اسکی گلی تک پہنچے۔ کہا تجھے مژدہ ہو کہ اب ہم مقصد اصلی کو پہنچ گئے۔ اور جہاں جانا تھا۔ اس مقام تک آ گئے مطمئن رہو کہ اب گھر تک بہت فاصلہ نہیں ہے۔ اور راستہ میں کسی کا خوف نہیں۔ کیونکہ اس محلہ کے لوگ سب ہم مذہب ہیں۔ اور زیادہ تر عزیز قریب **ترجمہ اشعار**

آدمی کی عزت عزیزوں سے ہوتی ہے۔ عزیزوں کو بچھو سے تشبیہ نہ دو۔

جس وقت کسی شخص کی اس کے بیٹے مدد کریں تو وہ مطالب مقاصد پر کامیاب ہوتا ہے

یہاں تک کہ ایک تنگ گلی میں پہنچا۔ اور چھوٹی اور اندھیری ڈیوڑھی میں آیا۔ کہا ٹھہر جا اپنے مقام پر اور اپنی عنان روک لے یعنے رک جا۔ دیکھ جنت کے کنگروں پر آ گیا۔ اور میں ان عرفات میں پہنچ گیا۔ اب آگے نہ بڑھ ایک گھنٹے کے بعد۔ یا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ لایا۔ اور آواز دی کہ داخل ہو۔ اور آپ نہ رک کیونکہ سب تکلیفیں ختم ہو گئیں۔ اور خزانے نکل پڑے جب ہم دونوں پرانے راستہ سے بارگاہ کی چار دیواری میں آئے۔ مجھے ایک کونے میں بٹھا دیا۔ اور ایک گوشہ میں بٹھا دیا۔ اور خود دلہن کے ساتھ ٹھٹھول میں اور بچوں کے ساتھ شوخی میں مشغول ہو گیا۔ پھر جب کچھ عرصہ کے بعد آیا۔ کہا۔ جان لو اور آگاہ ہو جاؤ۔ اور میری طرح مسافروں کے معین و مددگار ہو۔ میرا یہ گھر جو تم دیکھ رہے ہو۔ اور اس میں بیخوف و خطر بیٹھے ہو۔ کسی زمانہ میں ایک بڑا جیلخانہ تھا۔ قاتلوں کو اس کوٹھری میں بند کرتے تھے۔ اور لوگوں کے سر کاٹ کے اس خاک پر ڈالتے تھے۔ ابتک اس خاک کے نیچے ہزاروں بیباکوں کے سر ہیں اور بہت سے ناپاک ہیں۔ میں نے اس کو بڑی بڑی تدبیروں اور دشواریوں سے حاصل کیا ہے۔ اور صیادوں کی طرح جال کی ڈوریوں میں پھانسا ہے۔ اور مالک خانہ کے وارثوں کو سولی پر چڑھوا دیا ہے۔ اور گردن کشوں کی طرح بہت چغل خوری اور نمامی عمل میں لایا ہوں۔ اور ہزاروں چالوں سے اس گھر پر قبضہ کیا ہے۔ اس مکان کا جھگڑا کرنے والوں میں سے ایک شخص اب تک اس کی فکر میں ہے۔ میں اس بات سے یہ کہتا ہوں۔ کہ میری نصیحت سن اور میری بات مان۔ خوب سمجھ لے کہ حصول مال بغیر زبردستی اور سختی کے نہیں ہوتا۔ اور شراب صاف یوں ہی پینے کو نہیں ملتی۔ اس کے بعد یوں ہاتھ لگا ہے۔ اور دوبارہ زیر کیا۔ بہت سے مال اور

امانتیں فقیروں اور کمزوروں کی اِس دروازہ ۔ دُکان۔ صحن۔ اَور دالان میں صرف کی ہیں۔ اِس ایک کمرہ میں جسے مَیں نے مُلک عراق کے طرز پہ بنایا ہے ۔ اور اس بالاخانہ میں جو اس مکان کے ایک طرف تیار کیا ہے ۔ پچاس مُسلمانوں کا مال اِس میں خرچ کیا ہے ۔ مسافر یا مفلس اس کی قدر کیا جانیں۔ اور ادیب اس کے نرخ کو کیا پہچانیں ۔ اِس درو دیوار کی تیاری کا ایک بڑا قصّہ ہے ۔ اور اِس نقش و نگار کے بنانے کے بیان کے لئے ایک دفتر درکار ہے ۔ آج رات کو سب تیرے روبرو کہوں گا ۔ اور حرف بحرف تیرے سامنے بیان کروں گا ۔ جب تو اس کے صرف کا رجسٹر پڑھ لے گا ۔ تب تجھے میرے مرتبہ کا اندازہ ہو گا ۔ ذرا ٹھہر جانا کہ مَیں گھر میں ہو آؤں ۔ اور سکباج جس کا وعدہ کیا ہے اُس کو کھائیں ✣

اُس کے بعد تمہاری طرف متوجہ ہوں ۔ یہ بات کہی اور اُٹھا ۔ اور طسلا اور لوٹا منگایا ۔ اور کہا اے جناب والا یہ طشت اور ہاتھ مُنہ دھونے کی چیز موجود ہے ۔ انہیں سے سُنّت رُسولؐ کا اجرا ہوتا ہے ۔ پھر کہا کہ اِس طسلے کو بڑی خواہش کے ساتھ بازار دمشق میں خریدا ہے ۔ اور یہ لوٹا ہزاروں مکرو فریب سے مُہیا کیا ہے ۔ اور یہ دسترخوان جو خادم کے کاندھے پر ہے ۔ طبرستان کے نادر چیز بیچنے والوں سے مول لی ہے ۔ ہزاروں میں سے یہ ایک چُن کے نکالی ہے ۔ اُس آغاز وحشت اور اثنائے دہشت میں میری جان پر آبنی تھی ۔ اور کاروبار استخوان کی نوبت آ پہنچی تھی ۔ **بیت**

دل مُصیبت میں پھنس گیا ۔ اور جسم پہ بخار چڑھ آیا تھا ۔ سانس مُنہ تک اور جان لب پر آ گئی تھی

جب تنور سینہ اس آگ سے بھڑک اُٹھا ۔ اور میزبان ترتیب خوان کے لئے گیا ۔ مَیں نے کہا رات طالب کے لئے صبح درخشان ہے ۔ اور فرصت و مہلت حاصل مثل تیغ بران ۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں اگر مَیں اپنے آپ کو منجملہ مسلمین قرار دوں ۔ گریز اِس مقام سے سُنّت سیّد المرسلین ہے ۔ اللہ کی رحمت اُن پر اور اُن کی ذرّیت پر اور سلامتی ✣

ابھی تو صفت ہنڈیوں اور برتنوں کی ۔ اَور تعریف دیگچیوں اور تنور کی باقی ہے ۔ ثنا لکڑیوں کی مجمل یا مفصل تو ابھی کی ہی نہیں ۔ ابھی یہ بھی نہیں کیا کہ ایندھن کس نے جلایا ۔ اور آگ کس نے روشن کی ۔ پکانا کس سے سیکھا ۔ ضروریات کس کبڑے سے مول لئے ۔ اور سرکہ کس انگور کا ہے ۔ اور شہد کس مکھی کا ۔ روٹی کس قسم کے گیہوں کی ہے ۔ اور خمیر کتنا ہے ۔ پانی کس گھڑے کا ہے ۔ اور کس نہر سے لایا گیا ہے پھل کس درخت کا ہے ۔ اور پیالہ کس پتھر کا ۔ خوان کا خرادی کون ہے اور دسترخوان کو درزی نے کس طرح سیا ہے ۔ اگر نوبت اس کی آجائے ۔ اور یہ مُصیبت جانِ شیرین کو لاحق ہو ۔ تو مَیں ایسی

سیری سے خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ جو کام جس کے سپرد ہوا۔ وہ اُسے اعلیٰ کر دیتا ہے۔ اس اٹل آفت سے بچنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور اس سخت مصیبت سے گریز کے علاوہ کوئی ٹھکانا نہیں۔ مَیں نے پیٹ پہ ہاتھ رکھا۔ اور کنڈی کھولی۔ اور اپنے آپ کو قضاؤ قدر کے سپرد کر دیا۔ جب مَیں نے لیف خرما کی رسّی سے نجات پائی۔ اس طرح بھاگا۔ جیسے کوئی شیر سے بھاگتا ہے میں نے اپنے دل سے کہا اب تسلّی کر اور راحت لے۔ کیونکہ جو اپنی جان بچا لایا۔ اُسی نے فائدہ اُٹھایا۔ جب اُس میزبان نے دروازہ کھلنے کے آواز کی آہٹ پائی۔ ابر کی طرح میرے پیچھے دوڑا۔ مَیں پوری ہمت اور ارادہ سے اُس شکاری کی طرح جو جال ٹوٹ جانے سے چھوٹ گیا ہو۔ اور وہ پرندہ جو پنجرے سے نکل گیا ہو۔ اُڑنے اور بھاگنے میں صرف کر رہا تھا۔ جب اُس کی بکی زبان نے دوڑ کر بھی مجھے نہ پایا۔ میرے پانے سے ہاتھ اُٹھایا۔ مَیں ہوا کی طرح بساط زمین پر جا رہا تھا۔ اور اپنے دل میں کہتا جاتا تھا۔ **بیت**

یہ بہتر ہے کہ مجھ سے فارغ اور آزاد ہوجا ۔۔۔ کیونکہ مجھے نہ پائیگا اگر ہوا بھی بن جائے

جب وہ بطرف صواب پلٹا۔ مجھ سے واپس آنا ممکن نہ ہوا۔ اور اُن تنگ گلیوں کا راستہ نہ جانتا تھا شب کو اونٹ کی طرح قدیم نالوں کھولوں میں ڈال دیتا تھا۔ اور اندھیری رات کی طرح درو دیوار پر جا پڑتا تھا۔ یہانتک کہ یہ گمراہی اس حد کو پہنچی۔ اِس نادانی کا یہ انجام ہوا کہ پہرے والوں کا ایک گارد بارگاہ سلطانی پر میرے آگے پیچھے سے گیا۔ اور ڈنڈے مار کر مجھے پلٹایا۔ اور لسّن کی طرح مجھے برہنہ کر کے ننگا بوچا کوتوال کی حوالات میں لے گئے۔ اور مجھے جلاّد خرس طینت (موذی و ظالم) کے حوالہ کیا۔ اور چوروں اور بد معاشوں کے ساتھ قیدخانہ جیل میں دو ماہ تک رہا۔ کوئی دوست میرے اس حال سے خبردار نہ تھا۔ اور میرے پاس نہ آسکتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن میری ناداری دُور کرنے کی غرض سے فقیروں کی طرح مجھے در زندان پر لائے۔ اور گداگری اور بھیک کے لئے مجھے کھڑا کر دیا۔ کاٹھ پاؤں میں ٹھکا تھا۔ اور کمل پیٹھ پر اور گدڑی بدن میں۔ اور کاسۂ گدائی ہاتھ میں۔ شاہراہ عام پر کھڑا تھا۔ اور بھیک کا ٹھیکرا ہاتھ پر لئے تھا۔ اتفاقاً میرا ایک ہم وطن میرے پاس آگیا۔ اور غور سے مجھے دیکھا۔ جب دوسری نظر مجھ پر ڈالی۔ مجھے پہچان لیا اور نگاہِ عبرت سے مجھے دیکھا اور میرے حال زار پر رویا۔ سمجھا کہ مَینے کوئی جھگڑا یا فساد کیا ہے۔ یا کوئی خون ناحق کیا ہے۔ جب اُس نے جان لیا کہ یہ ذلت کسی بڑے جرم کی وجہ سے نہیں ہے۔ اور یہ گناہ گناہ کبیرہ نہیں کیا اور میرے دوسرے دوستوں کو خبر کی۔ اور اکتساب ثواب پر ثابت قدم ہوگیا۔ یہانتک کہ مسافران شہر اکٹھے ہوگئے۔ اور اس امر کی اطلاع حاکم کو کی۔ اور ایک حکم نامہ کوتوال کا کمیدان کے

پاس لائے۔ اور دو ماہ کے بعد مجھے جیل خانہ سے نکالا۔ جب میں نے قید خانہ سے رہائی پائی۔ اور اُس تکلیف سے آرام پایا مسجد میں پہلے نماز جمعہ پڑھی۔ چھوٹنے کے شکرانہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ پہلا جو عہد مستحکم اور نذر دائم و قائم میں نے کی یہ تھی۔ کہ کبھی کسی گھر کے برتن میں شوربے کے ساتھ نہ بیٹھوں گا (کسی کے یہاں کا کھانا نہ کھاؤں گا) اور مستی اور ہوشیاری میں کسی میزبان بازاری کا منہ نہ دیکھوں گا۔ اے لوگو اور اے دوستو میرا قصہ مختصر غم انگیز سکبائے قابل حذر اور شوربائے منقطع الخیر کے ساتھ ہزار میں سے ایک اور بہت میں سے تھوڑا یہ ہے۔ اور یہ عہد و نذر مسئلہ اسلام و دین ہے۔ اس کے بعد آپ کو اختیار ہے۔ اور سر و جان سے آپ کے تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہوں ہر شخص کے دل کو اس واقعہ سے بہت رنج اور تکلیف ہوئی۔ اور ہر ایک نے اس غم پر بہت ٹھنڈی آہیں بھریں۔ سب نے کہا۔ اے اکسیر مصیبت اس بیچارگی پر تم قابل ستائش ہو۔ اور باوجود اس بدخوئی و جنگجوئی کے تم معذور و مجبور ہو۔ ہم سب نے نذر کر لی۔ اور قسم کھالی۔ کہ وہ شوربا ہم نہ کھائیں گے اور اس برتن کی طرف نظر بھی نہ اُٹھائیں گے۔ بغیر سکبا ہم نے وہ رات بسر کی اور اُس شام کی سحر کی۔ ہم اپنی کوشش تیرے بارہ میں چھوڑتے ہیں۔ اور تیری وجہ سے جو عہد کیا ہے اُسے کبھی نہ توڑینگے عمدہ حلوائے بادام۔ اور ماموں کی ایجاد صابونی پر اکتفا کی۔ اور بغیر کھائے سکبا سے ہاتھ دھو لئے۔ ترک سکبا کے عہد پر قائم رہے۔ اور پیالہ سکبا فقیروں کو دے دیا۔ اور رات بھر ہی ذکر ہوتا رہا۔ شمع کی طرح دن ہونے تک کبھی روتے تھے۔ اور کبھی ہنستے تھے۔ جب رُخسارہ رُومی روز کا چمکا (روز کو بلحاظ سپیدی رومی کہا) اور قدم زنگی شب کا لڑکھڑایا۔ پھر اندھیرے منہ چلا گیا۔ اور شب گذشتہ کی طرح آنکھوں سے نہاں ہوگیا۔ ترجمہ اشعار

اس کے بعد نہیں معلوم آسمان اُس کو کہاں لے گیا۔ اور سختی حوادث سے اُس پر کیا بیتی
گفتگوئے نفس و طبیعت میں نہ معلوم کہاں جا کے پھنسا۔ اور جستجوئے نقش مراد میں جانے کہاں گیا

ساتواں مقامہ تعریف دینار میں

مجھ سے میرے ایک دوست نے جو گفتگو میں مانند بلبل اور معاملہ کا نہایت اچھا تھا۔ بیان کیا کہ ایک زمانہ میں آفتوں کے پیش آنے سے ایک رفیق سے اتفاق کر لیا۔ اور ارادہ سفر عراق کیا۔ یہ بھی خواہش تھی کہ یہ کوشش بیکار نہ جائے۔ اور یہ سفر فائدہ سے خالی نہ ہو۔ جس شہر میں پہنچتا تھا۔ اہل علم اور بامعنی لوگوں کا متلاشی ہوتا تھا۔ اور قیام کے ارادہ سے چو رکعتی نمازوں

میں کسر نہیں کرتا تھا۔ یہانتک کہ بڑے شوق اور ولولے میں شہر دمشق میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شہر زاہدوں کے سینہ سے زیادہ آراستہ اور معشوقوں کی زلفوں سے زیادہ پیراستہ ہے۔ حوروں کے رخسار کی طرح منور۔ اور دلہنوں کے گریبان کی طرح معطر۔ ترجمہ اشعار

اُس کی خاک میں علامات مُباسکی ظاہر تھے۔ اس کی وجہ سے اہل بہشت[۱] اہل دوزخ
بن گئے تھے (یعنی مقابلہ راحت دمشق آرام بہشت[۱] بمنزلہ عذاب جہنم تھا) ؛
ترکان خیمہ نشین کی زلفوں کی طرح پیراستہ تھا۔ اور رخسار معشوقان خلخ کے مثل آراستہ تھا۔

مینے اپنے دل میں کہا اگر جلدی کروگے تو پاؤگے۔ اور اگر تعجیل سے کام لوگے تو کامیاب ہوگے۔ تھیلا سفر کا رکھدو تاکہ توڑے اشرفیوں کے ہاتھ لگیں۔ اور کیکڑے سے ہاتھ اُٹھاکہ سفنے دار مچھلی[۲] ڈھکن میں پھنسے مینے کہا چل کہ یہ صورت زیبا اس شہر کی بمعنے (یعنی خوبی سے خالی) نہ ہوگی۔ اور یہ خط رخسار (زینت) یعنی اس شہر آراستہ میں ضرور حاتم اور معن کے ایسے سخی ہونگے۔ جب میں چند قدم چلا۔ اور کچھ لوگوں میں سے گذرا تو ایک جماعت کثیر اور ایک بھیڑ با مہابت و اجلال دیکھی۔ اور اُس مقام کے قرارگاہ پر پایتخت پر ایک پیوند لگائے بڈھے کو دیکھا۔ ایک تھیلا کاندھے پر اور ایک بچہ گود میں چھوٹی چھوٹی موچھیں اور ایک لکڑی ہاتھ میں۔ کمبل کا لباس پہنے۔ اور ٹوپی سر پر دیئے۔ ایک گروہ کا مشتاق دیدار۔ اور ایک مخلوق اُسکی گفتار کی خواستگار۔ مرض پیری کا بیمار (یا پیری کی شکایت کرنیوالا) اور اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے۔ مچھلی کی طرح چُپ اور خاموش کھڑا تھا۔ اور وقت کا منتظر تھا۔ اور آنکھیں نیچی کئے تھا۔ جب دن کا ایک گھنٹہ گذرا۔ اور ہجوم حد سے گذر گیا۔ تو رخسار پر اشک کے ساتھ اُس مجمع کی طرف متوجہ ہوا اور کہا۔ اے مردمان شہر دمشق خوب جان لو۔ کہ میں مرض عشق کا طبیب ہوں۔ جو صورت کہ عنقا و شتر مرغ سے زیادہ عجیب ہے۔ وہ میں ہوں۔ اور شکل کہ زرقاء یمامہ[۳] سے زیادہ تعجب خیز ہو وہ میں ہوں۔ میں ہی ہوں جو دل کی پوشیدہ باتوں کو فرفر بیان کر دیتا ہوں۔ اور

---

[۱] ذکر بہشت سے اس شعر میں یہ خوبی ہے کہ غوطہ دمشق شعب بوان سغد سمرقند۔ نہر ابلہ بصرہ یہ چار شہر جنات اربعہ دنیا کہلاتے ہیں ۱۲ [۲] ماہی سیم سفنے دار مچھلی۔ سیم بمعنی نقرہ کے ساتھ ایہام تناسب ہے۔ مرزا رضا قلی التخلص بہدایت اپنے لغت فرہنگ انجمن آرائے ناصری میں لکھتے ہیں کہ سیم بسین مہملہ شیم بشین معجمہ کا مصحف ہے ۱۲ مربع بمعنی منزل و مکان و مُربّعہ بمعنی چار سو یعنی چوک ۱۲ [۳] زرقاء یمامہ اضافت صفت بسوئے موصوف۔ زرقاء بمعنی زرد و کبود چشم یعنی کرنجی و یمامہ ایک عورت کا نام ہے۔ جو سوار کو تین دن کی راہ کے فاصلہ سے دیکھ لیتی تھی۔ اس لئے عربی میں زرقاء یمامہ ضرب المثل ہے۔ صرف دلفافا نعامہ و زرقا یمامہ مجھے پسند نہ آیا۔ گو کھینچ تان کے چولیں بٹھائی جا سکتی ہیں۔ کلمہ کے ساتھ حرف تنگنائے میں کچھ دقت ہی ہے۔ اس سے تو عرصہ زیادہ مناسب ہوگا ۱۲ ؛

آسمان کے ہر ہر گوشہ سے واقف ہوں۔ وہموں کی چھُپی باتیں معلوم کر لیتا ہوں۔ اور زمانے کی مظنون اور پوشیدہ امور پہچان لیتا ہوں جسم وجان کی نازک باتیں کہتا ہوں۔ اور انسان بنی جان کی خبر دیتا ہوں بغیر سُنی باتیں بیان کردیتا ہوں۔ وقوع میں نہ آئے ہوئے حالات ظاہر کر دیتا ہوں۔ ڈرانے کی باتیں (تخویف) کر کے چہروں کے رنگ اُڑا دیتا ہوں۔ اور باتوں سے دلوں کے زنگ دُور کر دیتا ہوں جسکی دل چاہے بُرائی اور جس کی دل چاہے بھلائی کرو۔ زمانہ کے فاضلوں کا پیشوا اور علمائے شہر کا قبلہ مَیں ہوں۔ جس کا دل چاہے مجھُ سے کچھُ پُوچھے مَیں جواب دوں گا۔ اور اُس کی راستی و درستی پر دلیل عقلی پیش کروں گا۔ جب لوگوں کے کان اس کی طرف لگ گئے۔ اور دعویٰ آگ بھڑکی۔ ایک جوان خوبصُورت میٹھی میٹھی باتیں کرنے والے نمکین بیان فصیح زبان نے کہا۔ اے پیر شیخی خورے بیہودہ گو دعوے کے درخت کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اور مَیدان گفتگو بہت وسیع ہے۔ اتنا تیز نہ دوڑ۔ کیونکہ مَیدان بہت تنگ ہے۔ اور اتنا ناز نہ کر کیونکہ یہ ناز کی گدڑی سرمایہ ننگ و عار ہے۔ پرکار دعویٰ کے دائرہ سے مرکز فعل پر آ۔ اور دُنیا گفتگو سے جہان عمل میں آ۔ کیونکہ سرمایہ شاعری (کذب) فن جادوگری نہیں ہے۔ کہ جس پر اتنا فخر کیا جائے۔ اور اُس کی تلچھٹ کو اتنا صاف اور ستھرا ہُوا دکھایا جائے۔ کیونکہ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ حیلہ میں شریک ہیں۔ اور بوڑھے بچّے کے ساتھ اس خانہ لاف وگزاف میں ہمقدم ہیں۔ پھر کہا اے پیر فال لینے والے ساحر اور اے واعظ چرب زبان ان لمبے چوڑے دعووں اور شعر خوانی میں تجھے تنکوں اور آگ میں سے کچھ حاصل ہے (یعنی تھوڑا یا بہت دخل ہے) بطور آزمائش ایک شاعر کی پہیلی میں ہوش سے کام لے۔ اور کان دھر کے سُن۔ ترجمہ نظم (شمع کی پہیلی)

وہ معشوقہ کون ہے کہ وہ کسی خاص یا عام سے مخصوص نہیں۔ اپنے حریفوں کے ساتھ بالکل یکساں خندہ روئی سے پیش آتی ہے کبھی تو نُور پہنچانے میں یار دیکی غمخواری کرتی ہے۔ اور کبھی اپنی فنا کی وجہ سے اپنی ذات پر نظر کرتی ہے

کھڑی مزے مزے سے ہنستی رہتی ہے۔ اور ہمیشہ زار زار روتی رہتی ہے +

اس کے وصل کی حمایت میں یعنی اُس کے ہوتے ہوئے رات اور دن یکساں منور رہتا ہے اور اُسکے رُخ کا جمال ہے صُبح وشام یکساں نظر آتی ہے جہاں اُسکا دیدار ہو تُو بھی شرمندہ رہتا ہے۔ جہاں اُسکا رُخسار ہوا اندھیرا غائب ہو جاتا ہے مذہب اہل تصوف میں اُسکا جلانا ناگوار نہیں حالانکہ حرق گنہگار بھی یہ روا نہیں رکھتے۔ اور کیش اہل عرب میں اُسکا قتل حرام نہیں۔ کبھی تو اُس کا بدن ادنیٰ ننددجامہ (نوریا فانوس زرد) میں ہوتا ہے۔ اور کبھی اُس کا پاؤں خالص چاندی کے فرش یعنی لگن سیمین میں ہوتا ہے۔ انواع نفع واقسام فائدہ میں

اُس کا کام مثل سالم کے اور اُس کا ناقص مثل کامل کے ہے۔ یعنی شمع چاہے پوری ہو یا ادھوری نُور پہنچانے میں یکساں مفید ہے ۔

پیر نے جب یہ اشعار سُنے۔ طنز کرنے والوں کی ایسی ہنسی ہنسا۔ اور کہا اے جوان تو نے یہ احمقانہ موتی پروئے۔ اور یہ بات بچوں کی ایسی کہی۔ بالضرور ان سمندروں کی نہر بھی تیرے ہاتھ نہیں لگی ہے۔ اور ان خوشبوؤں سے ایک بُو بھی تجھے نہیں ملی ہے۔ ایک شعر ایسا ہوتا ہے۔ کہ اس کا مقام (بلندی میں) ستارہ ثریا ہوتا ہے۔ اور ایک شعر ایسا ہوتا ہے کہ (کہ بوجہ پستی) اُس کا مقام پتال (زمین نمناک) ہوتی ہے۔ ہر نظم قابل بیان نہیں ہوتی۔ اور نہ ہر نثر لائق ذکر۔ اس بارہ میں اُستادوں کی بہت سی لطیف و نرم نظمیں ہیں۔ اور بیحد نازک معانی۔ اور یہ شکر جو تُو نے بکھرائی۔ اور یہ قطعہ جو تُو نے پڑھا۔ فاسد و فرسودہ اور عیب دار اور غضب کیا ہؤا ہے۔ نیز اسی شمع کے بارہ میں بطور معمٰی کہا گیا ہے نظم وہ چیز کیا ہے جو عاشقوں کے رُخساروں کی طرح زرد ہے۔ مجلس اُس سے مزین اور محفل منتظم ہوتی ہے۔ چاند کی طرح تاباں اور سُورج کے مثل درخشاں ہے۔ بجلی کی طرح چمک میں اور ستارہ کی طرح نمایاں ہے۔ اُس کی رُوح گہربار اور اُس کا جسم سرمایہ ہے۔ اپنے رُخسارہ سے مثل روز روشن ہے اور زینت اُس کی شب ہے کبھی تو خالص چاندی (نور) اُس کے پاؤں پر مُنہ رکھتی ہے۔ اور کبھی فولاد (گلگیر) اُس کے لب پر لب رکھتا ہے اگرچہ وہ آگ اور پانی سے نہیں بنی ہے۔ مگر اس کے اجزا کی ترکیب آگ اور پانی سے ہے۔ دُنیا میں خورشید سپہر کی صُورت ہے۔ ایسا سُورج کس نے دیکھا ہے؟ جس کا آسمان رات کا ہو ۔

الوباً

پھر پیر نے کہا اے قوم مجھ کو کثرت شراب (یا گراں خاطری) نے بحث علم سے باز رکھا۔ اور مال حقیر دُنیوی نے خصومت سے لہو ولعب میں ڈال دیا۔ (یا مجھے غفلت میں رکھا) دیکھئے کس کے دل میں آتی ہے۔ جو تھوڑی دیر کے لئے بنظر کرم وعنایت میری طرف دیکھے۔ اور بغیر قیل وقال کے میرے ساتھ نرمی کرے۔ اور جو کچھ اُس کی گانٹھ میں ہے۔ اس بازار میں کھول کے رکھدے۔ اس قصہ کے بیان کرنے والے نے کہا۔ جب کار مناظرہ اس حد کو پہنچا۔ اور بھاٹا اس گفتگو کا اس جوار تک پہنچا۔ میں نے کہا گول اور چمکدار اشرفی کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ جو مثل رُخسارہ معشوقان سُرخ ہوتی ہے۔ اور مثل دل رقیباں سخت ہے۔ اور مانند زبانِ عاشقان دیوانہ ہے۔ اور طمعہ معشوقان رعنا ہے۔ اُس نے اُسے لے لیا۔ اور بجایا اور اُسے پرکھا۔ اور فی البدیہہ یہ اشعار اشرفی کی تعریف میں تصنیف کئے۔ **قطعہ**

اے آفتاب صُورت اور اے مشتری مقام فی الحال دُنیا میں انصرام مرام تجھ سے وابستہ ہے۔

کبھی تیرا بستر آگ کا اور کبھی تیری چادر پانی کی ہوتی ہے کبھی تیری خزانچی زمین ہے۔ اور کبھی تیری ماں پہاڑ ہے
تیرے چہرے نے میرے روز سیاہ کو منوّر کر دیا۔ تجھی سے دُنیا والوں کی اُمیدیں وابستہ ہیں۔
تجھی پر زمین کی مخلوق کی کُل اُمیدیں منحصر ہیں۔ تیری ہی کوشش سے کاروبار کا فساد دُور ہو جاتا ہے
تیری مدد سے حالات کی خرابیاں جاتی رہتی ہیں۔ تیرا وصل میری زندگانی تلخ کو شیریں کر دیتا ہے
سوداگر اور غوطہ خور سمندروں میں تیرے ہی لئے پویان ہیں۔ طالب اور صیاد سر کوہ میں تیرا جویاں ہے
خواجہ بزرگ نے تیرا لقب زیبا رکھا ہے۔ اور صاحب جلیل المرتبت نے تجھے شاید خطاب دیا ہے

جب حق اس کلام کا ادا کر چکا تو اُس اشرفی کو چوما۔ اور سر پر رکھا۔ اور دُعا اور ثنا میں زبان کھولی
میں نے کہا۔ اس کی ایسی اور اسی سکہ، ابر والی دوسری اشرفی کے بارہ میں کیا کہتے ہو۔ تاکہ اُس کو
بھی پہلی کے ساتھ ملالو۔ اور جیسی اشرفی کی تعریف کی ہے اُسی طرح اُس کی مذمت بھی کرو۔ اس اشرفی
کو دیکھا۔ اور ہنسا۔ اور پھول کی طرح کھلا۔ اور فی البدیہہ اشعار کہے۔ **قطعہ**

اے اشرفی تیرا دیدار صورت زحل سے بھی زیادہ منحوس ہے۔ اور تیری عادت ستم کی ہے اور تیرا بدل ڈالنا اچھا ہے
تیری محبت سے دوستوں میں ایک دوسرے سے جُدائی ہو جاتی ہے۔ ذاہد ایک روپیہ کے ساتھ تیرے عشق کی وجہ سے لڑتے رہتے ہیں
انسان کو خواہش نفسانی کے ساتھ قضا کی طرف کھینچ لانیوالی تو ہی ہے۔ مخلوق کی ہوس کے ساتھ موت کی طرف رہنمائی ہی ہے۔
محبوب بے ثبات اور معشوق منحوس قدم تو ہی ہے۔ محبوب بے وفا اور مرغوب فرومایہ تو ہی ہے
نظر عقلا اور دست علماء میں سبک مثل ہوا اور خوار مثل خاک تو ہی ہے
آگ اور صلیب کی طرح بیوقوفوں کیلئے لائق سجدہ تو ہی ہے مثل اصنام لات و ہبل احمقوں کی قابل پرستش تو ہی ہے

جب حقیقت اُس کی فضیلت کی میں نے جان لی۔ تو ہمیانی میں جو کچھ تھا۔ میں نے اُس کے سامنے ڈال دیا
اور ایک جگہ چلا گیا۔ اس کے بعد اُس کی بہت جستجو کی مگر اُس تک رسائی نہ ہوئی۔ **اشعار**

مجھے معلوم نہ ہوا کہ زمانہ نے کیا کیا۔ سپہر واژون اور بخت بد نے اُس کے ساتھ کیا کیا
اٹل قضا اور حکم ازلی نے اُس سے کیا چاہا۔ اور حوادث فلک ابلہ نے اُس کے ساتھ کیا کیا

آٹھواں مقامہ علم تصوف میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے جو وفادار اور صفا شعار تھا۔ بیان کیا کہ ایک زمانہ اقسام
مراتب نفسانی اور عطایائے مناسب انسانی سے جب دولت فضیلت و بلاغت مجھے حاصل تھی۔ اور
قرآن مجید پڑھنے سے مجھے فراغت ہو چکی۔ اور ابتدائی کتابیں پڑھ چکنے کے بعد تحصیل علوم عربی

مثل صرف ونحو ادب کی نوبت آئی - اور الف بے کی مشق سے گذر کر علم حساب کی تکمیل تک پہونچا - اور قرآن خوانی سے فراغت پاکر شاعری کی طرف مائل ہوا - تو ایک ادیب کامل کے ساتھ جو فن ادب اور سرمایہ فضل و ہُنر اور فضیلت و علم بلاغت میں نادر زمانہ تھا - میں اختلاط رکھتا تھا - **اشعار**

ہر مہینے میں ایک شہر سے دوسرے شہر میں شتران تیز رو پہ سوار ہو کے اور بیابان طے کر کے جاتا تھا راتوں کو چلتا تھا - باوجودیکہ میرے ساتھ سوا میری تلوار کے جو چراغ کی طرح چمکتی تھی - کوئی اور نہ تھا میں نے اپنے نفس سے کہا کہ طلب علم ادب میں سعی کر کیونکہ علم ادب سے بڑھ کے کوئی شرف قابل حسد نہیں، طالبانِ علم کی اگر طلب بزرگی و کمال میں آنکھیں خون آلودہ ہوں - تو اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اِن اجداد پر جن کو مرے برسیں گذر گئیں - دھوکا نہ کھا ؤ کیونکہ فخر تو ادب کامل کے ساتھ زیبا ہے نہ باپ پر فضیلت علم تمام مراتب سے بالا ہے اگر تجھے وہ حاصل ہو جائے - یہ نشر علم میں وہ بات پائی ہے جو اوروں میں نہیں **اشعار**

جو طلب علم ادب نہیں کرتا ہے وہ بستر شرف پر طرب نہیں کر سکتا - نور روز یقین کب دیکھ سکتا ہے جو آنکھ میں شب کا سُرمہ نہ لگائے - اگر تجھے ادب آموز میسّر ہو جائے - تو پھر زمانہ تجھے تادیب نہ کرے

اور میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ اگر والدین کسی بچہ کے اُس کی تادیب و تہذیب اپنے تازیانہ سزا سے نہ کریں تو زمانہ ادب آموز مدتوں اس کی تادیب کیا کرتا ہے - اور قرض خواہ حوادث اس قرض کو اُس سے مانگا کرتا ہے - **قطعہ**

اگر کسی کے ناصح اُسے رولاتے نہیں تو پھر اُس کے حال پر اُس کے دشمن ہنستے ہیں
وہ شخص نہایت نقصان میں ہے - جس کا انجام و آغاز یکساں اور برابر ہو -
جس کے والدین اُس کو ادب نہیں سکھاتے - حوادث زمانہ اس کی تادیب کرتے ہیں -

پھر کچھ دن تک اس دھوڑ دھوپ میں رہا - اور اِس جستجو سے اطمینان حاصل کیا - سامانِ سفر اِس مقام سے گدھے پر لادا اور اِس جگہ سے قدم نکالا - اور میں نے کہا کہ یہ جگہ ٹھہرنے کے لائق نہیں - اور یہ سامان ذخیرہ قیامت کے لئے مناسب نہیں - کیونکہ درجات دُنیا اور نجات عقبیٰ ان علوم پر منحصر نہیں - اور ان معلومات سے وابستہ نہیں - **بیت**

یہ دُنیا عقلمندوں کا گھر نہیں ہے - کیونکہ یہ روش تو کاہلوں اور چرواہوں کی ہے -

اور میں نے اپنے دل میں سوچا کہ جسم انسانی جو نتیجہ صنعت الہٰی ہے اور ترکیب الہٰی (یعنی جسم) جو بار گہ احکام حلال و حرام ہے - بالضرور تاریکی صلب پدر اور رحم مادر سے اس دُنیا میں اس لئے نہیں آیا کہ یاد کرنے والا اور حافظ زبان عربی و فارسی کا ہو - یا نقوش لوح عبارت عربی و حجازی پڑھ لے کیونکہ

شعر لبید کا پہچاننا اور نسب اولاد قحطان و شیبان کوئی علم نجات دہندہ و حاجت برآرندہ اور تجارت مفید اور نافع نہیں ہے۔ کیونکہ علم زبان عرب اور بلندی و پستی علم ادب میں مرتبہ خلیل و اصمعی سے بڑھ نہیں سکتے۔ اور یہ دونوں راسخون فی العلم کی ترازو میں پاسنگ بھی نہیں۔ اور راجعون فی الفضل کی کسوٹی پر کوئی رنگ نہیں رکھتے۔ جب دنیائے علم سے درگذر کی۔ اور فرش و سیع علم کا طے کر ڈالا اور نیکی و خوبی کا قدم کوچہ معاملہ میں رکھا تو دیکھا کہ کوئی گروہ عمدہ اخلاق والا گروہ صوفیہ سے بڑھ کے نہیں ہے۔ اور کوئی فرقہ خوب کردار تر فرقہ نیلی پوش سے نہیں۔ طریقت کے آداب ان میں مسلم ہیں۔ اور حقیقت کے اسباب ان میں مجتمع۔ لباس پوش جہاں علم و عمل ہیں۔ اور قاطع الطریق راہ امید و آرزو۔ دونوں عالم کی (موت پر) لباس ماتم و جامہ صبر مصیبت پہنے ہیں۔ تجاوز از بزرگی کا بستر بلندی سر پر رکھوں۔ اور اس گروہ کے شکاربند سے تعلق پیدا کروں۔ تاجران بے تصرف و سخیان بے تکلف ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے یہ لوگ پارسائی کی وجہ سے غنی ہیں۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ ان کا دامن تھاموں۔ اور مراتب و مراسم تصوف حاصل کروں۔ اور ذکر و مجمع و حلقہ فقراء کو پشت و پناہ بناؤں۔ ممکن ہے کہ ان شیروں کی پیروی سے کوئی شکار جال میں پھنسے۔ اور ان دلیروں کی بدولت کوئی شراب جام میں پڑے **قطعہ**

اگر تجھے زلف یار سے ملنا ہے تو نسیم بہاری کے ساتھ جا
اگر تجھے معطر ہونا مطلوب ہے تو ناقہ تاتاری کے پاس جا
جو تیرا مقصود دلی ہے۔ اس کی تلاش میں کبھی اس کے داہنے اور کبھی بائیں چل
اگر تو قناعت سے آشنا ہونا چاہتا ہے۔ تو گوشہ فقر میں جا
یاروں کے پاس صبح کی چغلی کے خوف سے شب سیاہ میں جا جو عیب پوش ہے
اگر تجھ کو گورخر اور بارہ سنگھے کی طمع ہے تو سبزہ زار شیر کے پاس جا

پھر خیال میں ایک اور بات آئی۔ اور فکر کو ایک اور بہانہ مل گیا۔ مَیں نے کہا اس گروہ کی اکثر باتیں سمجھ سے باہر ہیں۔ اور ان کی نامعلوم حرکتیں بے شمار ہیں۔ مَیں تو الفاظ بمعنے سے بھاگتا ہوں۔ پھر مشکل اور معمے میں کیونکر پڑوں۔ اس روش میں مقامات و مقالات بہت ہیں۔ اور اس پردہ تصوف میں اسرار و دعاوی بے شمار ہیں۔ مَیں نے تو علم فقہ سے انحراف کیا ہے۔ تو ان پوشیدہ باتوں کی طرف کب مائل ہو سکتا ہوں۔ مجھے کیا معلوم کہ زیادہ کھانا پینا جو شریعت میں ممنوع ہے کس وجہ سے اس فقر میں جائز ہے۔ اور مَیں کیا جانوں کہ ناچنا اور گانا جو دین میں حرام ہے۔ اس میں کیوں مرغوب ہے۔

ثابت و استوار ۱۲ — غالب ۱۲ — سالک ۱۲ — اسم بے مصداق ۱۲

مَیں نہیں جانتا کہ حال کیا ہے۔ اور قال کیا۔ اور مَیں نہیں پہچانتا کہ کینہ و غبار کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ مَیں کیا جانوں کہ کشف و شہود و ریاضت کے کیا معنے ہیں۔ اور مَیں کیا سمجھوں کہ رقص و سرود کی اجازت کس نے دی ہے۔ یہ سب سخت مشکلیں ہیں۔ اور یہ استوار مواقع ہیں۔ اگر ان وہمی صورتوں کو طبیعت معلوم کرلے تو اس فرقہ سے بیعت کر سکتے ہیں۔ اور جان و مال سے حاضر ہو سکتے ہیں مگر اس گروہ کے ساتھ عقیدہ آسانی و سہولت سے نہیں رکھ سکتے۔ جب کوئی فرقہ ان کا میسر آتا تھا۔ اور کوئی گروہ کسی گوشہ میں مقیم پایا جاتا تھا۔ مَیں اُس جماعت کا ناظر اور اُس شمع کا پروانہ ہوجاتا تھا۔ اور کشش طبیعت سے دل کو کام میں لگاتا تھا۔ اور ان کے عشق کی سواری پر تھوڑا تھوڑا بار لادتا تھا۔ اس وقت تک کہ نقطہ دل مرکز دائرہ کی طرح قائم ہوگیا۔ (یعنے مجھے تسکین ہوگئی) اور آفتاب تردد قریب بغروب پہنچا۔ اور دل نے اس طریقہ کے ایثار کو اختیار کرلیا۔ اور ہمت اس فریق کے گوشہ میں قیام پذیر ہوگئی مینے کہا کوئی ایسا صاحب طریقت و سلوک ہونا چاہیئے۔ کہ جس کی طرف نسبت بیعت کی جائے۔ اور نسبت اس مریدی اور ضیافت کی اُس کے ساتھ کی جاسکے۔ تاکہ اُس کی بدولت اس رنگ میں کوئی مرتبہ اعلی مل سکے۔ اور اس ڈھنگ میں اطمینان ہو سکے۔ **غزل**

اے محبوب جب تو اپنے دونوں رخساروں کے قریب اپنی دونوں زُلفیں لاتا ہے۔ تو گویا شگوفہ پر عنبر لگا دیتا ہے ....

کبھی تو شراب خالص شکر کے برتن میں ڈالتا ہے۔ اور کبھی صاف موتی شکر کی سیپ میں رکھتا ہے

کبھی معشوقان خلخ کی دلبری زُلفوں میں بھر دیتا ہے۔ اور کبھی بابل کی جادوگری آنکھوں میں بھر دیتا ہے

آفتاب کی طرح نُور کا لباس پہن لوں۔ اگر تو اپنا مرید مجھے بنالے

مَیں تو بندہ کی طرح تیرے پاؤں پر منہ رکھے ہوئے ہوں اور تو اس خیال میں ہے کہ مجھے ٹھوکر سے دُور کر دے

پھر جب اس گفتگو کی اُدھیڑ بن اور جستجو کی فکر میں کچھ دن رہا۔ تو اس معاملہ کے در و دیوار پر مکڑی کی طرح جالا تنتا تھا۔ اور نقاش نسیم کے مثل اس بات کے صحن اور سقف پر چند خطوط کھینچتا تھا۔ یہاں تک کہ پکے ہوئے زخم کو مرہم مل گیا اور صحرا کے پیاسے کے ہاتھ چاہ زمزم لگ گیا۔ **شعر**

دہر سرکش کا توسن مطیع و رام ہوگیا ۔۔۔ اور صبح روشن کا عمود ساطع ہوا

ایک صبح کو لوگوں نے مجھے خبر دی کہ ایک فقیر نیلے کپڑے پہنے شب گذشتہ کو مقام اوش سے آیا ہے شہرے بفرغانہ
اور ہمارے ہم نشین اُس کے دیکھنے کو جارہے ہیں۔ اور اُس کے باغ میں تحفہ پیش کرتے ہیں اور سامنے آتے ہیں۔ مَیں نے اس راہ کی گرد آنکھوں سے جھاڑی۔ اور اُس عزیز سے مَیں نے مرحبا کہا۔ اور ہوا کی طرح تمام اجزا کو دیکھا۔ اور آگ کی طرح کُل اجزا میں پہنچا۔ یہاں تک کہ اس مجمع کے حلقہ میں اور اس مقام

پر بھی پہنچا جہاں سے وہاں کی باتیں سُن سکتا تھا۔ اور پرُانی شناسائی کی وجہ سے اُس خانقاہ کی آمد ورفت میرے لئے مسلم ہوئی۔ اور اُس آستانے کی آشنائی محکم ہوئی۔ جب مَیں اُس مجمع میں گھسا اور دوُر سے دیکھا تو ایک پیر فرشتہ کا ایسا لطیف خُلق دکھائی دیا۔ اور مثل آسمان نیلی گدڑی والا۔ اُس کی داڑھی میں نوُر دل فقیر مجذوب کی ایسی سپیدی تھی۔ اور اُس کا چہرہ جان محبُوب کی طرح مقبول تھا۔ تعلقات جسمانی قطع کئے ہوئے تھا۔ اور شہرت ونام آوری کے اسباب سے دوُر تھا۔ روُح محض۔ نوُر پاک۔ عقل مجرد از مادہ۔ مستغرق۔ فرشتہ بصوُرت انسان۔ اور لباس نیلا مثل آسمان۔ دیکھنے میں ہمہ تن نوُر۔ اور بظاہر سراسر روُح تھا۔ زبان پر سکوت کا حکم رکھتا تھا۔ اور مُنہ پر خاموشی کا دہانہ لگائے ہوئے تھا۔ اس مُلک کے صوفی۔ اور اُسکی اطراف کے فقرا میں سے تو بعضے مؤدب بیٹھے تھے۔ اور بعضے تواضع اور عجز۔ کے ساتھ سامنے کھڑے تھے۔ اور وہ پیر چاند کی طرح اپنے نوُر میں بیٹھا تھا۔ اور مچھلی کی طرح گفتگو سے منہ بند کئے تھا۔ جب ایک گھنٹہ گذر گیا۔ اور ملنے والوں کا ہجوم کم ہوُا۔ اور جو بات باعث تکلیف تھی۔ دوُر ہوگئی۔ اور اُس کے پیالے سے صوفیوں کی شراب صاف باہر آئی۔ تو باقی صوُفی اس کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے۔ جیسا کہ آوازیں کان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور پروانہ کے مثل شمع کی طرف دوڑے۔ اور اُن لوگوں کے داہنے اور بائیں سے۔ "اے بلال اذان دے کہ ہم کو مطمئن کردو" کی صدا بلند ہوئی۔ اور بولے کہ اے تاریکیوں کی پیشانی کے شمع۔ اور اے خیرگی کی آنکھوں کے سُرمے **شعر**

وانتو نکے چمکتے ہوئے موتیوں نے کلام رنگین کے یاقوت برسا اور ہماری مُلاقات کے حج کیلئے میقات مقرر کر

(ایک دم سے براہ کرم ہونٹوں کو دانتوں پر سے اُٹھاؤ (یعنے کچھ بولو) اور اپنا حال زبان گویا سے بتاؤ۔ جو مالداران

اوس وودس قبائل یمنی کے لئے سرمایہ ہو۔ اور حوران بہشتی کے لئے زینت وپیرایہ۔ **قطعہ**

تیرے نیلے لباس کے جنّت عدن کے حلہ پوش بھی بندے ہیں

تیرے لبوں کی یاد میں گوشہ ہائے عبادت خانہ میں زمانہ کے زاہد بادہ نوش ہیں

تیرے لب ہائے شیرین نے شکر فروشوں کی کساد بازاری کردی ہے۔

پھر پیر نے سر اُٹھایا۔ اور کہا اے برادران رحمانی ودوستان ربانی۔ کوچہ سلوک اور راہ حقیقت میں جس کسی کو کوئی دشواری اور مشکل ہو وہ مجھ سے پوچھے اور معلوم کرے۔ کیونکہ کوے صوفیت میں بُخل نہیں ہوتا۔ اور جہاں فقیری میں احسان نہیں جتایا جاتا۔ جہاں کہیں فرش فقیری ہے (جس کو فقیری حاصل ہے) عالم علم سے یگانگی ہے۔ فقر وسلوک کے سمندر کی پری اور اس امر کے خلاصہ کے بارہ

میں مجھ سے پوچھو میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں جس چیز کا طالب تھا۔ اُسے پا گیا۔ اور جس کا میں عاشق وراغب تھا۔ اُسے دیکھ لیا۔ اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ یہ لاحل گرہیں کھل جائیں۔ اور یہ پُرانا زخم بھر جائے۔ میں نے کہا اے اس قسم کی دشواریوں کے لئے لبید۔ اور ایسے قفلوں کی کنجی۔ تمہارا کیا ہرج ہوگا۔ اگر میرے سینہ کے آئینہ کا زنگ دُور کر دو گے۔ اور فقر کی صُورت حسین حقیقت کے آئینہ میں دکھا دو گے۔ اُس نے کہا اے کرتل جوان۔ اور باغ ریاضت میں سروبلند۔ امتحان تو نہ کرو۔ اور پھر جو چاہو پوچھو اور غرور وخودستائی کے سوا جو جی چاہے کہو۔ کیونکہ رہنمائے علم میں گمراہی نہیں ہوتی ہے۔ اور نورِ صبح میں سیاہی نہیں پائی جاتی۔ جو دل میں آئے پوچھو اور اپنا سوال پیش کرو۔ میں نے کہا اے شیخ عشق راہ درویشاں میں مجھے ثبات و قیام حاصل ہے۔ اور ان کے خرقہ وعصا کی طرف التفات ہے لیکن چند واقعے ہیں جو اس راہ میں مانع اور بارگاہ فقر میں حائل ہیں۔ اور جب تک اس شک وگمان کی تاریکی دُور نہ ہوگی۔ نورِ صبح ویقین نہ ظاہر ہوگا۔ **قطعہ**

سیاہی شک کو ایسے چاند سے دُور کرو ے جس نے شبہائے تاریک کو نور سے پُر کر دیا ہے
نکوئی خدا ہی کیلئے ہے (کیا کہا ہے) اگر دانتوں کی سپیدی نمایاں ہو جس سے ستارے اور چاند تو دکھا سکے

پیر نے کہا اے قوتِ عمل والے اور ساعی بستر حال پر قدم رکھ۔ اور قال سے دُور ہو۔ پھر جو حائل راہ ہے اسے کہہ اور جس میں شبہ ہے اُسے پوچھ۔ کیونکہ دریا میں بغیر جہاز کے شناوری نہیں کر سکتے۔ اور بغیر رہنما کے صحرا میں عبور ناممکن ہے۔ میں نے کہا اے شیخ ابھی قدم عالم ظاہر میں ہے رفتہ رفتہ جہاں معنی میں پہنچوں گا مجھ سے بیان کیجئے۔ کہ نیلے کپڑے پہننے کا کیا سبب ہے۔ اور رنگوں میں سے اس رنگ کو کیوں منتخب کیا ہے۔ پیر نے کہا راہ فقر کے چلنے والوں میں سے بالکل مبتدیوں کا یہ سوال ہے۔ کاملین کوئے حقیقت ایسا سوال نہیں کرتے۔ تجھے نہیں معلوم کہ بدر روشن ومشک تیز بو مشتبہ و پوشیدہ ہوگیا۔ تُو نے سُنا ہے۔ کہ فقر سیاہی روئے ہر دو عالم ہے۔ دونوں عالم کے سیاہ رو کو کبود پوشی سے چارہ نہیں۔ کیونکہ جو کوئی صفِ ماتم میں بوٹے دار اطلس پہنتا ہے۔ دیکھنے والے اُس پر ہنستے ہیں۔ جس دن فلک گردندہ کو نیلا جامہ پہنایا تو اس نے زبان حال سے کہا کہ یہ جامہ تو سوگواروں کا ہے مجھے کیوں عطا ہُوا۔ جواب دیا چُپ رہ۔ جس کی پیدائش بھاپ اور دھوئیں سے ہوتی ہے۔ اُس کی اچکن اور کُرتا سیاہ اور نیلا ہی ہوتا ہے۔ وجود کے کپڑے کا تانا بانا جب صانع مشیت کے ہاتھ سے بُنا گیا تو ابتداً تانا بانا کالا اور نیلا تھا۔ یعنے یہ لباس سوگ وجود کا نقش ونگار ہے۔ اس گروہ کے علوم رتبت کا پلنگ پوش پہلے آسمان نیلی جامہ ہی کے کاندھے پر رکھا۔ اے جوان راہرو خوب سمجھ لے کہ جس کسی

کو نیلا لباس پہناتے ہیں۔ اولاد آدم کی سوگواری اُس کے ذمہ کرتے ہیں جبتک اس ماتم کدہ فنا (دُنیا)
میں رسم تعزیت ہے۔ ضرور سوگواروں کو کچھ دن نیلا لباس پہننے کے سوا چارہ نہیں ہے تاکہ ماتم آرائی
اور نوحہ سرائی کریں۔ عزور کے اطلس پوش اور سرور کے قصب پوش (ایک قسم کا نازک کپڑا) بہت ہیں۔
اگر ہزاروں زرق برق لباس پہننے والوں میں ایک گدڑی پہننے والا ہو۔ تو کوئی عجیب وغریب بات نہیں۔
جس پہلے صوفی تارک الدُنیا کو جو خانقاہ بہشت کا پیر تھا۔ اور جس کو جبرئیلؑ امین نے لباس رنگ
برنگ پہنایا وہ آدمؑ تھے۔ اُن پر رحمت خدا ہو" اور آدمؑ حوا اپنے اوپر بہشت کے پتے سینے لگے"
جب لنکا کے چشمے پر پہنچے۔ تو آدمؑ نے کہا۔ جب میں تیری خلافت کرنے جارہا ہوں۔ تو لباس
کو دھو ڈالوں۔ چشمہ سراندیپ سے اُن کے کپڑے نیلے ہو کر نکلے۔ فرشتوں نے کہا چونکہ تم
طرح طرح کے ماتموں اور روز افزوں غموں میں ہو لہذا تمہارا لباس اسی رنگ کا مناسب اور
سزاوار تر ہے۔ **اشعار**

خدا کی جُدائی کے سوگ میں تمہارا جامہ نیلا ہی اچھا ہے اُس کی آتش محبت میں ہر نفس مثل دودھ بہتر ہے۔
تیرے ہجر جانگداز کا وہ کرتا جو ذات عقل کو صبر کی تعلیم دے۔ اُس کا بے تانابانا ہونا ہی اچھا ہے

پھر کہا اے بچے ناداں اگر ہزار رنگ اور نقش و نگار اور زیور اور گوشوارے کسی دُلہن کو پہنادو۔
جب تک اُس کے رُخسار پر نیلے طغرا کا فرمان نہ ہو نیلگوں آسمان سے اُسے چادر عنایت نہ ملے۔ اور نظر بد
سے بچنے کے لئے حمایت میسر نہ ہو۔ اگر نیل کی نیلگونی میں چشم خواہش سے دیکھنا چاہتا ہے۔ تو رُخسار
معشوقان پر نظر کر۔ نہ فقیران نیلی پوش پر۔ کالے دانے اور نیل کو جو ایک کالا اور دوسرا نیلا ہے۔ بلحاظ
خاصیت تعویذ و حرز شاہان وعروسان جانتے ہیں۔ اور عقل کو اُنمیں مجال تصرف نہیں ہے خموشی فصیح تر اور آرام
واطمینان بامزہ لطیف تر ہے۔ عقل سخت کاوش یا کُند وسُست ان دقائق تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور
دانش عجب جو اس جامہ سے رنگ پذیر نہیں۔ اس فریق کے بعضے بزرگوں اور اس راہ کے بعضے
سالکوں نے یوں فرمایا ہے کہ جس دن مصنوعات کی کاریگری کے خزانچی نے رنگ برنگ لباس۔ رنگوں
کو پہنایا۔ اور جواہر کے جسموں کو الوان اور اعراض کے زیوروں سے آراستہ کیا۔ فضلا اور علما نے
دست غرض رنگ سپید کی طرف بڑھایا۔ کیونکہ "سپیدی افضل ہے" اور امرا اور سرداروں نے سیاہی
کی طرف رغبت کی۔ کیونکہ "سیاہی ناسب تر ہے" اور سمندروں اور درختوں نے سبزی کی چادر اوڑھی۔
کیونکہ "سبزی خوبصورت تر ہے" اور دُنیا کے ہیجڑوں اور عورتوں نے رنگ زرد سُرخ گردن ودوش
پر لگایا۔ کیونکہ زردی پسندیدہ تر ہے۔ پھر اس نیلے رنگ کا جو مثل ایسے سامان کے ہے۔ جیسے سیلاب

بھالایا ہو۔ جب کسی خریدار نہ ہونے کی وجہ سے مقام فساد اور بساط پر رہ گیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ نیلا رنگ مردودان دُنیا ہی قبول کریں گے۔ دُنیائے فقر کے مُفلسوں اور میدان فقیری کے سالکوں کو حکم ملا کہ رزق و شہرت تو دوسرے لوگ لے گئے۔ تم ہی نیلے رنگ کو قبول کر لو۔" ہر آدمی کے واسطے ایک پیالہ ہے"۔ تمہاری شراب اسی کاسہ میں ہے۔ اور تمہارا جلوہ اسی لباس میں۔ **شعر**

راہ نا اُمیدی اور جہان بیم میں خرقہ کبود بھی اور سیاہ گلیم بھی ہے

پھر کہا ایسے شکار جو مطیع و مانوس نہ ہُوا ہو۔ اور جال میں پُورے طور سے نہ پھنسا ہو۔ اس بات کا راز تجھ ایسے کوتاہ قدم سے نہیں کہہ سکتے۔ اور اس قصّہ کا جو بھید ہے تجھ ایسے افسردہ دم سے نہیں کہہ سکتے۔ جب ابتدا اس گفتگو کی حد کمال کو پہنچی۔ مَیں نے کہا یہ پوشیدہ بات روشن اور ثابت ہو گئی۔ اور یہ راز واضح اور مفصل ہو گیا۔ ایک شبہ اور ہے۔ اگر اجازت ہو تو اُسے بھی کہوں۔ اور جو چیز ہاتھ سے جاتی رہی ہے اُسے تلاش کروں۔ اُس شیخ نے کہا دستر خوان بچھا ہُوا ہے اور دروازہ کھُلا ہُوا ہے (کوئی مانع نہیں) میں نے کہا کہ اے پیر طریقت والے رہنمائے حقیقت معنی ناچ گانے کے ایسی خوشی و سرور جس سے نشاط حاصل ہوتی ہے۔ کس بنا پر ہیں۔ اور اس کو جائز قرار دینے والا اور اجازت دینے والا کون ہے اس نے جواب دیا اے بچے جسم کا پنجر مرغوب مُرغ دل ہے۔ اور بسط و کشادو حرکت و سکون جسم موافق اندازہ حالت قلب ہوتا ہے" ہر آئینہ اس میں یادگاری حق ہے۔ اُس شخص کے لئے جس کو دل ملا ہے"۔ جب طاہر رُوح انبساط و انقباض خدائی کا مشتاق ہوتا ہے۔ میدان عالم بالا میں پرواز کرتا ہے۔ اور مضطرب و متحرک ہو جاتا ہے۔ پنجرے (جسم) کے سکون میں اُس کی حرکت سے حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ عالم ظاہر (دُنیا) کے کوتاہ نظر سمجھتے ہیں۔ کہ یہ حرکت اختیاری ہے اور یہ جنبش اپنے ارادہ سے ہے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ رعشہ والے میں کپکپی بغیر اس کی خواہش کے پیدا ہوتی ہے۔ اور مرگی والے میں حرکت بغیر اس کے ارادہ کے ہوتی ہے۔ اگر بار کوہ و زمین زنجیر اور جھانجھ کی جگہ صاحب وجد و حال کی گردن میں باندھ دیں۔ تب بھی وہ حرکت سے باز نہیں آسکتا۔ **شعر**

جسم کبھی روحوں کی پیروی کرتا ہے۔ اور دل کبھی خواہشوں کے سامنے سر نیاز جھکا دیتا ہے

پھر سائل کی طرح مَیں نے دُعا و ثنا میں زبان کھولی۔ اور ادب و تعظیم کے ساتھ اُس کی خدمت میں کھڑا رہا۔ مَیں نے کہا۔ اے روح سے بھی زیادہ ضروری۔ اور عقل سے زیادہ سزاوار۔ اس مجمول کو بھی مَیں جان گیا۔ اور اس مجمل سے بھی فراغت ہو گئی۔ اس میں کیا ہرج ہے۔ اگر یہ پیالہ سے یارہ ہو جائے۔ اور شربت شیریں ہو جائے۔ پیر نے کہا اے لڑکے سوال کا دروازہ کھُلا ہے۔ اور خوان افضال رکھا ہے

میں نے کہا کہ مجھ کو گانا سُننے کے مباح ہونے سے اطلاع دو۔ اور درختِ علم سے اِس بارہ میں کوئی ثمر دو۔ پیر نے جب یہ بات سُنی۔ کانپ اُٹھا اور بھڑ گیا۔ اور کہا اے جوان انتہا پسند وغایت جو قدم ہدایت سے سرحد ولایت تک تین لاکھ میل کا فاصلہ ہے۔ یہ سوال تمہارے اندازہ سے باہر ہے۔ اور یہ خواہش نصُرت تمہارے اندازہ سیلاب و قدر سے بڑھ کے ہے۔ درگاہ سماع رفیع ہے۔ اور جہاں سمیع وسیع۔ ہر قادم کوتاہ اِس آستانہ وبارہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ اور کان ہر مدہوش کے اِس راز کو نہیں سُن سکتے " کفّار تو کلام حق سُننے سے بالکل دُور ہیں " شعر

تو سبزہ اور کچے دانہ کی فکر میں ہے۔ پھر سلک ورد کو کیوں پوچھتا ہے۔

راز ماہیت سماعت مناسب حال جماعت عام نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک سماعت کی شمع خلوت خانہ وجود میں روشن نہ کی۔ کسی کو آداب بندگی خطا نے نہیں سکھائے۔ جہاں کہ قبل از وجود اجسام اولاً از ذات سے خطاب " کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں " فرمایا۔ اُس خلوت خانہ کی شمع بجز قوت سماعت نہ تھی پہلے خطاب اِس گفتگو کا سماعت نے گوش میں پہنچا۔ اسی وجہ سے سماعت کو بصارت پر ترجیح ہے۔ اور یہ خطاب آیۃ صریح ہے۔ قول اللہ تعالٰے کا " اور اللہ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے " تجھے نہیں معلوم کہ جو چیز ضروری ہوتی ہے۔ اُس میں ممانعت اور اجازت کو دخل نہیں ہوتا۔ اور روک اور آزادی ایسی شے میں ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ایسے محل پر روک ٹوک تکلیف تحمّل سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوت گویائی و بصارت علت مواخذہ ہیں۔ اس وجہ سے کہ اِن میں صفت اختیاری پائی جاتی ہے۔ اور سماعت باعث گرفت نہیں۔ اِس وجہ سے کہ اِس میں صفت غیر اختیاری پائی جاتی ہے۔ تو نے کبھی غور نہیں کیا۔ کہ قوت گویائی کے لئے ایک دروازہ (دہن) دوپٹ والا (دواب) بنایا ہے۔ اور اُس پر مہر "خاموشی میں حکمتیں ہیں" کی لگا دی ہے۔ پھر عالم سماعت میں دروازہ کھول دیا ہے۔ اور آواز..... "پس سُنو" کی دیدی ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ جو چیز راہ سماعت سے داخل ہوتی ہے۔ اُس پر اطلاق ناجائز اور جائز کا نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ عشق دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو کانوں کے ذریعے سے۔ اور دوسرا آنکھوں کے وسیلہ سے۔ عشق بصر سے توبہ واجب ہے۔ اور عشق سمع سے توبہ واجب نہیں داؤد علیہ السّلام کا عشق آنکھوں کی راہ سے تھا۔ لہٰذا خواہ مخواہ اُس کی تعبیر یوں کی گئی۔ فرمان الٰہی۔ پس طلب مغفرت کی داؤد نے اپنے پروردگار سے اور سجدہ کنان جھک پڑے۔ اور توبہ کی " اور پھر وہی عشق سلیمان علیہ السّلام میں کانوں کے راہ سے داخل ہوا۔ قول اللہ تعالٰے " اور ہُدہُد نے کہا۔ کہ میں سبا کی خبر یقینی تمہارے پاس لایا ہوں " اِس لئے ڈانٹ ڈپٹ اور ملامت اور تخویف

کا باعث ہوا۔ اور مجمل کی تفصیل یہ ہے۔ کہ سماعت کا چشمہ طہارت کا چشمہ ہے۔ تہمت اور شبہ کا مزا وا نہیں۔ اور تجھے نہیں معلوم کہ "ایک نظر اگر پڑ چکی ہو تو دوسری نظر نہ ڈالو" مخاطب چشم پر صادق آتی ہے۔ نہ مخاطب سمع پر۔ کیونکہ شعاع نظر نظر کے دیکھنے کے استقبال کے لئے جاتی ہے لیکن جوہر گوش سماعت کے استقبال کے لئے نہیں جاتا لہذا سماعت صاحب ثبات ہے اور بصر صاحب التفات۔ اور تجھے علم نہیں کہ پہلے لذت سماع کا سننا کان کے لئے ہے۔ اور بیان اس مجمل کا نص قرآنی سے۔ قولہ تعالیٰ "جبکہ سنتے ہیں۔ وہ بات جو رسولؐ پر نازل کی گئی ہے۔ تو تو دیکھے گا۔ کہ ان کی آنکھ سے آنسو بہنے لگتے ہیں" معلوم ہوتا ہے۔ اور ایک جماعت نے فضیلت سمع میں اس قدر طول دیا اور زیادہ کلام کیا ہے۔ کہ سماعت کو ذمہ واری ایمان میں عقل پر ترجیح دی ہے۔ اور اس وجہ سے صحرائے گمراہی اور بیابان جہالت میں پڑ گئے ہیں۔ اُن پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور دوری ہے سننے والوں کیلئے جب فصیح کلامی شیخ کی دقائق کے بیان میں اس لمبی چوڑی حد کو پہنچی اور عقل سروں سے اور آرام دلوں سے دور ہو گیا۔ اور آفتاب نے ارادۂ غروب اور قصد غروب کیا۔ اور ستارۂ شعری نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ مینے اپنے گھر کا قصد کیا۔ اور اختیار تصوف میں مجھے کوئی بہانہ باقی نہ رہا۔ سویرے تڑکے سے (یا منہ اندھیرے سے) سپیدۂ سحر اور دن نکلنے تک قرین وہم نشین ہزار نالہ و آہ تھا۔ خانقاہ کی طرف چلا۔ اور خانقاہ میں اُس حریف روز گذشتہ اور پیراوش کا پتہ نہ پایا۔ مینے پوچھا کہ وہ آفتاب کس برج میں چلا گیا۔ اور اُس موتی نے کس ڈبیا میں کوچ کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اور تم حیرت میں برابر ہیں۔ اور اُسکے نام و نشان سے بے خبر۔ **اشعار**

مجھے نہ معلوم ہوا کہ پیراوش کہاں گیا لیکن گردش زمانہ روز و شب گذشتہ نے اس کے ساتھ کیا کیا

خوش بختی کے بعد صبح سپید لباس اور شام سیاہ پوش نے اُسے کیسا بد بخت نہ پایا

نویں مجلس سُنّی اور موجد فی الدّین کے بیان میں

مجھ سے ایک ایسے دوست نے حکایت بیان کی جس کا سینہ جویائے محبت اور زبان راست گفتار تھی۔ کہ ایک وقت میں زمانہ حج اور زیارت قبر مطہر رسولؐ مقبول کا آ گیا۔ حاجیوں کے نقارہ کی آواز چوک سے بلند ہوئی۔ عشق نے کعبہ کے اور محبت نے اُس آستانہ بلند کے قرض خواہ کی طرح میرا دامن پکڑا اور سوز عشق زیارت حضرت نے مجھے گھیر لیا۔ **اشعار**

خوشی کی تمنا مینے چھوڑ دی اور دل کو اُس جستجو میں لگایا۔ اور دلیروں کی طرح رات کے گھوڑے پر زین سفر رکھا

زمانہ نے جو مجھے تلخ مصائب دی۔ مَیں نے اسکو شکر کی طرح شیریں سمجھا۔ اور آسمان نے جو کانٹا چبھویا مَیں نے اس کو خرما جانا
مَیں نے کہا اس اقامت پر رشک قابل نفرت ہے اور قیام کے سر پر خاک ہو۔ کانٹوں پر پاؤں رکھنا
اور سر آگ میں دے دینا کاہلی کے قدم کو غفلت کے دامن میں پھنسانے سے کہیں بہتر ہے۔ اشعار

پس افسوس ہے۔ اس اقامت پر اور دوری مشعر الحرام و مقام ابراہیم پر
جب مجھے شوق ستاتا ہے مَیں آرزومند ہو کر آتا ہوں اور مَیں مشتاق خانہ کعبہ ہوں
میری جان کوہ عرفات مکہ کی طرف رواں ہے۔ اور اقوام کریم میں وہ روح کھڑی ہے
کیا مجھے یہ بات میسر ہے کہ آب شیریں زمزم کی طرف بلا ممانعت میں اپنی عنان اُٹھاؤں
اور مَیں اُمید کرتا ہوں کہ خانہ کعبہ کا طواف کروں اور قریب ہوں حجر الاسود با تعظیم بوسہ دینے میں
اور منا میں مَیں اپنی آرزو پاؤں کیونکہ منا میں کنکریاں پھینکنا مجھ پر لازم ہے
خدائے کعبہ کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ یہی میرا نہایت مطلب اور غایت مقصد ہے
دیکھئے کب ہوس پوری ہوتی ہے۔ اور مَیں راہ مدینہ پر چلتا ہوں
عاشقوں کی طرح ارادہ چلنے کا کروں۔ اور مشعر الحرام میں پہنچوں
اس آرزو کا سامان سفر گھر سے نکالوں اور خم سے اس شراب کو جام میں انڈیلوں
جسم با ناز و زیبا کو شہرت نام وری کے تماشے میں لگاؤں
خاص بندگان خدا کا واسطہ سے اپنی حاجتوں کو دربار عام میں پیش کروں

ایسے شوق کی سواری پر ایسی آرزو کے جانور بار برداری پر منزلیں اور مرحلے طے کر رہا تھا۔
اور گھاٹوں اور چشموں سے مَیں گذر رہا تھا۔ آنکھوں میں سُرمہ بیداری تھا۔ اور دل میں فرض ادا
کرنے کی حرص تھی۔ میرے ساتھی ایک دوسرے پر اتنے نازاں تھے کہ اُتنا ناز شراب کو جام پر نہیں
ہوتا۔ اور شراب شام سے بھی زیادہ موافق اور ساز گار تھے۔ وہ سب بطور جوانمردی و مروت سلسلہ
دوستی اور بھائی چارہ میں داخل ہو گئے تھے۔ نہ سبب نسبت پدری و پسری۔ اشعار

تو اُنہیں دیکھے گا کہ وہ بھائی تو ہیں۔ مگر حسب و نسب کی وجہ سے نہیں جسطرح تلواریں ایک نیام میں اکٹھا ہوں
تو اُن کے خلاق کو خوبی کی وجہ سے دیکھے گا کہ مل گئے ہیں جس طرح آب یاران شراب میں مل جاتا ہے
تہ دل (صمیم قلب) سے ہر ایک کی دوستی تھی۔ آشیانہ دل کے سب آشنا تھے
سب کے سب باہم ابتدا سے شہر و کوچۂ خانہ دل سے نکلے تھے

ایسے کارکُن یاروں اور وفادار دوستوں کے ساتھ راستہ طے کر رہا تھا۔ اور منزلیں گنتا جاتا تھا۔ یہانتک

کہ سرحد خراسان کے ایک شہر میں پہنچا۔ جس کا نام دامغان ہے۔ دو تین دن سب ساتھی وہاں رہے۔ اور تکلیف سفر سے آرام پایا۔ اور بار مشاہدہ شانہ سعی سے اُتار کے رکھا۔ یا مجھے بھی اِن سے موافقت کرنے کی توفیق ملی۔ اور مینے بھی رفاقت کا تاگا بٹا۔ اِس شہر کے بازاروں اور راستوں میں پھرتا تھا۔ اور اخلاق کے موتی ریاضت کی راتوں اور سفروں میں صاف کرتا تھا۔ اور نہ دیکھی ہوئی چیزوں کو عبرت کی آنکھ سے دیکھتا تھا۔ اور نہ سُنی ہوئی باتوں کو فائدہ حاصل کرنے کے کانوں سے سُنتا تھا۔ قیام کے دوسرے روز معتمد اور امین لوگوں سے مینے پوچھا۔ اور شہر کے نیکوں اور صالحوں سے سُنا کہ یہاں ایک پیر بزرگ ہے جو بلغار سے آیا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اِن ایام خوب میں رفیقوں کے ساتھ منسوب ہیں۔ وقار و تمکین کے ساتھ اصُول و فروع میں مناظرہ جدال شروع کرے اور کل کے دن جب صبح روشن تاریکی کے پردہ سے چمکے۔ اور آفتاب پانچیں آسمان کے سایہ میں بستر نور بچھائے۔ گیسوئے نور صبح سے لیکر تاریکی شام تک یہ مناظرہ روبرو ہو۔ یہانتک حق بات کسی کی زبان سے ظاہر ہو۔ اور پردہ نشین صداقت کسی کے حجرہ سے نکلے" تاکہ جو شخص ہلاک ہونے والا ہے۔ وہ حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک ہو۔ اور جو زندہ رہنے والا ہے وہ بھی حجت تمام ہونے پر زندہ رہے"۔ اور فلاں مقام اِس ہجوم اور اجتماع کے لئے مقرر ہے۔ اور وعدہ گاہ اِس انتظام کا ہے اور عالم دونوں فریقوں کے اور امین دونوں طریقوں کے درمیانی اس محاکمہ کے اور مصلح اس مخاصمہ کے ہونگے۔ یہانتک کہ قدرت جدال تفصیل و اجمال مقام میں کس کو حاصل ہوتی ہے۔ اور کون مذہب غالب و فتح مند۔ اور کون قوم مغلوب ہوتی ہے مینے اپنے دل مین کہا سبحان اللہ یہ ایک شربت گوارا ہے۔ اور کیا خوب خوش بختی موجود و آمادہ ہے مجھے تمنا ہے کہ ان صدر نشین آدمیوں کی جوتیوں ہی کے مقام پر جگہ مل جائے۔ اور اس جھگڑے اور مناظرہ کے دالان میں پناہ ڈھونڈوں اور دیکھوں کہ دو شیر بیشہ معرکہ دین میں کیونکر اُلجھتے ہیں۔ اور آتش جنگ کیونکر ایک دوسرے پر ڈالتے ہیں اور اس گروہ کے ساتھ جو مشتاق اس کام کا اور غمخوار اس پیکار کا تھا۔ اس رات کو ہم نوالا اور ہم پیالہ رہا۔ اور ہم لباس اور ہم کاس رہا۔ اور تڑکے سے کوّے کی طرح سویرے نکلا۔ اور ابر کے مانند تیز چلا۔ جب قدم جستجو سے اُس مناظرہ کے میدان میں پہنچا تو ایک مقام پر جو راہ عام سے الگ اور اہل اجتماع سے خالی تھا" درمیان تنہ درخت و درخت باساق و بے ساق اور شگوفوں کے" ایک بستر بچھا ہوا دیکھا اور صفیں تلے اوپر۔ اور ایک مسند صدر میں بچھی ہوئی۔ اور ایک جماعت انتظار کے پاؤں پر کھڑی تھی۔ نقیبان خوب و خطیبان فصیح ہر طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک فریق عباسی رنگ کا

اور ایک گروہ زرد رنگ کا اور ایک جماعت سیاہ رنگ کا لباس پہنے ہوئی تھی۔ اور ایک مجمع لباس اہل بیت افضل البشر میں تھا۔ بعضے تو مثل بنفشہ سیاہ گلیم تھے۔ اور بہت سے مثل شگوفہ سپید جلد یا سپید لباس۔ **بیت**

وہ دونوں سپید و سیاہ مجمع خوف و امید کی طرح باہم ملا ہوا تھا

کسی کو طاقت لب ہلانے اور قوت بات کہنے کی نہ تھی۔ خموشی مچھلیوں کی طرح اور سکوت دیوار کے مثل تھا۔ میں بھی ہمراہیوں کے ساتھ گوشہ میں کھڑا تھا۔ اور ان کی صورتوں پر آنکھ لگی تھی۔ یہانتک کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک پیر سُنی المذہب بے زین گدھے پر سوار آیا۔ ایک جماعت کثیر و مردمان باشکوہ کے ساتھ۔ مولویانہ چادر اوڑھے ہوئے اور عبا پہنے ہوئے۔ جب جوتیاں اُتارنے کی جگہ پر قدم رکھا۔ تو یُوں بولا مُسلمانوں پر سلام۔ اور قوم بزرگ پر تسلیم۔ کالے کپڑے والے تعظیم کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور زبان کو سلام و ثنا سے زینت دی۔ اور کہا تم پر اور اس شخص پر جو تمہاری موافقت اور رفاقت راہ اسلام میں کرے سلام ہو۔ پھر وہ بڈھا اس مسند کے ایک گوشہ پر متفکر بیٹھ گیا۔ اور ذکر خدا کرتا تھا۔ اور مثل آفتاب سر اُٹھایا۔ اور نقاب چہرۂ مثل ماہ کامل سے اُتار ڈالی۔ اور دوسری طرف سے پیشوائے سفید پوشاں بالائے حصار سے لب جویبار پر آیا۔ اس کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ ایک جماعت اہل کفر کے لباس میں۔ اور ایک گروہ جامہ اہل اسلام میں کچھ فوجی اور کچھ نیکوکاروں کی ہیئت میں۔ ہر ایک تیغ و سنان ہاتھ میں لئے تھا۔ اور پیر کو بیچ میں کئے تھا۔ زبان فصیح اور بیان نمکین سے آواز دی۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ پھر اس کے پیروان و انصار نے جواب دیا۔ تم پر اور اہل پرہیزگاری پر سلام ہو۔ پیر اس مسند کے دوسرے کونے پر بیٹھ گیا اور آپ ہی آپ مُسکراتا تھا۔ اور ہر سمت کے لوگوں کو جھانکتا اور بھانپتا تھا۔ ایک گھنٹہ کامل گذر گیا۔ اور جوش و خروش تماش بینوں کا بڑھ گیا۔ اور جاسوسان حواس گفت و شنید اور گرفت و دید سے مطمئن ہو گئے۔ تو پیر کباری پیر بلغاری کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا۔ اے شیخ کیا ہم نہیں بیٹھے ہیں۔ ایک ایسے امر دشوار کے لئے جو ہمیں مغموم کر رہا ہے۔ اور ایک ایسے حال کے لئے جو ہمیں لاحق ہے اور ایک ایسے امر دشوار کے لئے جو ہمیں شامل ہے۔ پیر بلغاری نے کہا بیشک قسم ہے اُس ذات کی جس نے گویائی و خموشی کو اور بغض و محبت کو پیدا کیا۔ اور دانت نکالے اور گواہ کو بُلایا (معجزۂ نبیؐ) جو تمہارے لئے مفید ہے۔ پوچھو۔ اور جو حکمت و نصیحت کی بات ہے اُسے سُنو۔ پیر بالائی نے کہا۔ اے شیخ سودائی جس مرتبہ بلند پر میں ہوں۔ اُس میں اور حکمت و نصیحت و ژندو پاژند میں فرق اس سے بڑھ کے

ہے۔ کہ مصر سے لیکر نجند تک بات جانچ اور تول کر اور بنا سنوار کے تم کہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نادانوں کی طرح تم سے مواخذہ ہو۔ کیونکہ لغزش کلام سے روگردانی نہیں ہوتی ہے۔ اور لغزش گفتگو سے درگذر نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ جو کوئی بلندی سخن سے گر پڑا۔ اور سواری کلام سے زمین پر آیا۔ کبھی اُس کا پاؤں رکاب سواری میں اور اُس کا ہاتھ لگام کامگاری تک نہیں پہنچتا۔ **بیت**

قلب کو نالۂ بسیار ہلاک کر دیتا ہے۔ اور جسم کو زبان گویا مٹا دیتی ہے

پیر بلغاری نے کہا تجھ جیسے دشمن کے ساتھ بات کے لئے اس قدر نقش و نگار اور پود تار کی ضرورت نہیں۔ **ترجمہ قطعہ**

عنقریب تو جان لیگا جبکہ مختلف طعنیں نیزے کی پہنچتی ہوں گی۔ اور تمہاریں اور باگیں مل گئی ہوں گی کہ میں اُن کے برداشت کرنے میں کیسا بہادر ہوں اور شربت ضرب کے چکھنے میں کیسا بزدل ہے

ظاہر ہے کہ لڑائی اور جھگڑا اور ماننا اور نہ ماننا تیرا چند فروغ و اصول کے میدان میں ہے اور یہ عرفان باری تعالےٰ جس کا تعلق معقول سے ہے نہ منقول سے کس حد تک ہو سکتا ہے لیکن جب بات انصاف سے کیجائے نہ بیہودگی سے تو راز اس بات کا آئینہ توحید میں تیری چشم عقلا کے سامنے اس طرح پیش نظر ہوگا۔ کہ بغیر آنکھوں کے دیکھ لیگا۔ اور پڑھ لیگا اور بغیر عقل کے پالیگا اور جان لے گا پیر حصاری نے کہا کہ اپنے منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اس سے نہ ہٹ۔ اور بستر مقصد پر تو نے آرام لیا ہے بس اوٹھا ڈال۔ ذرا ٹھہر تاکہ میں اس میدان میں قدم دھروں۔ اور اس پر وہ بات کروں۔ کیونکہ تو مہمان ہے۔ اور شرط مہمان یہ ہے۔ کہ اس سے سوال کیا جائے۔ اور وہ سائل نہ بنے۔ اور جواب دہندہ ہو۔ معترض نہ ہو۔ پھر کہا اے شیخ کس بات سے تو خدا کو پہچانتا ہے (خدا کو کیونکر جانتا ہے) اور خالق باری کو کس بات سے جانتا ہے۔ پیر نے کہا یہ سوال تو منکر نکیر کا ہے نہ تجھ ایسے پیر کا۔ اگر جاننا چاہتا ہے تو سُن۔ اور جب سُن لے تو چلا جا۔ خوب سمجھ لے کہ معرفت کے واسطے ایک بنا ہوا آلہ ہے۔ اور معرفت کے لئے عقل سلیم درکار ہے عقل کے ہوتے نقل کی ضرورت نہیں۔ تو پابند نقل ہے۔ اور میں پابند عقل۔ اور میرا مذہب یہ ہے۔ کہ عقل کو نقل پر برتری ہے۔ اور یہ بات ثابت و صحیح ہے۔ احکام نقلی میں جھوٹ سچ اور کمی و زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن آئینہ عقل میں سوائے صورت صدق اور جمال ثواب کے اور کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ کیونکہ عقل مشعل راہ اور رہبر توفیق ہے یہی وجہ ہے کہ جس کسی کو اس زیور عقل کا خلعت نہیں دیا ہے۔ اس پر تکلیف شرعی کا بھی بار نہیں ڈالا ہے۔ کیونکہ احکام سماعت جو اس جماعت کو مقبول ہیں وہ مشترک ہیں۔ اس لئے کہ جبتک

بولنے والی زبان اور سُننے والے کان نہ مہیا ہوں - کوئی حکم سمعی عالم میں ثابت نہیں ہوسکتا - بس عقل بطریق ختم بغیر مدوان سب آلات جانتی ہے - اور سمجھتی ہے کہ عضو گویا (زبان) کی ضرورت ہے اور قوت سماعت کی پس فایدہ عقل بذاتہٖ ثابت ہے - اور فایدہ گوش بالآلات و اسباب - اور یہ فرق عقلا پر پوشیدہ نہیں ہے - اور نیز عالم والے جانتے ہیں کہ جب تک گزک عقل کو دسترخوان وجود پر نہ رکھا قلم تکلیف کو اجازت حرکت نہ دی - یعنے مکلف باحکام شرعیہ نہیں کیا - ترجمہ اشعار

جس سے فکر عاجز آتی ہے عقل اُسے دریافت کر لیتی ہے اور عقل کے سامنے سماعت و بصارت عاجز ہوتے ہیں

پس جسم کو ملا جو کچھ اُسے امر عظیم سے ملا - اور رُوح سے پوچھا جائے گا جو کچھ ممنوع ہے

عقل ہی ہے جس کے ہاتھ میں شمع ہدایت ہے - چرخ بلند قدر جو اونچا ہے - اس کے آگے پست ہے

جہاں اسکی رسائی ہے بلند ہی آسمان وہاں کب پہنچ سکتی ہے - جہاں اس کا وجود ہے ہمارا تمہارا وہم وہاں کب پہنچتا ہے

احکام زمانہ آبدار اور اخبار زمانہ ازل سب کے سب اُس عقل کی ڈوری اور کانٹے سے وابستہ ہیں

جب بات پیر بلغاری کی اس حد کو پہنچی - اور پیر حصاری نے یہ تحقیق و تدقیق دیکھی - سمجھا کہ عنان سخن اُس کی رہ جاے - اسپ بیان کو میدان میں خوب تیز دوڑاے تاکہ کلام کو قوت ہو - اور رونق و تازگی پکڑے - کہا اے شیخ زیادتی کلام میں کوئی عقل کی بات نہیں ہے - زیادہ لذت دار کلام تو مختصر تر ہے - اور بہترین کلام وہ ہے - جو دشمن کو عاجز کردے مچھلی کی طرح کچھ دیر چُپ رہ اور سیپ کے مثل تھوڑی دیر کے لئے ہمہ تن گوش بن جا - متخاصمین کی بات باری باری سوال وجواب کرنے کے سوا اچھی نہیں معلوم ہوتی - بلبل کی طرح شور نہ مچا - اور بلبل کی طرح اس قدر نہ چہچہا - اور مرغ کی طرح اپنے شور و غل کا عاشق نہ ہو - سُن تاکہ سمجھ لے کہ تو کچھ نہیں جانتا - اور سُن تاکہ تو معلوم کرے - کہ تو کچھ نہیں پہچانتا - قطعہ

ذرا ٹھہر تیرا دشمن جنگ میں رنگین نیزہ والا اور جھنڈا گاڑے ہوئے ہے -

تو اپنے دشمن تیرانداز کو جان لیگا - جب وہ تجھ کو روز جنگ طعن نیزہ کے سامنے بلائیگا -

اے شیخ جب تُو نے اس قدر بیہودہ و نامربوط اور بے معنی باتیں کہیں اب متوجہ ہوجا تاکہ دشمن کے سوالات بھی تو سُنے اور بے فایدہ سوالات سے ہاتھ اُٹھالے - تجھے نہیں معلوم کہ عقل میں اچھائی اور بُرائی دونوں ہیں - اور نیک و بد دونوں سے تعلق ہے - کیونکہ خیر شر عقل ہی سے پیدا ہوتا ہے اور راہنمائے عقل دونوں طرف رہبری کرتا ہے - اس لئے کہ عقل صاحب خانہ آرام خواہ ہے - اور واعظ مصلحت گو - جو کوئی بمصلحت عقل ہی کام کرتا ہے - آزادگی کو بندگی کے ساتھ بیچا - کیونکہ عقل آزمایش اور

جانچ میں نہیں پڑتی ہے۔ اور ذلت وخواری نہیں اختیار کرتی ہے۔ کرنا نہ کرنا قواعد جائز شرع سے ہے۔ نہ نتائج عقل سے۔ اللہ تعالٰے شراب پینے اور گانا سننے سے منع کرتا ہے۔ اور حاکم عقل جو علت خواہ اور عذر گو ہے وہ کہتی ہے۔ کہ شراب قے لاتی ہے۔ اور گانا دماغ کو قوت دیتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں قلب آدمی کے لئے ضروری اور مناسب ہیں۔ اور اس سے واضح تر اور روشن تر یہ بات ہے تو کیا کہتا ہے۔ در بارہ پرستندگان آتش (گبرو آتش پرست) اور صلیب اور جینو کے پجاریوں کے بارہ میں۔ وہ نوبت سامنے رکھتے ہیں۔ اور گدھے کے سم کے تابعدار ہیں۔ یہ لوگ عقلمند ہیں یا دیوانے۔ علمائے عالم وعقلا وحکمائے انسانی کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فرقے بڑے عقل والے اہل ایمان کے برابر ہیں۔ اور صاحبان توحید کے گروہ کے ہم مرتبہ۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان وتوحید کے ساتھ مخاطب ہیں۔ اور اس بات کے ترک کر دینے پر لائق وسزا وار عذاب وعقاب ہیں۔ اگر ان کی عقل میں کچھ خلل ہوتا تو ایسا مخاطبہ ان کے ساتھ جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ تکلیف مجبور اور غیر متحمل پر اور لازم کرنا کسی شے کا کم قوت اور نادان پر طریقہ حکمت اور فایدہ سنت سے دور ہے۔ اگر ہماری تمہاری عقل قادر اور غلط کار سکے موافق کاموں کو دوام اور نظام ہو۔ تو رسولوں کے بھیجنے اور انبیا کی ہدایت اور ادیبوں اور فقیہوں کے وعظ اور علما وحکما کی تعلیم کی کیا ضرورت تھی۔ اور جو فایدہ کہ تم قرار دیتے ہو اس سے بطلان نبوت اور تکذیب رسالت لازم ہوتی ہے۔ عقل کہتی ہے کہ جب رات ہو جائے تو سو جا کیونکہ نیند سے حواس کو راحت ملتی ہے اور جسم انسانی سواری بار اور مرکب کار ہے۔ جب تک رات کو آرام نہ کرے دن کو متحمل بار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بات پسندیدہ اوستاد عقل ہے۔ پھر گوش کو ادب سکھانیوالا فرماتا ہے۔ قُمِ اللَّيْلَ ۔ رات کو کم از کم نصف شب اور پھر اسی طرح کہتا ہے۔ رات کے کچھ حصہ میں جاگتے رہو۔ قرآن پڑھتے ہوئے بطور عبادت مخیر واجب کہ یہ تیرے لئے مفید ہے۔ معلم عقل تو آرام وآسایش کا حکم دیتا ہے۔ اور مودب سمع نماز وروزہ وثنائے الہی کا۔ شیخ ان دونوں نصیحتوں میں سے کسے پسند کرتا ہے۔ اور ان دونوں روشوں میں سے کس سے اختلاف کرتا ہے۔ اور یہ جو تو نے کہا کہ جب تک عقل کے پاؤں سے پچھاڑی نہ کھولی۔ حکم ومنع کا قلم تکلیف کی تختی پر نہیں چلایا۔ یہ بات بھی مسلم نہیں ہے۔ اور یہ قاعدہ بھی محکم نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ عقل علت تکلیف اور سبب امر ونہی نہیں ہے۔ بلکہ شرط تکلیف ہے۔ اور فرق درمیان شرط اور علت یہ ہے۔ کہ علت ذات کو بدل دیتی ہے۔ اور شرط زواید صفات سے ہے۔ بیماری کو علت اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ کہ وہ ذات بیمار میں تغیر پیدا کر دیتی ہے۔ جس طرح عقل کو شرط تکلیف ہے۔ بلوغ بھی شرط ہے اور قوت وزمانہ ومقام بھی شرط ہے۔ ان سب میں سے کوئی ایک بھی علت تکلیف

نیب نیفہ - بلکہ ہوتت کلیت صفت بندگی اور صفت غلامی ہے اور طرز اس کلام کا شرح والا ہے - اور اس فکر کے پیالہ
کا پانی صاف اور بارونق ہے - جب آثار روشن اور دلائل واضح سے معلوم ہوگیا کہ شمع و نقل سے تمسک علم و عقل کے
تعلق و تعلم سے زیادہ واجب ہے - تو بالضرور مجبوراً استماع و روایت سے چارہ نہیں کیونکہ عقل جو روایت کہنے
اور سننے والے سے کرتے ہیں اور سنانے والے کو سننے والے بغیر چارہ نہیں - اور اس سنانے والے کو چاہیئے
کہ ذاتاً و صفاتاً معصوم ہو - اور اس خبر دینے والے کو لازم ہے کہ راست گفتار ہو - تاکہ اس کی خبر گمان
کو بدل دینے والی ہو - اور مثل آنکھوں کے دیکھنے کے ہو - کیونکہ اگر وہ خبر ایسی نہ ہوگی تو باعث علم و عمل
نہیں ہوسکتی اور دشمن کے لئے مسکت اور اس پر الزام قائم نہیں کرسکتی - اور ہم بھی اسی قاعدہ کے
اصول کو قائم رکھتے ہیں - اور بنیاد اس بات کی ثابت - عقل شک شبہ میں ڈالتی ہے - اور فکر غلطی بھی
کرتی ہے - اور صواب بھی - جب پیر کہساری نے یہ بات کھلم کھلا کہی - اور ترکش بلاغت کو خالی کرچکا - اور
تیر شجاعت پھینکا - پیر بلغاری دلیر کی طرح کمین سے اور شیر کی طرح بیشہ سے نکلا - اور کہا - سبحان اللہ
تجھ پر نظر خدا ہو - اے پیر بے تدبیر بدترین آواز گدھے کی ہے - کوے ہیں بے تکی آواز سے کوئی
خوبی نہیں بڑھتی - یہ بیہودہ باتیں ہڑبونگ اور عوام سے مناسب ہیں - نہ مجمع فضلا میں شیخی کے لئے
پردہ نشین علم کو پردۂ راز میں دلھن کی طرح جلوہ دیتے ہیں - نہ میدان آواز میں چپ رہ - تو نے جو کچھ کہا
نہ یہ وحی قرآنی ہے اور نہ حکم توریت و انجیل - اس بات کی کل کائنات اور اسکے بلند و پست میں کوئی تازگی نہیں -
اور باریک بینی و تاثیر بھی نہیں - سن تاکہ تجھے معلوم ہو کہ یہ ورق محفوظ اپنے مثنوی اثر کے ساتھ ملحوظ نہیں -
اور جو کچھ تو نے کہا اور زبان پر لایا - اس سے استغفار اور اعتذار واجب ہے - **قطعہ**

رک جا دراز دستی اور جنگ سے - اور چھوڑ دے دلیری و کمینگی یا جھگڑے کو
بالضرور مہلت دے - کیونکہ ستاروں اور قندیلوں میں بڑا فرق ہے
ہزاروں سے بھی زیادہ اس میدان کے چاروں طرف محال و بیہودہ گو زبانیں گفتگو سے گینڈا ہو گئے ہیں
جس کتاب کی تو یہ بیہودہ باتیں پڑھتا ہے نہ اس میں ذوق سخن پاتا ہوں اور نہ رنگ و بو بس چل تے
اگر دفتر قرآن سے تجھے کچھ امید ہے - تو اپنے اس دفتر سیاہ کو آب معذرت سے دھو ڈال

اگر دلائل نقلی اور آثار سمعی یہی ہیں جو تو نے کہے تو موحدوں کی تو ہے - کو مقلدوں کی تقلید پر کوئی افضلیت
اور بیشی نہیں ہے - ہم تو بیان اصول میں ہیں - اور یہ بات بیکار روایوں میں سے ہے ثریا سے تحت الثریٰ
تک اور فلسطین سے ریت تک بڑا فاصلہ ہے - اور بعید خوف - تو نے جو سوال کیا ہے یہ اس کی تشریح
نہیں ہے - اور جو بات تو نے پوچھی ہے - یہ اس کی دلیل نہیں - تو نے تو وسیلہ معرفت سے سوال

کیا ہے۔ نہ حالت معرفت سے۔ اور جب وسیلہ معرفت سے سوال ہوگا۔ بالفرض اُسی کا بیان کیا جائے گا۔ اور بیان وسیلہ وہی تھا۔ جو کیا گیا۔ کیونکہ حق تعالےٰ نے ہر چیز کی معرفت کے لئے ایک آلہ بنایا ہے جو اس چیز کے ادراک کے واسطے موضوع و مصنوع ہے۔ کیونکہ جو ترتیب عالم میں واقع ہوتی ہے بے آلہ نہیں ہوتی اس لئے کہ فاعل بے آلہ و عالم بے وسیلہ تو صرف خدائے برتر ہی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں فرماتا ہے۔ ہم نے آسمان کو ہاتھوں یعنے قدرت سے نہ کسی آلہ سے بنایا۔ لیکن جب عالم مجردات سے جہاں مرکبات میں آئیگا۔ تو تُو جان لیگا کہ عالم اسباب میں فراش گھر کو بغیر جھاڑو کے نہیں جھاڑ سکتا۔ اور اس ایوان عالم ظاہر کو نقاش بغیر قلم منقش نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بغیر آلہ سماعت اس عالم میں ہم نے سماعت کا وجود نہیں دیکھا۔ اور بے آلہ بصارت اس دُنیا میں ہم نے بینائی نہیں دیکھی۔ جب تک کہ حکیم قادر (خدا) نے آلہ نہ بنایا۔ تین سو ساٹھ سے کچھ زیادہ کھوکلی ہڈیوں کے ٹکڑوں سے چار کسوت (اربعہ عناصر) موافق و مخالف میں جسم کو پٹھوں کی رسیوں سے باہم نہ باندھا۔ اور اس میں رگیں نہ جاری کیں کیونکہ وہ بدن کی رسیاں ہیں۔ اور اس کے سوراخوں کو گوشت اور چربی سے نہ بھرا۔ اور جامہ کھال کو جو لباس کہنہ فطری ہے۔ اُسے نہ پہنایا۔ اور خطاب لے اور چھوڑ دے اور رکھ اور اُٹھا لے کا فرمان (حلال و حرام) ٹھیک نہ ہوا۔ اور انہیں آلات مصنوعی سے ایک سماعت بھی ہے۔ پٹھوں اور کھال سے اُس کی ترکیب ہے۔ زنجیروں اور بیڑیوں سے مقید او وابستہ ہے۔ وخل ہوا سمع پر ہے۔ جو ہوا کہ حامل آواز ہوتی ہے۔ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور چشمہ اُس کے نیچے ہے کہ سُنے ہوئے کا مفہوم اُس میں جمع ہوتا ہے۔ وہاں سے پھر قوت حافظہ میں پہنچتا ہے۔ تاکہ یہ بات یاد رہے۔ اور اُسے محفوظ رکھے۔ اسی طرح پر تمام اعضا و جوارح میں اور اُس کے بعض اجزا میں۔ جب نوبت علم و معرفت و دریافت ذات مقدس دائم و باقی کی آئی تو ایسے آلہ کی ضرورت ہوئی۔ جو ان عناصر و جواہر سے ساختہ و پرداختہ نہ ہو۔ کیونکہ آلہ مرکب سے مرکب ہی کو معلوم کر سکتے ہیں۔ جبکہ ذات پاک پروردگار مرکب نہیں ہے۔ اور اس جوہر سے نہیں بنی ہے۔ سوائے ایسے آلہ کے بغیر ان واسطوں کے عالم مجردات میں اُس نے پرورش پائی ہو۔ اور اک خدا ہو نہیں سکتا۔ پس عقل یا تدبیر کو کہ اُسی کی تدبیر سے یہ افلاک قائم ہیں۔ اور حقیقتیں ثابت ہیں۔ حکم دیا کہ معیار راستی و میزان عقل اور اصطرلاب[1] یقین و معرفت ہو جا۔ اور ہر آئینہ قلب میں اپنے آپ کو بطور مشاہدہ اور معائنہ کے جاہلوں اور گمراہوں کی آنکھوں کے سامنے

[1] اصطرلاب۔ لفظ یونانی ہے۔ بمعنی ترازوئے آفتاب اور بعض کے نزدیک آلہ لاب یعنی لاب اس آلہ کے موجد کا نام ہے۔ انگریزی میں Astrolabe کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

پیش کر۔ کیونکہ لابد اس قالب اور صورت کے لئے ایک موجد ضروری ہے۔ اور وہ حکیم وسمیع وعلیم ودانا وقادر ہے۔ پس اس ذاتِ پاک کو مجموعہ صفات محال اور اوصاف متضاد ہونا چاہیئے۔ اور یہ طریق باریک اور مشکل سخت مشعل عقل نورانی ہی سے جانی جا سکتی ہے۔ کیونکہ مدبر صلاح وفساد و تفریق واتحاد وتخلیق وایجاد وہی ہے۔ اگر تقویم الہٰی دستِ ابراہیم میں نہ ہوتی۔ بھٹکانے والوں میں سے آفتاب اور مہتاب کی گمراہی سے اس آیۃ "متوجہ ہوا میں ایسی ذات کی طرف جسنے زمین وآسمان کو پیدا کیا" کی بارگاہ طول وعرض میں نہ پہنچتے۔ اور عمرو بن خطاب کو طاقت اس دعویٰ کی۔ یعنے پروردگار کو اپنے قلب سے جانا" نہ ہوتی۔ اور علی بن ابی طالب یہ دعویٰ نہ کرتے "اگر پردے دُور کر دیئے جائیں۔ تو بھی میں اپنے یقین وجود خدا میں کچھ بھی اضافہ نہ کروں" اور اگر لاکھوں شمعیں قوت سماعت کے ہاتھ دیدہ تو بھی اس ظلمات کی تنگی اور اس طلسمات کی دقت اور اس خلوت کی حقیقت میں رہبری نہیں کر سکتی۔ اور نقطۂ صواب قدم نہیں رکھ سکتے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ سمع محل خطاب ہے اور محل حکم ثمرہ رکھتی ہے۔ کیونکہ اُس میں پرورش پاتی ہے۔ پھر بھی عقل اندازہ کنندہ اور سبب ثمرہ ہے اور عقل بمنزلہ شجر کے ہے اور شجر اور ثمر میں بہت فرق ہے۔ اور بیحد تفاوت۔ لیکن یہ آستانہ بہت بلند ہے۔ اور یہ درگاہ بہت عزیز و استوار ہے۔ لنگڑا پاؤں اس کی طلب کا سزاوار نہیں۔ اور بندھے ہوئے ہاتھ اُدھر نہیں پہنچتے۔ ترجمہ

جو کوئی کوئیں کی تہ میں پڑا ہو۔ اسکو ستاروں کا اندازہ کیونکر ہو سکتا ہے۔
پس کہہ دو تو جو بیہودگی اور سُبکی عقل سے چاہتا ہے تو التحقیق طلب علوم میں کمی کرتا ہے

جب بیان شیخ سُنی کا طول اور اختصار میں حد اعجاز کو پہنچا۔ ہر طرف سے سُننے والوں کی تعریف اور لوگوں کا شور اور سوختگان اُلفت کا نالہ اور مشتاقان محبت کی آہیں بلند ہوئیں۔ "کیونکہ آیا حق اور مٹ گیا باطل"۔ پیر سُنی اُٹھا اور چلنے پر آمادہ ہوا۔ اور کامیابی کی راہ سر پر ڈالی۔ اور نصرت کا پاؤں گدھے پر رکھا (گدھے پر سوار ہوا۔) اور نسیم سحری کی طرح راہ کے نشیب و فراز میں گدھا دوڑایا۔ میری طبیعت اور دل اس کی محبت اور وفا میں پھنس کے رہ گیا۔ بعد اس کے میں بہت جویا ہوا مگر اُس ذات مُبارک کو نہ پایا۔ ترجمہ اشعار

مجھے نہ معلوم ہوا کہ کہاں گیا۔ اور کب گیا۔ حادثِ فلکی سے خوش یا غمگین گیا
جسموں کی طرح زمین پست کی لحد میں سو گیا یا روح کی طرح چرخ بلند پر چلا گیا

دسویں مجلس وعظ میں

مجھ سے میرے ایک دوست نے بیان کیا جو سفر میں یار موافق اور بحالت قیام ہمسایہ قریبی تھا۔ ایک زمانہ میں تنگ حالی اور پریشان دلی سے اپنے وطن اور مولد سے سفر اور کوچ کا ارادہ و تہیاء کیا۔ ترجمہ اشعار

آزاد ذلت نفس پر راضی نہیں ہوتا۔ اور اُس چیز پر جو آج کے دن گذشتہ کل کی نسبت پیچھے ہٹا دے

اور خاک آلود ہونے اپنے گھاٹ پر اور مکدر ہونے اپنے حال پر اور غروب ہونے اپنے ستارہ پر اور گہن لگنے اپنے آفتاب پر راضی نہیں ہوتا

اور ناگاہ نزول بلائے ذلت سے ڈرتا ہے پھر بسا اوقات نزول کرتا ہے کریم خاک گو میں

صدمہ زمانہ کے بار سے شکستہ نہ ہو۔ تو بلند قدر ہے پستی کی تنگی میں نہ رہ

اپنے اختیار سے پائمال زمانہ نہ ہو۔ حقارت کے ساتھ اشخاص رذیل میں نہ رہ

اپنے مقصد کو بہادروں کی طرح ہر مقام میں طلب کر۔ اگر تو لنجا اور اپاہج نہیں ہو گیا ہے تو کمال بن

شراب خالص جام آفتاب فلک سے پی۔ غرور شراب کے عشووں سے مست نہ ہو

صورت موجود پر طول مدت سے جب نیست ہو جائیگا تو ہمیشہ خیال نیستی میں زندگی بسر کر

پس دل کو قیام وطن سے اُٹھالیا۔ اور نماز اقامت چھوڑ دی۔ کبھی گوہ کی طرح ریت میں اور کبھی شیر کی طرح پہاڑ میں۔ اور کبھی مچھلی کے مانند پانی میں۔ اور کبھی عقاب کے مثل قلہ کوہ یا فضا میں تھا صحرا صحرا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ شہر صنوبر اور صیدا میں پہنچا۔ اس شہر کی خاک آب مسافرت کے ساتھ زیادہ موافق دیکھی۔ اور اس خطہ میں نفس کی رائے آرام و قرار کرنے کی ہوئی۔ کچھ دن وہاں کے باغوں میں رہا۔ اور تکالیف و سختی سفر سے راحت لی۔ اور ہر طرف سے توشہ مہیا کرتا تھا۔ دل کے لئے مقام اور منزل کے لئے امان ڈھونڈلی۔ یہاں تک کہ ایک دن سویرے صبح کو ایک مقام پر پہنچا۔ ایک مجمع کو بیٹھا ہوا اور ایک قوم کو کھڑا ہوا دیکھا۔ ایک منبر آراستہ رکھا ہوا تھا۔ ایک بڈھا لباس پہنے اور طیلسان اوڑھے چہرۂ زرد اور دم سرد اور سینہ پر درد کے ساتھ وعظ کی شمع روشن کئے ہوئے تھا۔ اور ایک مخلوق کو پروانہ کی طرح جلا رہا تھا۔ ایک جماعت اس کی بشارت اور تخویف سے حیران۔ اور اُس کی زجر و توبیخ سے متغیر تھی۔ ہر ایک اپنے گناہوں پر آہیں کر رہا تھا۔ اور اپنی مکاری پر پشیمانی ظاہر کرتا تھا۔ اور سوز غم سینوں سے آنکھوں میں آگیا تھا۔ اور آنکھوں سے پانی سینوں پر

ٹپکتا تھا۔ کان شور غل سے پُر تھے۔ اور سینے پریشانی اور جوش سے بھرے تھے۔ میں نے غور سے دیکھا اور کان لگائے اور سننے کے واسطے اُس مجمع کا ارادہ کیا۔ پیر واعظ زبان فصیح اور بیان نمکین سے صاف صاف کہہ رہا تھا" اے مسلمانو جس کے سر میں خیال مذہب ہے وہ جان لے کہ دُنیا کے بعد آخرت بھی ہے۔ اُس خدا کی قسم جس نے آسمانوں کو قائم کیا۔ اور زمینوں کو بنایا۔ ہر بھلائی اور ہر بدی کیلئے بدلہ ہے ہر حلال کا حساب اور حرام کیلئے عذاب ہے۔ اور ہر ایک کے واسطے جائے بازگشت ہے۔ اے جوانو جوانی میں نصیحت سکھانا مفید نہیں ہوتا۔ اور پیری جو موکل ہے۔ زبان کو بند کر دیتی ہے۔ اور پھر کوئی گزند نہیں پہنچا۔ ایسا نہ سمجھو کہ یہ عیش و مستی ختم نہ ہوگی۔ اور لباس عمر آخر کا پھٹ نہ جائیگا۔ ہرگز ایسا نہیں۔ نہ کبھی ہوا اور نہ کبھی ہو گا۔ لیکن وہ جو اللہ چاہتا ہے۔ منادی شریعت چلا رہا ہے اور واعظ پیری تیرے کانوں میں کہہ رہا ہے۔ مگر تو حرص کی وجہ سے نادان اور بیہوش ہے۔ اتنے ایک مژدہ دینے والے اور ڈرانے والے تیرے پاس آئے۔ اور تجھے ڈرایا بھی مگر تو نے نصیحت نہ قبول کی۔ اور اس قدر حکم محکم اور قضائے مستحکم تیرے سر پر نازل ہوئے۔ مگر تو نے عبرت نہ لی۔ راہ شریعت میں تو نے بازی اور منادیاں حق کے ساتھ شوخیاں کیں۔ اے مخاطب ایک قطرۂ ضعیف کے داخل شکم مادر ہونے سے تو پیدا ہوا۔ اور نکلجانے سے ہوا (روح) کے مٹ جائیگا۔ پھر یہ ہوا سے ریاست اور آتش سیاست کیسی ہے۔ بام کشتی کے عرشہ پر کوئی تختہ تیرے لئے وقف نہیں ہے۔ اور بارگاہ عالم کے کنگروں پر تیرا نام نہیں لکھا ہے۔ ذرا ٹھہر تاکہ موت مقررہ دامن مہلت محدود پکڑ لے۔ اور چراغ حیات ہوائے موت کے چلنے سے بجھ جائے۔ اور یہ بستر محدودہ کہنہ ہو جائے۔ اور یہ نفس محدود ختم ہو جائے۔ اور یہ عمارہ ترکیب اور یہ راستہ ترتیب جسمانی مٹ جانے کی طرف متوجہ ہو۔ اور یہ قد راست سیدھے ہونے کی نسبت سے پھر جائے (یعنے ٹیڑھا ہو جائے) اور رگوں اور پٹھوں کی ڈوریاں درستی سے مائل بہ سستی ہوں۔ اور منتظر قد پسندیدہ متوجہ نشیب و پستی۔ اور فراش اجل امید کا فرش لپیٹ ڈالے۔ اور ساقی موت کوڑا کرکٹ رنج کے پیالوں میں ڈال دے اُس وقت تجھے معلوم ہو گا۔ کہ یہ باتیں ملامت ہیں۔ اور یہ افعال خسارہ اور تاوان۔ اور سزا و جزا کے لئے روز قیامت معین ہے قول اللہ تعالےٰ کا۔ بدلہ دے گا اللہ اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے اعمال بُرائی کی۔ اور جزا دیگا اُن لوگوں کو جنہوں نے نیکی ساتھ بھلائی کی۔

ترجمہ اشعار

اے دُنیا اور اُس کے بھید کے جاننے والے جس کسی نے دُنیا کو پہچان لیا۔ وہ اُسے اختیار نہیں کرتا

نفس کا اکرام نہ کر جب وہ خواہشات کا پابند ہو۔ کیونکہ نفس حرام اور ممنوعات کو نہیں جانتا

راحت کی طرف نفس ہرگز مائل نہ ہو - اگر اپنے مرتبہ اعلیٰ کو پہچان لے
مائل دُنیا نہ ہو کیونکہ وہ ایک یار بیوفا ہے۔ دُنیا ایک مقام بے شراب ہے اور شراب بے صفا ہے
اُس کے تریاق کو نہ چکھ کیونکہ زہر مار اُس کے پیچھے ہے۔ اُس کی شراب نہ پی کیونکہ رنج خمار اُسکے بعد ہے
نشان کرم نہ ڈھونڈ کیونکہ خانہ دُنیا اِس سے خالی ہے۔ مُنعم کا نام نہ لے کیونکہ منزل دُنیا ویران ہے
پھر کہا اے گروہ نُعما و ادبا۔ واسے فرقہ حکیمان و مسافرین جو لوگ قرابت نسبی پر مقدم ہے۔ کیونکہ قرابت
سببی سے ہوائے اسباب موافقت پیدا ہوتی ہے۔ اور قرابت نسبی سے جھگڑا اور تعصب پیدا
ہوتا ہے۔ مَیں کارگاہ مسافرت میں تمہارا شریک رہا ہوں۔ اور بارگاہِ مصیبت و اندوہ میں
ہمراز رہا ہوں۔ لیکن اب فی الحال حروف جمع کی طرح ہم پیوند ہیں۔ اور ساکن ایک متاع کے۔ پھر
دوسری مرتبہ متوجہ وعظ ہُوا۔ اور نئے سرے سے بات شروع کی اور کہا۔ کہ گداگری کے
ساتھ اور اے خالی پیٹ والو بے صوم۔ خوش رہو کہ بدون بھوک کا رہنا جو ہو۔ ایسا دن پیش پڑا ہے
تعریف انبیا اور صفت اولیا ہے۔ کیونکہ بھلا دی دُنیا کے مشہور ہمت نابینایاں ہے۔ اور دُنیا
کی جمع کی ہوئی گھاس اور چارہ پسندیدہ و مرغوب طبیعت چارپایاں ہے۔ فرعون لعین حصول رزق
میں ہزار حلوان کا گوشت دستر خوان پر رکھتا تھا۔ اور موسیٰ کلیم اللہ کمبل اوڑھے بھوک سے آواز
"اے میرے پروردگار جو کچھ تو نے بھلائی سے میرے اوپر نازل کیا ہے۔ مَیں اُس کا محتاج ہوں"
دیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ عزت متقاضی نشاط تھی۔ اور نہ وہ قلب ذلت دوست۔ حکم پروردگار
آیا۔ اے موسیٰؑ خوش رہو کیونکہ شربت مکالمہ کے واسطے سینہ خالی درکار ہے۔ اور طعام اُنس کے
واسطے معدہ صاف چاہیئے۔ سیری شکم پر ایک لُقمہ میں بھی دو نقصان ہیں۔ اور پُری شکم پر زیر کی
کے ساتھ بھی بے نصیبی معرفت سے ہے۔ "تمہارا مرتبہ اس سے بڑھ کے ہے کہ تم کو نان و آب اور خواب
خور میں لگائے رکھیں۔ تو کوئی ایسا ہو گا۔ کہ بھُولے سے دس من کھانا کھالے مگر ہم اس کا روزہ قبول
کرلیں۔ لیکن تم اگر اوقات کلام میں دانتوں میں خلال بھی کرو تو مواخذہ کرینگے۔ **اشعار**

راہ عشق میں ہر دم تم پر مواخذہ کرینگے اور شوق کے کوچہ میں تمہارے ہر ہر قدم کا محاسبہ کرینگے
محبت کی بھٹی اور اُلفت کی گھریا میں کہ دو کہ شعلہ ہائے آتش خوب بلند ہوں
اور ایسے مرد اور کہ لباس طریقت تمہاری قبا ہے۔ اور اے وہ لوگو کہ کسوت حقیقت
تمہاری فرش اور چادر ہے نئے اور پُرانے سے بظاہر ننگے۔ پارچہائے نازک و لطیف کا تاج
آراستہ اور بالاگوش زیبا جامہ حیران و زنان ہے۔ لباس مرد میدان۔ - بیت

ڈھال ہمارے لئے چپر کھٹ اور گھوڑے تخت ہیں۔ تلوار ہمیں بندا اور لوہا ریشمی کپڑا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
جو شہرت کا جامہ نہیں پہنے ہے وہ ننگا ہے۔ اور جو علم کی پگڑی سے آراستہ نہیں وہ سر ننگا ہے۔
جس کسی کو قطار عبودیت اور دالان خواجگی میں دو پیراہن دید یئے۔ ایمان کا مزہ اُن میں سے ایک کی قیمت میں رکھا۔ کیونکہ وہ ہرے لباس کی خوبی۔ حلاوت مسلمانی کے ساتھ جمع نہیں ہے۔ پس جب دامن کلام دراز ہوا عنان سخن روک لی۔ اور کہا جان لو کہ مَیں ارادہ شہر پائے قوم بنی سیبہ کا اور نیت زیارت مدینہ منورہ کی رکھتا ہوں۔ جس کی مروّت کے رومال میں گرہ یا سخاوت کے کیسہ میں نقد ہے ابر کی طرح اُسے سخی ہونا چاہیئے۔ اور آزاد لوگوں کی طرح آزاد لباس (یعنے کپڑے اُتار کے دے دینا چاہئیں) تاکہ اِس سخاوت کا بدلہ اور اِس عطا کا صلہ روز قیامت ملے۔ اور اللہ دوچند کر دیتا ہے۔ جس کسی کے لئے چاہتا ہے جو موجود تھا۔ اُس نے اپنے کپڑے اس طرح اُتار دیئے جیسے سانپ کیچلی اُتار دیتا ہے۔ اور جوتی اور پگڑی کی قید سے آزاد ہوگیا۔ جب وہ بڈھا سو عماموں والا سرو اور دس جامہ والی بلبل ہوگیا۔ اور مثل گل مقصود چمن اُمید میں اُگا۔ اور پاگیا۔ جو کچھ کہ لوگوں سے مانگا تھا۔ توکل بار کو گودمیں دبا لیا۔ اور اس کا مفاد کہ دو پیراہن والا حلاوت ایمان نہیں پاتا ہی۔ بھول گیا۔ اور جب منبر کے زینہ سے سایہ ازار میں آیا۔ (اُتر کر تہ بند باندھا) تو مچھلی کی طرح غوطہ کھایا۔ اور نہنگ کے مثل عبور کرگیا۔ اُس کے بعد مَیں نے اُسکی صورت نہ دیکھی۔ اور اُسکی گفتگو نہ سُنی۔ **اشعار**

حوادث روز و شب سے مجھے نہیں معلوم اُس کے ساتھ گردش ایام عجوبہ کار نے کیا کیا
اُس کے جام میں جہان نے زہر یا شکر ڈالی۔ اور اُس کے ہاتھ میں فلک نے خرما دیا یا خار

گیارھویں مجلس عشق میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے حکایت بیان کی جو سفر ہائے دشوار میں میرا شفیق تھا۔ اور بحالت قیام عراق میرا رفیق تھا۔ اور بوجہ ہموطنی و تعلّق ہم سفری میرے ساتھ قرابت سلبی رکھتا تھا نہ قرابت نسبی۔ اور مناسبت فضل وادب رکھتا تھا۔ نہ عرفی اور خون ملے ہونے کی نسبت۔ **بیت**

بھائی تیرا وہ ہے جو سخت حالی اور فراغت میں تیرا غمخوار ہو اگر ایسا نہیں۔ تو ایسے بھائی پر اعتماد نہ کر
کہا کہ ایک زمانہ میں جبکہ بچپنے کا زمانہ ایام بہار کی طرح خوش انفاس تھا۔ اور وقتِ جوانی مثل چشمۂ زندگانی بے خس وخار اور مَیں از روئے محبت ایک یار سے تعلق رکھتا تھا۔ اور زنجیر عشق کی گردن میں قید تھا۔ **شعر**

ہاتھ اور پاؤں پر صبر کی زنجیر کی قید تھی۔ اور دل ایک محبوب کے عشق سے تعلق رکھتا تھا اور اس وجہ سے کہ اس صحرا میں چلنا اور اس دریائے محبت میں تیرنا میں نے نہیں سیکھا تھا۔ کبھی تو باغ وصل میں پکارتا پھرتا تھا۔ اور ہجر کے تنگ مقامات میں ہاتھ پاؤں مارتا تھا۔ کیونکہ جسم سعی کار اور برداشت بار کا عادی نہ تھا۔ اور گرانی عشق کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ اور خرمن صبر کی ناپ اور تول نہیں جانتا تھا۔ یکایک عشق پیچھے پڑنے والا گریبان گیر ہوا۔ اور جان نشانہ تیر تقدیر ہو گئی۔ دل دشمن طالب دست آویز ہوا۔ اور جان پر خلل جویائے پائے گریز۔ طمع ابھی خام خیالی کے جال میں تھی۔ اور وصال کے ساتھ عشق کرنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور آنکھ امر عشق میں نوآموز تھی۔ اور خیال کے سوا اور کسی سے موافقت نہیں کر سکتا تھا۔ عشق کی مخالفت خاصیت کے ساتھ دُنیا یک رنگ و موافق تھی۔ اور وسعت میں ان عالم تنگ تھی۔ **شعر**

دل کی بے صبری اور بے تمکینی سے دُنیا چیونٹی کی آنکھ کی طرح تنگ تھی۔

دل پیوند پوش (پارہ پارہ مصیبت کی گود میں مزے سے بیٹھ گیا۔ اور دست قضا نے عقل) کے پاؤں کو زنجیر قناعت سے باندھ دیا۔ اور عشق قرضخواہ نے عمارات ترک کر کے بیباکانہ تقاضے کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ **بیت**

جادوگر عشق نے دھونی سلگائی۔ اور بار پر بار عشق لاد دیا

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ عشق ایسی قضا نہیں ہے کہ اُس سے تعلق پیدا کر سکیں۔ اور یہ وہ بلا بھی نہیں ہے۔ جس سے بھاگ سکیں۔ ایک شربت چکھنے کے لائق ہے۔ اور ایک چوٹ اُٹھانیکے قابل۔ اور ایک منزل طے کرنیکے لائق۔ اور ایک راہ سیر کرنے کے قابل۔ **رُباعی**

ہر چند کہ کسی قول و قرار پر اُس کا اقرار نہ تھا۔ پھر جب کوئی سر و سامان نہ تھا۔ تو راضی ہی ہو گیا۔ از سر نو اُسکی ابتدا کی باوجودیکہ اُس کا کوئی چھور نہ تھا۔ جب اِسکا علاج نہ دیکھا تو درد ہی کی طرف بھاگ کے گیا۔

یہانتک کہ حاکم عقل نے مُنہ پھیر لیا۔ اور بادشاہ عشق غالب آگیا۔ ہفت اقلیم نفس (ہفت اندام) میں عشق کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوا۔ اور سلطنت و حکومت اس کے تصرف میں آئی۔ مسند نشین عشق نے حجرۂ دل میں قیام کیا۔ اور حاکم عشق نے بارگہ جان میں تخت لگا دیا۔ برادران صاف باطن رفیقان باوفا اُس مزاج نوعی کے موافق علاج کرتے تھے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔ **بیت**

باطن عشاق میں ایک اور ہی قسم کا مزاج ہے۔ عشق کی بیماری کا علاج ہی اور ہے۔

یہانتک کہ سختیوں اور مصیبتوں کے اُٹھانیکے بعد مجھے خبر ملی۔ کہ اصفہان کے اسپتال میں

ایک شخص ہے جس کا قدم طب نفسانی میں مبارک اور دم متبرک ہے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیتا ہے۔ اور زخمی سینوں پر مرہم رکھتا ہے۔ شام و دمشق میں عشق کا تعویذ اُس سے لیتے ہیں۔ اور مصر سے مدینہ تک یہ شربت اُس سے چاہتے۔ مَیں نے کہا اس واقعہ میں جو مجھے لاحق ہے۔ جستجو کرنا چاہیئے اور اس بارہ میں گفتگو کرنا چاہیئے۔ اور متنبی نے جو کہا ہے۔ **شعر**

عشق وہ ہے جو کلام مناسب سے روک دے۔ اور عجز در کلام بیماری عاشق ہے جب غالب آجائے
شکایت فضل ہے نہ بیان وصل۔ اور میں تو یہ کہتا ہوں۔ **شعر**

عشق وہ ہے جو کلام گنگ (نامفہوم) سے روکے وہ کلام نہیں جو زیرک و دانا کو گمراہ کر دے

اشعار

بلا میں تیز قدم ہونا چاہیئے۔ طلب مقصد کے درپے رہنا چاہیئے
دن کو مُوکے پاؤں سے چلنا چاہیئے۔ راتوں کو تاریکی کے گھوڑے پر سوار ہونا چاہیئے
صبح سے شام تک بلا تقصیر مست پیالہ و جام رہنا چاہیئے
فلک کے ساتھ ہم سیر ہونا چاہیئے اور صبا کا ہم لگام ہونا چاہیئے
عشق کے نزدیک مالک و غلام ایک ہے۔ مالک کو بھی مثل غلام ہونا چاہیئے
غواص موتی کی سیپی اگر نہیں ہو سکتا ہے تو نشانہ تیر عام ہونا چاہیئے
عشق بے نام و ننگ اگر آجائے تو تارک نام و ننگ ہونا چاہیئے
دواں دواں اور تیز چلنا چاہیئے۔ بار عشق اُٹھانے میں فرمانبردار اور غیر سرکش ہونا چاہیئے

جب مَیں نے ارادہ محکم کر لیا۔ تو چند رفیقوں کے ساتھ اصفہان میں گیا۔ جب آفتاب کا وصول و نزول تعجیل غروب میں تھا۔ اور چاند نکلنے میں ثابت تھا۔ اے ہمراہیان بے زاد کے ساتھ ایک گوشہ میں گیا۔ اور یعقوب کی طرح نیاز کے غمکدہ میں گیا۔ اور اُس شب تاریک میں دن ہوتے تک روز آئندہ کی عید کے لئے خیالات کی دیگ پکا رہا تھا۔ اور ثریا کو منتر اور جوزا کو خوش طبعی سکھاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعد گذر جانے سختی ہائے قہر کے اور پینے کا سہائے زہر کے آفتاب کے جھنڈے بلند ہوئے۔ اور احکام شب نشانی ہائے روز سے مٹ گئیں۔ اور آفتاب روشن فلک بلند سے چمکا۔ اور سیاہ کپڑے بُننے والی شب نے لباس سپید صبح بُنا۔ **اشعار**

آسمان سے صبح کی علامتیں پیدا ہوئیں۔ اور خورشید محترم کا جھنڈا بلند ہوا
کرسی سپہر سے جو مثل تخت آسمانی ہے آفتاب کبھی مثل تاج کیخسرو کبھی مانند نگین خاتم سلیمانی چمکا

جب مَیں نے نماز فجر ختم کی۔ اسپتال کی طرف متوجہ ہوا۔ طبیعت اشتعال انگیز تیز قدمی میں مدد کر رہی تھی

۱۔ سلام کہ از داد۔ نماز ختم کرنا۔ کیونکہ نماز سلام پر ختم ہوتی ہے ۱۲

اور عشق شعلہ زن مشعل دکھارہا تھا۔ جب محل مطلوب اور مقام اصلی پر پہنچا۔ کچھ لوگ دیکھے جو لباس اہل تصوف میں امید وار کھڑے تھے۔ اور ایک گروہ کو دیکھا جو نیکوں کے لباس میں کسی کا منتظر تھا۔ جب آفتاب کسی قدر بلند ہؤا۔ شیخ حجرہ سے نکلا۔ ہاتھ میں عصا اور پشت خمیدہ تھی۔ ہلال سے زیادہ کبڑا اور بلال موذن نبیؐ سے زیادہ کالا۔ نہایت کمزور اور لغایت لاغر۔ آواز نرم اور نہایت شوق سے سب لوگوں پر سلام میں سبقت کی۔ اور بطریق اہل اسلام سلام میں تقدم کیا۔ پھر کچھ ٹھہرا اور کہا کون عشق کے بارہ سوال کرتا ہے۔ اور کس کی مشکل میں دشواری ہے۔ مجھ سے کہے اور اپنا علاج مجھ سے چاہے۔ کیونکہ واقعات کی کنجی۔ اور اس کے پیوندوں کا درزی میں ہوں۔ اس کا مبہم میری زبان سے واضح ہوگا۔ اور اس کی مشکل میرے بیان پر موقوف ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہؤا۔ اور کہا اے جوان آگے آ کیونکہ ان سب سے زیادہ صمیم قلب سے تو ہی عاشق ہے۔ اور ان کل لوگوں سے زیادہ بیمار اور غمگین تو ہے۔ مرحبا ہو تجھے۔ تجھے کیا برائی لاحق ہے۔ اپنے حال سے مجھے آگاہ کر۔ اگر تجھے کوئی جسمانی صدمہ ہے۔ تو میں اسے تجھ سے دور کرنے والا ہوں۔ اور اگر بیمار دل ہے ہم اللہ کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ میں نے کہا اس بارہ میں میرا فریاد رس اور سقراط تو ہی ہے۔ اور اس ذکر کا بقراط تو ہی ہے۔ اس نے کہا درخت کو اس کے پھلوں سے پہچانتے ہیں۔ اور عاشق کو آنسوؤں سے جانتے ہیں۔ اپنے حالات مختلفہ کو مجھ سے ظاہر کر۔ اور اپنے راز کے چہرہ سے پردہ اٹھا۔ تاکہ جرح اور شارح اور انقباض و انبساط قارورہ و نبض سے معلوم ہو۔ میں نے کہا آنکھوں میں نیند نہیں۔ اور دل بیقرار ہے۔ رنگ متغیر اور طبیعت متحیر۔ جسم دگرگون اور شوق غالب ہے۔ **ابیات**

ایک سینہ اور سو ہزار شعلے ہیں۔ اور ایک آنکھ اور لاکھوں آنسو ہیں
مجھے ایسے ایسے غم ہیں کہ اقربا میری ماتم پرسی کرتے ہیں اور میرے حال سے بار عبرت حاصل کرتے ہیں
حوادث کے ماہہائے خزاں دے وبہمن میں آنکھیں مثل ابر نو بہاری ہو رہی ہیں۔
غم چونکہ مجھ سے لاحق ہے۔ اس لئے غمگسار مجھ سے دور ہوتے ہیں۔

میں نے کہا۔ اے اس قسم کی راتوں کے صبح صادق۔ اور اس قسم کی تپوں کے بقراط حاذق خواہ قطع صلہ رحم کی طبیعت کی تیغ سے کو چیں کاٹ ڈال۔ (ذبح کر) اور یا اس فقرہ "داغ لگانے سے کام لیا میں نے" کے داغ سے داغ لگا۔ اور ایک دم سے اس طومار علاج کو کفایت کے ہاتھ سے لپیٹ ڈال۔ اس نے کہا دودھ تو گرمیوں ہی میں برباد کردیا۔ اور چوب دستی کو اونچے پر رکھ دیا۔ (مثل ہے) جو جوتی کہ حنین کے پاس چھوڑی تھی۔ اسے فلسطین میں ڈھونڈتا ہے۔ اور پگڑی جسے سر پر ہونا

چاہیئے آستین میں تلاش کرتا ہے۔ اور جو عصا کہ سمرقند میں چھوڑ دی تھی اس کا مجنوں خواہاں ہے۔ رُباعی

جس کسی میں کہ خوش نصیبی کا اثر درکار ہے اس میں دست و دل و قدرت و طاقت ہونا چاہیئے

تو نے کہا کہ تیرے وصل کے لئے زبان پر تاثیر چاہیئے موتی پانے کے واسطے ایک مدت چاہیئے

خوب سمجھ لے کہ عشق ایسی چیز کا ظاہر ہے کہ بغیر صبر بسر نہیں ہو سکتی۔ اور ایسی چیز کا باطن ہے کہ بے صبری کے سرمایہ کے ساتھ سازوار نہیں۔ پھر دوسرے رنگ کا کاسہ اور عصا پیش کی (دوسرے طور سے کہنے لگا) اور کہا جاننا چاہیئے کہ عشق کے دو مقام ہیں۔ اور محبت کے دو قدم۔ صوفیوں کے لئے تو مقام ریاضت ہے۔ اور صاف باطنوں کے لئے مشاہدہ جلوہ حق۔ عاشق صوفی۔ ہمیشہ زیربار مجاہدہ رہتا ہے۔ اور مرد صافی ہمیشہ باریار دلدار رہتا ہے۔ صوفی تکلیف میں غم کھاتا ہے۔ اور صافی خزانہ مواصلت سے فایدہ اُٹھاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ عشق میں دوئی نہیں دیکھتا ہے۔ اور من و تو کو نہیں جانتا ہے۔ عشق نفس کے ساتھ اور نفس عشق کے ساتھ یکساں ہو جاتا ہے۔ اور عشق ایک لباس اور ایک پوست ہو جاتا ہے۔ اور مرد اپنے ہی ساتھ دشمن و دوست ہو جاتا ہے نفس عاشق۔ محل معشوق اور پوست محب فرش محبوب بن جاتا ہے۔ اور بالتحقیق کس طالب یار کا کام نفس سے پڑا کرتا ہے۔ اور نفس ہی محل مجاہدہ ہے۔ جیسا کہ اس بارہ میں لوگوں نے کہا ہے۔ رُباعی

بخت بد کی بدولت مجھے عشق ملا ہے۔ جس طرح نمدہ پانی کو جذب کرتا ہے اسی طرح سینہ جذب آب عشق ہے ایک ایسا حال ہے۔ کہ مخالف عقل ہے۔ میرا پالا تو دل سے پڑا ہے + (نیز اس بارہ میں کہا ہے)

رُباعی۔ چشم و دل میں سما کر ان میں مقام کر لیا ہے۔ تیرے غم نے مجھے از سرتا پا گھیر لیا ہے۔

جان و دل و رائے و خرد سب جلائے اور تیرے غم عشق نے ان کی جگہ لے لی ہے + (پھر اسی بارہ میں کہا ہے)

رُباعی۔ جب سے تیرا عشق میرے جسم میں ہے میں جسم سے نالاں ہوں۔ اور تجھ سے ہزار طرح کے شیون سے نالاں ہوں

تیری وجہ سے نہ دوست اور نہ دشمن سے نالہ کرتا ہوں۔ اب جبکہ تو میری ذات ہو گیا ہے تو میں اپنے سے نالاں ہوں

اور یہ رمز کی باتیں مقامات اہل تصوف سے تعلق رکھتی ہیں۔ نہ علمائے ظاہر سے۔ پھر صاف باطنان عالم تجرید و پاک نہادان وحدت پسند اس قسم کی رنگ آمیزیوں سے آزاد ہیں۔ اور ان غموں کے ساتھ دلشاد۔ کیونکہ یہ لوگ صورت اور جسم کو نہیں دیکھتے ہیں۔ اور معشوقوں کے چہرہ و لب کے خواہاں نہیں (اس لئے کہ باطن پرست ہیں) ان کی روح مکرم ہر قسم کشایش کی مرکز ہے۔ اور دور شراب ان کا اسی مے صبحگاہی سے ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی جان و مال عشق کے لئے موجود ہے۔ اور

عروس محبت اِن کے آغوش کے حجرہ میں ہے۔جب جُدائی ومفارقت کا وجود نہ ہوتو عاشق کے لئے شیفتگی ودیوانگی اِس قدر مفید نہیں ہوتی۔کیونکہ اِس مرتبہ میں اتحاد ارواح اصل ہے۔اور ہمہ تن وصل صُورت معشوق حجرالاسود سینہ میں کندہ ہوتی ہے۔اور صُورت محبّت اِن کے دیدہ کے سپید ورق پر نقش ہوتی ہے۔اِسی بارہ میں کہا ہے۔ **رُباعی**

راہ محبت میں ایک قدم بغیر تیرے نہیں ہوں۔شادی وغم میں بغیر تیرے نہیں ہوتا ہوں

کبھی ایسا نہ ہوگا کہ تیرے فراق میں آہیں کروں کیونکہ ہرحالت میں ایک دم بھی بغیر تیرے نہیں رہتا ہوں

(رُباعی) تیری یاد کبھی دل کو نہ بھُولے۔کیونکہ تیرا حلقہ غلامی دل کے کان میں پڑا ہے۔

اگر تیرا وصل میسر ہو تو بجا ہے۔جب تیری صُورت کا نقش آغوش دل میں ہے ؛ (پھر اِسی بارہ میں کہا)

(رُباعی) اے معشوق تمام عالم میرا دوست ہے مگر تو دشمن ہے۔دل وجان وجسم پر تو حاکم ہوگیا ہے۔

میری محبت سے کنارہ کشی نہ کر۔میں تیرے ساتھ ہوں گو تو میرے ساتھ نہیں ؛ (پھر اسی مطلب کو ادا کرتا ہے)

(رُباعی) اگر مدّت دراز ایام فراق کی میرے اور تیرے درمیان میں ہے مگر صبح قیامت میں میرے اور تیرے درمیان وعدہ صبوح ہے

جبتک روحانی صحبت مجھ میں اور تجھ میں ہے۔ہر قسم کی کشائش میرے اور تیرے درمیان میں ہے

پھر کہا اے جوان مُسافر اِس عجیب پنجرے میں تو کیونکر پھنسا۔کس معشوق غزال چشم نے تجھے شکار کرلیا۔اور کس باولی (طعمہ) نے تجھے گرفتار کرلیا۔جان لے عشق کے تین قدم ہیں۔پہلا قدم جذبہ عشق ہے۔دوسرا قدم سعی جستجوئے محبُوب ہے۔تیسرا قدم قتل ہوتا ہے اِن تین میں دو تو اختیاری ہیں۔اور ایک غیر اختیاری۔قدم جذب میں مثل مار (سانپ) ہونا چاہیئے۔تاکہ بے پاؤں کے یار سے متصل ہو سکے۔اور بغیر ہاتھ کے محبُوب کو پا سکے۔اور قدم سعی میں من قبیل مور ہونا چاہیئے۔کہ جب تقاضائے عشق اس سے کام لے تو متحمل بار شدائد ہو سکے۔اور قدم قتل تو اختیاری نہیں ہے بلکہ وہ لاچاری اور مجبُوری کا قدم ہے۔کیونکہ سُلطان عشق تہمت سے بَری ہے اور عاشق کی طرح مجرم نہیں ہے۔اے مرد جوان تجھے نہیں معلوم کہ حجرۂ عشق میں دروازہ اور کھڑکی نہیں ہوتا۔اور صبح محبت کی شام نہیں ہوتی۔عشق لوہے کا ایک تنگ پنجرا ہے۔نہ وہ ٹوٹنے کا ہے۔اور نہ اِس میں کوئی ٹھہرنے کا تحمل ہوتا ہے۔با اینہمہ نبض دکھا اور قارورہ سامنے لا۔تاکہ میں دیکھوں۔کہ چھُری ہڈی تک پہنچ گئی ہے۔(یعنی مُصیبت حد درجہ کی ہے) یا نہیں۔اور بیماری عشق سے جان پر آبنی ہے۔یا نہیں۔میں نے نبض دکھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔اُس نے کہا تجھے نہیں معلوم کہ عاشقوں کی نبض ہاتھ سے نہیں دیکھتے ہیں۔بلکہ آب دل (آنسو) سے سمجھتے ہیں۔میں نے قارورہ سامنے رکھ دیا۔

تو اُس نے کہا تو نہیں جانتا کہ عاشقوں کا آب (پیشاب) آب چشم سے دیکھتے ہیں۔ بو قلمونی عشق کی نبض دیکھنا دگرگونی رنگ چہرہ عاشق ہے۔ اور علامت بیماری عشق اشک چشم اور سوز دل ہے۔ نہ رنگ قارورہ۔ **نظم**

دو حاکم غم و بیقراری بات بتا دیتے ہیں۔ اور دو گواہ اشک چشم و سوز سینہ کی خبر دے دیتے ہیں
اگر کہہ رہے کہ دشوار محبت چھوٹ جائیں۔ تو ان کی طرف ملتفت نہ ہو کیونکہ باغ محبت میں کانٹے اور خرمے تر ہیں

جب تنور گفتگو سے شیخ گرم ہوا۔ اور یہ کلام اس مقام تک پہنچا۔ زبان کو سوال عشق سے میں نے روک لیا۔ اور قصہ عشق بھلا دیا۔ اور سمجھ گیا۔ کہ ایوان عشق بہت بلند ہے۔ اور درگاہ محبت مستحکم و ارجمند۔ میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور دامن گردانے۔ اور جب کلمات کامل اور الفاظ بلند میں نے سنے۔ اس پیر سے رخصت ہوا۔ اور پھر مجھے نہیں معلوم کہ دست مصیبت اس پر کیا لایا۔ اور مصائب کا نہنگ اسے کیونکر کھا گیا۔ **قطعہ**

چرخ نے اسے کیونکر ریزہ ریزہ کیا۔ اور سپہر نے اسے کیونکر قتل کیا جیسے اسے حادثوں کے پاؤں سے کچل کے مارا یا گھونسوں سے
گردش زمانہ نے اسے زیر رکھا یا زبر۔ اور آسمان کا برتاؤ اس سے نرمی کے ساتھ ہوا یا سختی کے ساتھ +

بارھواں مقامہ ۱۲ مسائل فقہ میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جو دوستی کا دم بھرتا تھا۔ اور راہ صفا پر چلتا تھا۔ اور بھائی چارہ میں بانصیب تھا۔ اور سخاوت و جوانمردی میں صاحب دامن دراز و دست فراخ تھا۔ کہ ایک زمانہ میں بغرض حصول فوائد و شمول زوایا میں نے چاہا کہ محل والے کے ساتھ سفر کروں۔ اور ایک پیشرو سے ہدایت پاؤں۔ اور لوگوں سے حلال و حرام کی باریکیاں سیکھوں۔ **قطعہ**

علاوہ تونگری کوئی علم مفید سیکھوں۔ اور اپنی عمر طلب شرف میں صرف کروں
اور لائق و رح چیزوں میں اپنا مال صرف کروں کیونکہ حصول علم ہی بڑی فخر کی بات ہے
کسب مال کے لئے اپنے گھر سے نہ نکلوں۔ بلکہ علم کے واسطے دربدر پھروں
اس طریقہ سے کہ موصل الی العلم ہو آنکھوں سے راستہ کی خاک جھاڑوں اور سر کے بل چلوں
پوری خواہش اور حرص طمع و اصرار کیساتھ۔ ادھر اُدھر جستجو کرتا اور خشکی و تری میں جاؤں
کیونکہ جسم بے علم مردہ ہے۔ اور قلب بے عقل ناپائدار۔ مجھے وہ سکھایا جو تو نہیں جانتا تھا۔

اِس آیتہ کا لباس جسے نہیں پہنایا ہے۔ وہ اِس دُنیا میں ننگا اور پُرانے کپڑے پہننے والا ہے۔ جو عمامہ کبھی پُرانا نہیں ہوتا۔ وہی عمامہ ہے۔ جس پر بیل بوٹے اور زینت علم کی ہے۔ اور جو لباس کہ کبھی پھٹتا نہیں وہی ہے۔ جس پر نقش و نگار عقل ہو۔ پہلا خلعت جو حضرت آدمؑ کو پہنایا۔ کہ اس کی بدولت فرشتوں کے سجدہ اور فلک کے قابل رشک ہوئے۔ وہ جامہ علم ہی تھا۔ اور آدمؑ کو کل اسما سکھائے۔" اور جو کوئی شرف "اور سکھایا ہم نے خضرؑ کو علم لدنی" سے مشرف ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ رایت لباس علم مدار عرش سے بھی بلند تر اور سطح زمین سے فراخ تر ہے۔ نظم

علم دُنیا و آخرت میں بڑا نفع رساں ہے۔ اور عقل بہترین معجون و تریاق ہے
جہالت ایک بیماری ہے جو بڑی بُری مُہلک ہے۔ اور علم بلحاظ اثر فسون گر کا منتر ہے
اور بہت سے علما جو مر گئے ہیں۔ قیامت تک اپنی تصنیف مفید سے زندہ ہیں
اے ساقی ہم علم کے پیاسے ہیں۔ لہٰذا کاسہائے صاف علم ہمیں دے

اِس اثنا میں کہ ہم اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے۔ شہر ہمدان میں پہنچے۔ جس میں اشراف رہتے ہیں۔ اور جس کے اطراف آباد ہیں۔ علم و ادب سے آراستہ ہے۔ فضل و ہنر میں مشہور۔ اُس کے لوگ حل حقائق میں معارضہ کرتے ہیں۔ اور اُس کے رہنے والے کشف دقائق میں کلام کرتے ہیں۔ اُس کے اطراف میں آزمائش کے طور پر گذر رہا تھا۔ اور اُس کے فرش کو چشم عبرت سے طے کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن اُس دوڑ دھوپ اور تلاش میں ایک جگہ پہنچا جو گروہ فقہا سے منسوب تھی۔ اور مجمع علما سے موسوم۔ اور امام اُس مقام لطیف اور قطعہ پاکیزہ کا وعظ میں مشغول تھا۔ صدر منبر پر تکیہ زن۔ اور اہل بدبخت کے بے ڈھنگے پنے کا شاکی تھا۔ دعویٰ کی آگ بھڑکا رہا تھا۔ اور دیکھنے والوں کے سامنے اپنے آپ کو مثل طاؤس با زینت ظاہر کر رہا تھا۔ بس آگ کی طرح باتوں میں بھڑک اُٹھا۔ اور راہ صلاح و سداد سے منحرف ہوگیا۔ دعویٰ کا سر بلند کیا۔ اور زبان گویا کو گُہر باری میں کھولا۔ کہا مجھ سے غائب باتوں کا سوال کرو۔ اور چھپی ہوئی باتوں کے پوچھنے سے چُپ نہ رہو۔ جو کچھ بالائے عرش بزرگ اور زیر زمین گسترده ہے اُسے مجھ سے پوچھو۔ کیونکہ یہ پردہ میں چھپی ہوئی چیزیں اور مقدر کی باتیں میری آنکھوں سے چھپی نہیں ہیں۔ اور میرے دل سے دُور نہیں ہیں۔ اِس لئے کہ یہ مغیبات میری ہمخانہ ہیں۔ اور بہ طبیعت سے بعید باتیں میری ہم آشیانہ ہیں۔ ایک پیر داہنے ہاتھ کے گوشہ کی طرف سے اُٹھا۔ اور کہا۔ اے مدعی گمراہ اور اے بیمار طبیعت والے یہ گہرا دعویٰ کیسا۔ اور عجیب شیخی کیسی۔ حد میدان سے تجاوز نہ کر۔ اور بحث احمقانہ پر فخر نہ کر۔ پیالہ میٔ

آتنا بھر کے نہ دے۔ اور پاؤں منصب نبوّت سے بڑھ کر کے نہ رکھ " تمہیں تو علم بہت تھوڑا دیا گیا ہے"۔
اب چند مسئلے جو امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ میں دائر ہے۔ سُنو اِن کی مردوں کی محراب عبادت میں اور عورتوں کو لباس شب خوانی میں ضرورت ہے۔ تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بجز علم تعلیم سے حاصل ہوتا ہے اور قدم دعویٰ سے سبقت نہیں ہوتی۔ اور نہ رجز خوانی خطبۂ تعظیم ہے۔ حضرت آدمؑ سے اپنے آپ کو بہتر کہنا کار ابو الشیاطین (ابلیس) ہے۔ اور دعوئے ہمہ دانی محض دھوکا ہے +

مسئلہ اوّل۔ کیا کہتے ہو اس مسئلہ میں کہ ماموم کو اس کا خیال ہوا۔ کہ اُس کو گوز آتا ہے۔ اور گوز صادر ہونے سے پہلے وہ جائے اور وضو کرے اور مقام نماز پر پلٹ آئے اور نماز میں شریک ہو تو اُسی نماز پر بنا کرے یا نماز وقتی کو پھر سے شروع کرے ایک اور سائل دوسرے گوشہ سے بولا کہ اے پیر تیز گفتار و سست رفتار اس دعویٰ کے نشو و تربت میں کچھ رفعت نہیں ہے۔ اور اس شیخی کے طول و عرض میں وسعت نہیں ہے۔ اِس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور اس مشکل کی توضیح نہیں ہے +

مسئلہ دوم۔ کیا کہتے ہو۔ اس شخص کے بارہ میں کہ اُس نے ایک نماز ایک رات دن میں نہ پڑھی اور اُسے یہ نہیں معلوم کہ کونسی نماز نہیں پڑھی۔ اِس بارہ میں شریعت کا فتویٰ کیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں مخالف کون ہے۔ تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ علم غیب کسی کی آستین اور جیب میں امانت نہیں رکھا ہے (یعنی کسی کو نہیں دیا ہے) اور دروازہ دانائی کا کمال کے ساتھ کسی کے سامنے نہیں کھولا ہے +

ایک اور شخص نے ایک طرف سے پُکار کے کہا کہ اے پیر ہمہ دانی عالم کل بجز خدا کوئی نہیں۔ اور جو دعویٰ کہ اِس سے پہلے تو نے کیا ہے۔ اُس کی جگہ دُنیا میں نہیں ہے۔ یہ وہ محل ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ بن عفان کے سر پر تاج خاموشی رکھا ہے۔ (یعنی وہ بھی اس مقام پر چُپ رہے ہیں) اور اُن کو لباس فراموشی دیا ہے۔ بلبلوں کی طرح کب تک یہ راگ گاتا رہے گا۔ اور مور کی طرح یہ رنگ نمائی کرتا رہے گا۔ قطار دعویٰ ابلہان سے نکل کر جہان فقہا کے ایوان میں آ +

مسئلہ سوم۔ ایسے مرد کے بارہ میں کیا کہتا ہے کہ اُس نے احرام باندھے ہوئے ہونے کی حالت میں ایک چھُری دوسرے احرام بند سے عاریت لی۔ اور کسی صید کو اُس سے ذبح کیا۔ اُس شکار کا عوض کس پر واجب ہوگا۔ اور خون کا بدلہ کس سے لینا چاہئے۔ اور اگر چھُری کے بدلے۔ بُوسی اور تیر کمان اُس کو دے حتیٰ کہ شکار بھاگ جائے۔ اور اس پر دسترس نہ ہو کہ شکار کو مار سکے۔ بدلہ اس شکار کا اِن دو احرام باندھے ہوئے لوگوں میں کس پر واجب ہوگا۔ ایک اور سائل نے ایک اور طرف سے

سوال کیا۔ اور اُس پیر سے جھگڑنے کا ارادہ کیا۔ اور کہا اے باتونئے بڈھے اور اے اُبلتی دیگ دعویٰ میں تو بُلبُل کی طرح خوش نغمہ ہے۔ مگر درحقیقت کوّے کے مثل بے نغمہ ہے ۔

مسئلہ چہارم۔ ایسے شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو کہ اُس نے آٹھ عورتوں سے کہا کہ تم میں سے اگر دو عورتوں کے ساتھ عقد کر لوں تو دو میں سے ایک کو طلاق ہوگی۔ پھر آٹھوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ لیکن آٹھوں سے عقد کرنے میں صحبت صحیحہ نہیں واقع ہوئی۔ اِن نکاحوں کا کیا حال ہے۔ اور اِن آٹھوں میں کون نکاح جائز ہے اور کون ناجائز۔ جب سائلوں کا جوش فرو ہوگیا۔ اور اُس پیر واعظ نے اُس ہلڑ سے نجات پائی۔ کچھ دیر سوچتا رہا۔ اِس کے بعد کہا۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اِس کو ہمارا مطیع کیا۔ اور ہم کو اس کی طاقت نہ تھی" آگ سے زیادہ گرم اور پانی سے زیادہ بیرحم نہ ہونا چاہیئے۔ اِس سے زیادہ مہذب سوال کیا جا سکتا ہے۔ اور اِس سے اچھا فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ تیرے یہ سوالات فہم و وہم سے باہر نہیں۔ اور اندازہ افلاک سے بڑھ کے نہیں۔ پُکار پکار کے کب تک اِس امر کے اظہار کی کوشش کریگا۔ کہ تو کیمیادان ہے۔ مدتوں سے مکڑی کا جالا درو دیوار پر "گھروں میں سب سے کمزور مکڑی کا جالا ہے" تنتا ہے۔ اور جالور طبیعت اس بہار کے کشتِ خام کو چرتا ہے۔ اور یہ ناکارہ سامان تیرے پاس تازگی کتاب عجیب رکھتا ہے۔ اور یہ ڈھیلے اور پتھر تیرے دامن و آغوش میں چمکتے ہوئے موتیوں کی قدر رکھتے ہیں۔ اور یہ ایک گوند ہے جسے ہمارے مُلک میں عورتیں چباتی ہیں۔ اور ایک گڑیا ہے کہ ہمارے محلّوں میں بچّے دکھاتے ہیں۔ اخروٹ اور مویز سے اشتغال بے تمیز بچّوں کا کام ہے۔ چُپ رہ کیونکہ خموشی کلید دروازہ امان ہے۔ اور جلدی نہ کر کیونکہ جلدی کار شیطان ہے۔ **قطعہ**

دست گیرندہ میں نجوم قضا کب آتے ہیں۔ اور جوئندہ کی (رتی کا حلال کب بچ سکتا ہے) رتی میں لال کب آتا ہے طلب تمنا میں عنان سعی کو کوتاہ کر۔ کیونکہ شیر بیشہ کے بچّے شکار کرنے کے قابل نہیں ہوتے ہیں یہ گفتگو بمنزلہ سیپ کے ہے۔ جسے تو بحر عمان درخیز میں لایا ہے۔ اور زیرہ کرمان میں لے گیا (کرمان کا زیرہ مشہور ہے) اِن سوالات کے جوابات کس زبان میں سُننا چاہتا ہے۔ تاکہ حق کی طرف توجہ ہو سکے۔ کیونکہ زبان عربی و فارسی مشہور ہے۔ اور تمام دفتروں میں لکھی جاتی ہے۔ اُس کا مکرر ذکر کرنا مقابلہ عُلما و فقہا میں ممنوع ہے۔ لیکن فی البدیہہ اور فی الفور اِن چاروں مشکلوں کا فیصلہ کر دوں۔ اِسی طرح کہ اس کی دقت نظری میں ایک بال کی گنجایش نہ ہو۔ اور اُس کی روانی میں بوجھی نہ سمجھے اگر دعویٰ کا منبر اور بلند گردون اور ہر عروس کے سر پر تاج رکھوں۔ یہ مجھے آتا ہے۔ اور ایسا ہی کر

جواب مسئلہ ۱۲ زبان عربی و فارسی ۱۲

ہوں۔ مثل میں ہے۔ کہ دریائے علم لبریز اور پر ہے۔ اور کمان ہاتھ میں تیر انداز کے ہے۔ پہلے نظم و تحریر عربی سے اِس معشوقہ عذرا کی صورت کو زینت دوں۔ پھر نظم فارسی دری سے اِس چہرۂ زیبا کو آراستہ کروں۔ (بناؤں) پس اِن دو تاجوں میں (زبان عربی و فارسی دو افسر (تاج) اور بالا پوش دیکھنے والوں کو دکھاؤں مسئلہ اوّل کے بارہ میں یہ نظم درست ہے۔ **قطعہ**

جب کسی کو صادر ہونے والے گوز کا خوف ہو۔ تو جماعت سے الگ ہو جائے اور طہارت کرے

بر بنائے قول ابو حنیفہ نماز قضا کرے۔ اور محمدؒ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے۔ پس ایسا ہی عمل کرتا رہ

بعد اِس کے کہ وہ پلٹ کے آئے اور کھڑا ہو۔ تو اِس نماز کی اقتدا پیش امام سے نہیں کرسکتا ہے

اور قاضی ابو یوسف نے اِن دونوں کے قول کے خلاف کہا ہے اور بس

پھر کہا کہ اِس ورق کو اور وسیع کردوں۔ اور فارسی زبان کہنا شروع کردوں۔ **اشعار فارسی**

جب کسی کو حدث صادر کا خیال ہو۔ تو مسجد سے وضو کے واسطے اپنے آپ کو علیحدہ کرے

بر بنائے فتویٰ ابو حنیفہؒ و محمدؒ اُس نماز کو از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے۔

کیونکہ اِن دونوں اماموں کے نزدیک اُس نماز کو اُس پیش نماز کے پیچھے نہیں پڑھ سکتے

اور بروایت ابو یوسف فقیہہ اُسی نماز پر اُسے بنا کرنا چاہیئے۔

اور دوسرا مسئلہ کہ جس پر تُو نے اپنے آپ کو فریفتہ کیا ہے۔ اور بطور رعونت امتحان پیش کیا ہے۔ اُس کا جواب زبان عربی اور عبارت فارسی اور نظم عربی و فارسی میں سُن اور یاد کر اور اپنے خیال سے پھر جا۔

(جواب نظم عربی میں)

جب کوئی شخص کوئی نماز فرض ایک شبانہ روز تک نہ پڑھے۔ اور اُسے یہ بھی نہ معلوم

ہو کہ کونسی نماز نہیں پڑھی ہے۔ پھر جب اُسے نماز نہ پڑھنا یاد آئے تو وہ کیا کرے۔

بقول ابو حنیفہؒ و ابو یوسف جب نماز نہ پڑھنا یاد آئے تو نماز روز و شب ادا کرے۔

اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر فرض اُسکے مقام و اوضاع و شمار رکعات و دیگر ضروریات کے ساتھ قضا کرے۔

اور امام زفرؒ کے نزدیک ہر چہار رکعتی نماز کو تین تشہد کے ساتھ ادا کرے اور باقی کو مختصر کردے۔

پھر عنان بیان کو زبان عربی سے زبان عجمی کی طرف۔ اور بول چال حلبی (عربی) سے گفتگوئے بنی کلب (فارسی) کی طرف پھیرا۔ اور کہا۔ **اشعار فارسیہ**

ایک رات دن میں کسی کی ایک نماز رہ گئی اور یہ نہیں معلوم کہ کونسی نہیں پڑھی

ابو حنیفہؒ اور ابو یوسف کے نزدیک نماز پنجگانہ کُل ادا کرے

محمدؒ بن حسن کے نزدیک اِن احکام کا جواب اور ہے۔
دو رکعت فجر کی اور چار۔ چار ظہر و عصر کی اور تین مغرب کی پڑھے۔
یہ نماز جو فوت ہوئی ہے۔ امام زفر کے نزدیک اس کا حکم اور ہے۔
چار رکعت تین تشہد۔ اور درود و سلام کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔

پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہُوا اور کہا۔ ہر وحشی اور سرکش (مشکل) کے بارہ میں مجھ سے پوچھو اور ہر غائب و گریزان (دشوار) سے سوال کرو۔ کیونکہ میں سوال کرنے اور اُمید رکھنے کے قابل ہوں اور مَیں سائل مفلس نہیں ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ اے شیخ ابھی دو مسایل آخر کا۔ جواب تمہارے ذمہ باقی ہے۔ اور تیسری شراب ساقی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ رقص بے طرب اور شادی بے سبب کیسی ہے، ابھی تو علم کا چاند جہالت کے پردہ میں۔ اور یہ دونوں بچوں کے مسئلے سہل تھے۔ وہ پیر کڑک کی طرح گرجا۔ اور بجلی کی طرح ہنسا۔ اور کہا۔ **شعر**

تونے درمیان حال میں کوہ بلند و استوار کھڑا کر دیا۔ اور تونے نیزہ زنی مجھے یاد دلادی۔ حالانکہ مَیں اسے بھُول گیا تھا۔

پیر نے سوال کے نشانہ پر تیر صائب اور جام پڑے۔ **اشعار**

قریب ہے کہ تو مجھے جان لیگا۔ جب تُونے میری حالت آزمالی۔ اور میرے حُسن گفتار پر تو میری مدح کرے گا
اور تو جان لیگا کہ میرا دریائے علم جوشاں و خروشاں ہے جو عنقریب زر و جواہر نکال کے ڈال دے گا
اور عربی میں جواب دیا۔ **نظم**

اگر کوئی احرام بستہ حرم کعبہ میں کسی دوسرے محرم کو ذبح گوسپند کے لئے تلوار یا چھُری دے
اور اگر بجائے شمشیر کسی محرم کو کمان مع تیر عاریۃً عطا کرے
چھُری کا پُورا تاوان ذبح کرنے والا کمان عاریۃ دینے والے کے عوض میں دے
اور تلوار دینے والا بھی تاوان دہندہ ہوگا۔ کیونکہ عاریۃ لینے والا بھی گناہ میں مثل گناہ گار ہے

پھر گفتگوئے اہل پارس اور زبان اہل بلخ کی طرف متوجہ ہُوا اور کہا۔ **قطعہ**

کسی احرام بستہ نے خانہ کعبہ میں کسی دوسرے محرم سے ایک چھُری عاریۃً مانگی اور اُس نے دے دی اور شکار اُس سے ذبح بھی کیا گیا۔ تو بتاؤ کہ تاوان کس پر عاید ہوگا اور اگر بجائے چھُری تیر کمان اُسے دے اور شکار اُس سے گرا لیا جائے اِس بارہ میں حکم شریعت دونوں کا جان لو۔ کہ ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے فتویٰ میں کیا فرق ہے شاگرد کے نزدیک تو عاریت لینے والے سے تاوان لیا جائیگا۔ اور ابو حنیفہؒ کے نزدیک عاریت دینے والے سے

اُس بڈھے نے متجر علمی سے جواب آخری مسئلہ کا شروع کیا۔ اور کہا ایسی بات سُنو۔ جو اعجاز سے قریب ہے۔ اور اپنے محل پر نہایت شریف اور باریک۔ معمولی آدمیوں کی سمجھ اس کی باریکیوں کو نہیں پا سکتی ہے۔ اور گوش خواص کے اُسے دریافت نہیں کر سکتے۔ **قطعہ**

آٹھ عورتوں سے کہا گیا۔ جب تم میں سے دو سے نکاح کروں درحالیکہ وہ نکاح مفروض ہو
اُن دو میں سے ایک مطلقہ ہوگی۔ پھر ظاہر و آشکار اُن سب سے نکاح کیا۔
پہلی اور ساتویں اُس کے لئے حلال ہے اور مرد کو ان دونوں میں سے اختیار ہے جس کو جی چاہے رکھے۔

پھر عربی گھوڑے پر سے اُترا اور فارسی گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور یہ اشعار فی البدیہہ کہے۔ **قطعہ**

ایک مرد نے آٹھ عورتوں سے کہا (از روئے دانائی) کہ جب تم میں سے دو سے نکاح کروں تو ایک کو طلاق ہوگی۔
آٹھوں سے الگ الگ نکاح کیا اور صحبت نہیں واقع ہوئی۔ ان میں سے کس سے وصال ہو سکتا ہے اور کس سے فراق۔
حکم شریعت میں اوّل اور ہفتم جائز ہوگی۔ اور دوسری اور آٹھویں نزدیک ابو حنیفہؒ حرام ہوگی۔
تیسری چوتھی پانچویں چھٹی کے بارہ میں مرد کو باجماع اختیار حاصل ہے۔

جب پیر واعظ نے اس ترتیب اور ترکیب سے جواب مسائل دیا۔ اور جو کچھ کہا درست اور اجماعی فتویٰ بیان کیا۔ دہنے بائیں سے نعرہ تحسین و آفرین بلند ہوا۔ اور لوگ جوش و خروش میں آگئے۔ جس کے پاس جو لباس تھا۔ اُتار کے ڈال دیا۔ اور تھیلی میں جو تھا خالی کر دیا۔ وہ پیر طنّاز صراف اور بزاز کی طرح باسامان زر و جامہ ہو گیا۔ اور بہت دُعائیں دیں۔ اور جب منبر سے نیچے اترا کسی تیز چشم نے بھی اس کی گرد تک نہ دیکھی۔ چاند کی طرح ابر میں چھُپ گیا۔ اور سیارہ کے مانند پردہ تاریکی میں چلا گیا۔ بعد اس کے کہ اُس کا متبرک کلام سُنا۔ پھر اُس کا چہرۂ مُبارک نہ دیکھا۔ **اشعار**

مجھے نہیں معلوم کہ اُس پیر خمیدہ پشت سے دُنیا نے نرم یا سخت کیسی بات کی۔
زمانہ مکار اسے خطا میں لیگیا یا چین میں اور چرخ شعبدہ باز نے اسے ٹھوکروں سے مارا یا گھونسوں سے۔

تیرھواں[۱۳] مقامہ تعریف شہر بلخ میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا۔ جو مروت میں یکتائے زمانہ اور جوانمردی میں مشہور تھا۔ کہ کسی زمانہ میں بطور آزمائش و سفر شہر سنجاب سے بلخ میں آیا۔ اور مسافرت کا سامان بلخ میں اُتارا۔ اور چاہا کہ ایک مسافر اور راہ گیر کی طرح اُس شہر کو طے کروں۔ اور اُس سے گذر روں کیونکہ گھر سے سفر عراق کے لئے نکلا تھا۔

اور ارادہ حج اور سفر شام کا رکھتا تھا۔ یہ میں نے نہ چاہا کہ قیام بلخ اِس ارادہ کا قاطع اور اُس قرارداد کا مانع ہو۔ لیکن جب بیابان سے آبادی میں آیا۔ اور گاؤں سے بازاروں میں پہنچا۔ اور اس شہر مشہور اور مقام آباد کی سیرگاہوں کو دیکھا میں نے کہا۔ سبحان اللہ کیا خوب لطافت والی ہوا اور کیسی پاکیزہ یہ خاک ہے۔ یہ جگہ اِس بنیاد و سرشت کے بالضرور باغہائے بہشت میں سے ایک باغ ہے۔ میں اِن حوضوں باغوں اور باغیچوں سے متحیر و مبہوت ہو کے رہ گیا۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ تصاویر نقاشی ارتنگ[۵۱] اور اشکال مصور مانی و مُلک فرنگستان اور شاخہائے درخت طوبیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ ترجمہ قطعہ

بوجہ پاکیزگی خوبی میں نے اُس کو بہشت سمجھا۔ اُس کے درختوں کی شاخوں میں منقش پتّے تھے

میں نے اِن کلیوں کو شبنم آلود پایا۔ گویا رُخسار حُور پر پسینہ آگیا ہے

اُسکے درختوں کی ہوا ہمہ تن مشک تھی۔ اور اُس کی خاک آمیختہ بہ عنبر خوشبودار تھی

نہایت تازگی وخوبی ودلکشی کی وجہ سے میں سمجھا کہ طربناکی میں جنّت عدن ہے۔

اُس کے درختوں کی شاخ حلّے پہنے ہوئے تھی۔ اور اُس کے چمنوں کی خاک لباس منقش پہنے تھی

اُس کے گلہائے رنگارنگ سُرخی اور لالہ وجہ سے باغ آسمانی دبہشت کی طرف متوجہ تھے

جو ہوا اُس شہر سے صبح اور شام چلتی تھی۔ گویا کہ وہ نافہائے تبت پر ہو کے چلتی تھی۔

میں نے کہا۔ کیا خوب ہوائے معطر اور میدان معنبر ہے کہ اِسکے بخارات ہمہ تن دھونی ہیں۔ اُس کی خاک بالکل مشک و کافور کیا کہنا اُس شخص کا جس کا وطن اصلی شہر میں ہو۔ اور مقام وجائے بازگشت اِس جگہ کو بنائے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ جب تو نہروں اور تالابوں اور خورنق وسدیر کے ایسے محلوں میں پہنچ گیا تو یہاں ٹھہر اور آرام لے۔ تیرا نزول دانا کے پاس ہُوا اور تو نے چھاپا ریشم پر لگایا۔ (یعنے خوبی حاصل ہے) پھر میں نے خیال کیا کہ یہ نہریں اور زمانہ بہار کی کلیاں قوت طبیعی کے حصّہ میں ہیں۔ عالم ظاہر سے باطن کی طرف آنا چاہیئے۔ اور قدم منزل حیوانیت اور خواہش نفسانی سے باہر رکھنا چاہیئے۔ خانہ خاک سے منزل آسمانی اور خواہش شیطانی سے تقاضائے فرشتہ خصالی میں آنا چاہیئے کیونکہ تلاش رنگ و بو حیوانیت طبع سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ کام درستی عقل کا نہیں ہے۔ اِس لئے

---

[۵۱] ارتنگ۔ کتاب تصاویر مانی و نام بُت خانہ مانی نقاش مشہور ہے۔ بابل کے ایک گاؤں میں پیدا ہُوا۔ اِس کا اصلی نام قورنیقوس بن قاتن۔ شاگرد قادرون ہے۔ مخترع مذہب تھا۔ کتاب انجلیوں کی اُس کی تصنیف ہے شاپور یا بہرام کے زمانہ میں ہُوا ہے۔ اُنہوں نے فرنگی لکھا ہے بجائے فرنگ ارژنگ نام نقاشے پڑھو۔ شاپور سے گفتگوئے مذہبی ہوئی۔ اور اُسے قتل کر دیا گیا۔ ۱۲ منہ (تصحیح عبارت مقامات اختلاف میں ترجمہ سے کرو)

کہ رنگ و بو پر نامرد فریفتہ ہوتے ہیں۔ اور اُس کی آرزو عورتیں کرتی ہیں۔ عقلمند آدمی کو زیبا ہے۔ کہ رنگ و بو پر فریفتہ نہ ہو۔ اور دکھاوٹ و زینت کی چیزوں سے خوش نہ ہوا تنا ٹھہر کہ اِس کھنڈر کے لوگوں کو آزماؤں۔ اور ہر ایک کے کلام کے پیالوں سے آسودہ ہوں۔ اور چند روز اِس بہشت میں مقام و قیام کروں۔ پھر دیکھوں کہ سخت و نرم پوست و چرم سے کیونکر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر دل جسم کے ساتھ اور صُورت معنے کے ساتھ اور ظاہر باطن کے ساتھ یکساں اور برابر نکلے تو سفر کی کھڑاوں اِس شہر با امن و سلامتی میں بارادۂ قیام اُتار ڈالوں۔ اور اگر اِن پھولوں کا کانٹوں سے تعلق اور اِس نسیم میں زہر ملا ہو تو کسی اور منزل میں گھوڑا ہنکا دوں۔ اور انتقال کا ارادہ کروں۔ کیونکہ جوئندہ کا ارادہ اور پوئندہ کا قدم اچھے مقام کو چاہتا ہے نہ سواری اور نہ توشہ۔ ترجمہ **قطعہ**

جب میرے پاؤں بندھے نہیں ہیں تو ایسے مقام میں سفر کر کے جاؤں کہ اُسکی نسیم بہاری کا اثر مجھ تک پہنچے
ایسی زمین میں کاندھے سے بار اُتار کے رکھوں کہ جس میں ہر صبح کو مُشک تتاری کی بو مجھ تک آئے
ایسے جنگل میں شکار کروں کہ اُس کے فوائد سے ہر روز ہزار قسم کے شکاری میرے پاس آئیں
ایسی زمین اور خطہ میں کیوں رہوں۔ کہ وہاں رہنے سے مجھے ذلت و خواری ہوئے

اور میں نے یہ سمجھ لیا۔ کہ یہ بات تجربہ اور جانچ اور آزمائش سے ہم نشینوں اور بھائیوں کے ٹھیک ہوگی۔ لہذا تو دوں اور کھنڈروں کی دیکھ بھال سے لوگوں کی جانچ کی طرف متوجہ ہُوا۔ اور ایک گروہ کا امتحان کیا۔ اس بات سے تمسک کر کے۔ **قطعہ**

ہمارے نزدیک کسی شہر کو کسی شہر پر فضیلت ہے۔ مگر مکہ معظمہ کو جو خانہ خدا اور محترم ہے
کیونکہ مکہ کو برتری تمام شہروں پر حرمت دین اور اسلام اور قدامت کی وجہ سے ہے

جب اقسام مردمان کے ساتھ ہم نشینی موانست کا موقع ملا روشنائی و آشنائی اور میل جول پیدا ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا۔ کہ ظاہر کا پلڑا باطن کے پلڑے کے مقابلہ[1] میں بہت ہلکا ہے۔ اور پُورے طور سے کمی ہے۔ کیونکہ عروس باجمال کو پازیب اور خال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ **قطعہ**

حسُن ذاتی ہر قسم کی علت اور تبرزئین و آرائش کے تکلف سے کہیں بڑھ کے ہے
صاحب زلف و سرمہ خلقی ہو جا اگر تجھے یہ ملجائے تو زلف بنانے اور سُرمہ لگانے سے بے نیاز ہو جائے گا۔
ہمیشہ کیلئے حسُن ذاتی سے توصل پیدا کر تو ہر وصف و تشبیہ و تمثیل سے بے پروائی ہو جائے گی

ابتدا مکتب اور بادو مجلس عُلما سے کی [پیوند و تعلق ۱۲]۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ ہجوم عوام لائق اعتبار نہیں۔ اور

[1] ظاہر سے باطن سب کا بہت اچھا تھا ۱۲

ترازوئے امتحان میں وزن و وقار نہیں۔ کیونکہ عوام مثل چوپایوں کے ہیں۔ چوپایوں سے غرض کا طالب ہونا اندھوں کا کام ہے۔ لہذا خاص الخاص اور مخصوص لوگوں میں آیا۔ اُس گروہ خواص میں ہزاروں ادیب عربی زبان والے اور امام مولویوں کی سی چادر والے۔ اور مفتی صائب رائے اور واعظ و طبیب خطیب و حکیم دیکھے۔ ہر ایک کسی عہدہ جلیل کا ہار پہنے ہوئے تھا۔ اور کسی نسب اعلیٰ کے ساتھ فخر کرنے والا تھا۔ اور ہر شخص کسی گروہ کا پیشوا تھا۔ اور کسی فن کا امام تھا۔ پیران چادر فروش اور جوانان لباس پوش اور واعظان شیرین زبان اور مناظرانِ خوش بیان اور مدرسان معتمد اور فقیہان مشہور اور عالمان کامل فائز بر مرتبہ فتویٰ دہی اور پیروان قدم پرہیزگاری میں سے ہر ایک بوجہ انتہائے علو قدر مثل صاحب بزرگ اور صاحب صدر۔ اور صوفیان مرتاض اور صاف باطنان صاحب مشاہدہ اور مجردان کوئے تحقیق و طریقت اور مغروان راہ صفا و حقیقت کے ہیے۔ **بیت**

سب مثل بایزید بسطامی صاف نفس اور مانند شبلی[نام صوفی ۱۲] سب کے سب عزیز الوجود تھے

جب مجمع خاندان رسالت اور شناسایان مرتبہ پسری و پدری کو جیتے دیکھا تو ایسے سادات ملے جو افعال میں اپنے آبا و اجداد کے پیرو اور اپنے باپ دادا کے نور سے ہدایت یافتہ تھے۔ ہر ایک مال و منصب رسالت سے میراث خوار اور مالدار تھے۔ بعضے تو رئیس تھے۔ اور کچھ کو شرف حکومت حاصل تھا۔ اِن میں سے بہت سے مالداران پاکدامنی[عفیف ۱۲] تھے۔ اور بہت سے بلا مبالغہ سخی۔ **نظم**

ہر ایک آسمان کی طرح ثابت رائے۔ اور ہر ایک مثل ستارہ راہنما تھا۔
اُنکی طبیعت کرم کرنے کے لئے ادنیٰ بہانہ ڈھونڈتی تھی۔ اور اُن کی باتیں روح افزا تھیں
سخاوت و علم و علو مرتبت کے سرمایہ دار تھے۔ اور رسول اللہؐ کے یادگار تھے۔

اور جب زاہدوں کے خلوت خانہ اور عابدوں کے آستانہ میں پہنچا۔ اور اُن خاصان خدا کی خدمت میں گیا ہر گوشہ میں ایک خزانہ عامرہ دیکھا۔ اور ہر کنارہ میں خزانہ آراستہ پایا۔ وقار و حلم گراں کے حامل تھے۔ اور دریائے عمل و علم کے پیراک تھے۔ دونوں جہان کی ہستی کو ہار چکے تھے۔ اور فنا و نیستی کا سرمایہ حاصل کرلیا تھا۔ سفر آخرت کی ٹھان لی تھی۔ اور دُنیا کو ٹھوکر مار دی تھی۔ استغنا کا جھنڈا آسمان پر بلند کیا تھا اور اپنی چشم تیز نظر عالم بالا سے لگائے تھے۔ **اشعار**

تجرید و تفرید کے میدان میں تیز رو تھے۔ افلاس کی بازار کے پاکباز تھے (مال دُنیا سے کچھ پاس نہ تھا)
بیخود خواب شوق الٰہی میں ہوشیار تھے۔ بے شراب و پیالہ مست عشق حقیقی تھے۔
شراب کی طرح دافع غم اور جان فزا تھے۔ اور گل کے مثل تازہ اور گرم نفس تھے۔

پھر ارادہ ہوا کہ مردوں کے مقام اور لوگوں سے چھپے ہوئے اشخاص کی منزل میں جاؤں۔ کیونکہ روئے زمین کے سردار اور دنیا کے محافظ یہی ہیں۔ بہت سے مزار بابرکت اور باغہائے مبارک نیکبختوں شہیدوں۔ ولیوں۔ صفیوں بڑے بڑے لوگوں اور عالموں کے دیکھنے میں آئے۔ یہاں تک کہ زندگانی کی یاد میں نے بھلا دی۔ اور ایک مدت دراز تک تلاش میں رہا۔ اس خاک و خشت مبارک میں باغہائے بہشتی دیکھے۔ جب امور ضروری و غیر ضروری سے اس جماعت کے میں نے فراغت پائی۔ اور علم قدرت بلند کیا۔ تو عوام کی قطار میں آیا۔ اور قوموں کے گروہ میں گیا جدھر جاتا تھا میں سمجھتا تھا کہ شہر کے ہار کا بڑا موتی یہی مقام ہے۔ اور محل ازدحام و حصول منفعت یہی جگہ ہے۔ کثرت ہجوم خلق سے جہاں سے قدم اٹھاتے تھے۔ وہیں پڑتا تھا۔ (چلنے کو جگہ نہ تھی) اور کھوے سے کھوا چلتا تھا۔ تمام قدم ایک دوسرے سے شاکی تھے۔ (ایک کا پاؤں دوسرے کے پاؤں سے کچل جاتا تھا) اور ایک کا سینہ دوسرے کے پیٹھ سے لگتا تھا۔ پچھلے لوگوں کی ٹھڈی اگلے لوگوں کی گدی سے لگی تھی۔ اور شانہ آگے والوں کا پچھلے لوگوں کے واسطے بمنزلہ عصا تھا۔ صوفیوں کی طرح ایک کی گود دوسرے کے لئے گوشہ خلوت تھی۔ اور ترکوں کی طرح سب کا ہاتھ ایک دوسرے کے ازار میں تھا۔ مور و ملخ کے مثل سب ملے جلے تھے۔ اور ہر ایک اپنے کسب اور کام میں لگا تھا۔ دشت عرفات اور مجمع عرصات کی طرح عابد گنہگار۔ قریب والے اور دور والے۔ خطا اور بطحا کے رہنے والے۔ دنیا اور عراق کے باشندے سب ملے جلے تھے۔ کوئی مثل قد سرو قباپوش اور کوئی مانند قد صنوبر عمامہ بر دوش تھا۔ بعضے مثل درخت گل لباس مکلف پہنے۔ اور بہت سے مثل گل ارغوان جامہ فخر پہنے تھے۔ ہر ہر قدم پر لالہ رخسار اور ہر طرف مشکیں عذار تھا۔ قطعہ

جوان سیاہ ریش ۱۲

ان کا شہر خوبی میں مثل خلد بریں تھا۔ اور ان کا منہ مانند حور وش چشم خوبی میں تھا۔

ان کے روئے منور کے آگے دن میں ستارے سیاہ تھے۔ اور انکی زلف سیاہ سے زمین و آسمان میں اندھیرا تھا

سب زیور سنت و جماعت سے آراستہ اور بلاغت و براعت کے لباس سے سب پیراستہ۔ یک رنگ حنفی تھے۔ اور سب برابر کے مقتدی تھے۔ بدعت کا ان کے دماغ میں گذر نہ تھا۔ مخالف اور خیانت کے خیال کا اُن کے سینہ میں مقام نہ تھا۔ توحید کی تختی بچپنے سے یاد کر لی تھی۔ اور طومار حلال و حرام غنداق کی طرح اپنے اوپر لپیٹے تھے۔ عروس شریعت کے واسطے گوشوارہ اور کنگن تھے۔ اور عیسائیت سے اسلام قبول کیا تھا۔ یہ تعریف واقعی فقر .... اور صفت اہل کار زار کی تھی۔ اور قصہ پگڑی باندھنے والوں اور افسانہ عقلمندوں کا تھا۔ جو کہا گیا۔ دوسری قسم (عورتوں)

کی باتیں چھپانے اور نہ کہنے کے لائق ہیں۔ اور۔ اس ذکر کا موتی پرونے کے قابل نہیں۔ کیونکہ پردہ جمال میں چھپنے والوں کی حکایت اور اُن کی صفت کمال سوائے نیک اعمال لوگوں کے سامنے اور کسی سے نہیں کہہ سکتے۔ اور پاکدامنی کے پردہ میں بیٹھنے والوں کے بانوں کی تعریف اور چہرہ کی توصیف خلوت کے نامحرموں سے نہیں کہہ سکتے ہیں۔ **اشعار**

اُن کا ذکر چھوڑنے۔ کیونکہ اُن کی یادگاری میں آفتیں ہیں۔ اور یادگاری کرنا نادر برفت ہوا کرتا ہے۔ جو اُن سے قریب ہوتا ہے۔ اُس کو اُن سے دوری حاصل ہوتی ہے۔ اور جو اُن سے محبت کرتا ہے اُنسے بہت ... اور اگر ان اشعار کے نظم کا نام براجی رکھا جائے۔ پڑھنے والی طبیعت ٹھہرائے فضیحت میں پڑے کیونکہ عشق رنگ فروش آنکھ اور لوہیں تمیز نہیں کرسکتا ہے۔ جو بات دیکھنے سے ثابت کرتا ہے۔ وہی سُننے سے بھی۔ اس لئے کہ عشق کی بلبیں گوش چشم کے درختوں پر یکساں چہچے کرتی ہیں۔ اور کان اور آنکھ کے جال میں یکساں گرفتار ہوتی ہیں۔ کیونکہ ذکر شمع مثل چشمہ بھر کشایش عشق کے قبول کرنے میں ہم پیالہ وہم نوالہ ہے۔ کیونکہ عشق کا اوّل ذکر و بیان ہے۔ اور اُس کا آخر ملامت و پشیمانی۔ اور اگر میں پھر اُس بات کو بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ طول کلام ہوگا۔ اور درازی سخن کا انجام اُکتانا اور ملول و پشیمان ہونا ہوگا۔ **شعر**

تیری طبع ملول سے میں ایسا ڈرتا ہوں۔ کہ اس قصہ کی شرح نہیں کرسکتا ہوں۔

مینے کہا کہ نظر بد اس شہر کی خاک پاک سے نابینا رہے۔ اور دستِ مُصیبت وبلا کوتاہ رہے اور جب منظرِ اعتبار سے حجرہ آزمایش میں آیا۔ اور اختلاف چہار فصل میں ہجر و وصل کی گلی میں ایک کا امتحان کیا سب کو رفیق راہ اور یار غار۔ اور ایک جان دو قالب اور دوست صادق اور یا موافق پایا۔ اور اسی حال میں یہ گفتگو زبان پر لایا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔ **ابیات**

اے زمین بلخ اور باغہائے بہشت تو گلستان ہے۔ یا خوشیوں کی زمین ہے
اے خوشی میں اُس کے حُسن کے یاد کرنے والے بالضرور اُس کے میدانوں کی باتیں کر
اس کی منزل کے رہنے والے گروہ بزرگ ہیں۔ سایل کو غذا دینے میں بخل نہیں کرتے ہیں۔
اگرچہ میں تمہارے چراگاہ سے کوچ کرنیوالا ہوں مگر میرے تمام دن اور پورے اوقات تیرے ساتھ مشغول ہیں
شام اور یمن سے میں جہاں کہیں جاؤں تامدت قیام دُنیا میرا سلام تجھ پر ہوتا رہے گا۔

جب تک اُس شہر مبارک اور باغ بابرکت میں رہا۔ کبھی بھی بغیر میزبان خوش خلق اور ایک بات بھی بغیر مہماندار خوش گفتار کے نہ رہا۔ اور وہ نعمت و آسایش جو مجھے حاصل تھی۔ اُسے میں سمجھتا تھا۔ کہ

گھر میں ہوں۔ اور مہمان و مقیم خانہ خود ہوں۔ **قطعہ**

مَیں اُن کے شہر کو اپنا گھر سمجھتا تھا۔ اور اُس کے رہنے والوں کو اپنا پڑوسی اور چچا اور ماموں۔

مَیں اُن میں بڑی قدر اور مرتبہ والا ہو گیا۔ اور اُن میں اچھا عیش والا اور خوش دل ہو گیا

جب ایک سال اِس حالت میں بسر ہو گیا۔ اور ارادہ سفر کعبہ درست کیا جس طرح کوئی بچہ جو آغوش مادر سے الگ رہے اور مانند اُس بیمار کے جو بستر مصیبت پر خوشحالی سے جُدا ہے۔ زندگانی تلخ اور ناگوار تھی۔ اور سینہ عشق دوستان بلخ سے پُر تھا۔ غم ہائے دل اندازہ و شمار سے زیادہ تھے۔ اور قد بار ندامت سے خمیدہ تھا۔ **رُباعی**

قد ہجر یار سے مثل کمان خمیدہ تھا۔ اور جان و دل آتش غم سے جل رہے تھے

جسم تو منزل عزیزاں سے بہت دُور نکل گیا تھا۔ مگر صُورت دوستوں کی آنکھوں کے سامنے تھی

چلا جاتا تھا۔ پلٹ پلٹ کے دیکھتا تھا۔ اور اُس خاک پاک کی جدائی سے روتا تھا۔ اور یہ ٹھان لی تھی۔ کہ جب سفر عرب سے بلخ کے محلّوں میں پلٹ آؤں گا۔ تو قیام کے خیمہ کی میخ مضبوط گاڑ دوں گا اور قبر کا خلوت خانہ اسی زمین کی خاک میں بناؤں گا۔ اور باقی عمر اِس بارگاہ سرسبز و تازہ میں گذاروں گا۔ اور یہ "میری زندگی تمہاری زندگی ہے۔ اور میری موت تمہاری موت ہے"۔ پڑھتا رہوں گا۔ جب اِس ارادہ پر منازل کے گہوارہ میں سوتا تھا۔ زمین منازل کی آنکھوں سے جھاڑتا تھا۔ یہانتک کہ بخارا یا بلخ سے بغداد پہنچا۔ اور اُس زمین کی لذّتیں اور برکتیں مَیں نے حاصل کیں۔ اور جب زمانہ حج آیا۔ بزرگ رفیقوں کے ساتھ مشعر الحرام کی طرف متوجہ ہُوا۔ اور کنکریاں پھینکتا اور استلام حجر الاسود اور طواف حرم اور غسل از آب زمزم جو ارکان حج میں بجا لایا۔ اور ناجائز افعال جو کئے تھے۔ اور حرام چیزیں جو کھائی تھیں۔ اِن سب سے توبہ کی۔ اور گناہان کبیرہ وصغیرہ سے معذرت کی۔ اور وہاں کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت کی۔ اور عمر کے گھر میں خرابی پڑ گئی تھی۔ اِس کی تعمیر کی۔ اور روضہ پاک کی خاک کو آنکھوں کا سُرمہ بنایا۔ اور جب اُس عبادت کے فرض ونفل سے فراغت پائی۔ تو مَیں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ بیت المقدس جو خواب گاہ (مدفن) انبیاء اور مولد ومقتل برگزیدگان خدا ہے وہاں جاؤں۔ اور اُس خاک نُورانی اور تراب رُوحانی کو دیکھوں۔ ممکن

ے۔ از شمار انگشت بیرون۔ حساب عقد انامل سے لاکھوں اور کروڑوں کا شمار انگلیوں پر ہوتا ہے۔ اِس لئے اِس فقرہ کے معنے بیحد و شمار کے ہوتے ہیں ۱۲ خیال بکسرہ تصویر جو حیوانات کے ڈرانے کے لئے کھیتوں میں کھڑا کر دیتے ہیں۔ مجازاً بمعنی تصویر و صُورت ۱۲ مرقد و مہجد و مضجع از رقود و ہجود و ضجع ہر سہ بمعنے خواب گاہ ۱۲

ہے کہ گناہوں کے آثار بشریٰ کے چہرہ سے دُور ہوجائیں۔ اور غبار خطاؤں کا میرے پوست ناپاک سے جھڑ جائے۔ یہ خواہش پیروں سے چلنے اور لگام کھینچنے (سواری سے میسر ہوئی) اس اُٹھ بیٹھ اور سفر قیام میں پورے دو سال گذر گئے۔ تب اس حلقہ نورانی۔ گول۔ ملمع کار سبز رنگ۔ غبار آلود زمین و آسمان کو طے کیا۔ اور دو مرتبہ آفتاب کارہائے عالم منطقہ البروج کے نقطہ اعتدال ربیعی برج حمل پر پہنچا۔ اور آثار سعادت و نحوست کے ان غالبان و جابران بر خلق و مغلوبان و مجبوران خدا (یعنے سیارگان خمسہ) کے وسیلہ سے دُنیا میں ظاہر ہوئے۔ کبھی ابر خزانی بغیر غم کے روتا تھا۔ اور کبھی برق بہاری بلا طرب و نشاط روتی تھی۔ اور کبھی بلبل کشتہ عشق بیکار کو وصف گل میں ثنا گستری کرتی تھی۔ اور کبھی زاغ اندوہگین دامن کوہ و باغ میں نوحہ گری کرتا تھا۔ **قطعہ**

کبھی آفتاب اقامت میں تھا۔ اور بدر دوان تھا۔ کبھی بجلی ہنستی تھی۔ اور کبھی ابر روتا تھا۔
کبھی زبان پر مخلوق کے تھا کہ یہ دُنیا سے چلا گیا۔ اور وہ نہ رہا۔ اور کبھی یہ کہتی تھی کہ یہ مرگیا اور پیدا ہُوا
کسی کی زندگی کم تھی۔ اور کسی کی اُمیدیں طولانی تھیں۔ کوئی پچاس برس کا تھا۔ اور کوئی بیس ہی سال کا
تمام اشکال سحر ساز درہم برہم ہوگئیں۔ اور کسی کو جہان میں نہ معلوم ہُوا کہ اس سے کیا غرض ہے

مَیں نے کہا بلخ میں پہنچنے کی تمنا کے ہوتے ہوئے کہیں ایسا نہ ہو کہ قطع مسافت کرنے تک زندگی ہی فنا ہو جائے۔ بلخ والوں کے عشق کی تصویر خیالی منزل کے راستہ کی حریف بن کر ساتھ آئی تھی۔ اور ہمیشہ سرہانے کھڑی رہتی تھی۔ مسافرت کی باگ مینے بطرف صواب موڑی۔ اور چند رفیق مجھے اس راستہ میں مل گئے۔ موافقت کا ہاتھ ان کی رفاقت کی گردن میں ڈالا۔ اور بجانب خراساں متوجہ ہُوا۔ جب اُس ملک میں پہنچا وہاں کے آنے والوں سے پہلے کے برعکس حکایت سُنی۔ **شعر**

جو سوار کہ دُور ہیں اُن کے بارہ میں جب کوئی پوچھتا ہے تو ضرور ہے کہ اُسنے خوشخبری دینے والا یا سنانی لانے والا ملے گا۔

معتمد راویوں نے خبر دی کہ جلدی نہ کر کیونکہ مقصد و مطلوب بطرز و روش مقرر نہیں گذرا ہے۔ اور زمانہ گذشتہ بلخ کا جو ہمہ تن بمنزلہ نسیم تھا۔ ہوائے گرم سے مبتدل ہوگیا۔ اور تمام شگوفے غموں سے بدل گئے۔ اور باغوں کے پھولوں میں سے بجز خار اور کچھ نہیں ہے۔ اور اُن فرحت کے پیالوں سے دماغ میں بجز خمار کے اور کچھ نہیں ہے۔ معشوق کو لباس خواری اور جامۂ سوگواری میں نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ اور مرقع مربع (نام زن حسین) کو بے مُرادی کے لباس کہنہ میں نہیں دیکھ سکتے۔ **مصرع**

کیا یہ آثار سکونت اُمّ اوفیٰ سے ہے۔ جو بولتا نہیں

میں نے کہا اُس باغ تازہ و شاداب کو کس کی نظر بد لگ گئی۔ اور کس بد نظرے نے اس کے اتفاق و نظام و ترتیب کو دُور کر دیا۔ لوگوں نے کہا۔ اے جوان مصائب حوادث اور بلائے زمانہ اس قسم کے بہت تصرف کیا کرتی ہے۔ اور ایسی دست بُرد بیحد ہوتی رہتی ہے۔ مصرع

زمانہ ستمگار ظالم بڑا ہے

بیان دیکھنے کے برابر ہے۔ دوڑ کے جاتا کہ تو معلوم کرلے اور تیز جاتا کہ تو دیکھ لے کیونکہ پیٹھ پیچھے کسی کے کچھ کہنا منجملہ عیب ہے پس میں چل کھڑا ہُوا۔ اور تصرف کی لگام رہبر قضا کے ہاتھ میں دیدی اور منزل بمنزل اس گم شدہ مقصود کی جستجو میں آرہا تھا۔ یہانتک کہ اُس حرم محترم اور خاک پاک اور زمین باتمکین میں آیا۔ اُن تمام درختوں اور پودوں کو اوندھا دیکھا۔ اور اُن تمام حالت کو برعکس پایا۔ نسیم صُبح میں خوشبوئے گُل تازہ نہ تھی۔ اور بنفشہ تر میں تازگی نہ تھی۔ لالہ صحرائی میں تازگی وخود آرائی نہ تھی۔ اور سمن بہاری میں خوشبوئے فطری نہ تھی۔ اور نہ گلاب موسم بہار میں خوشبو نافہ تاتاری تھی۔ درندوں نے اُن منازل بہاری میں گھر بنالیا تھا۔ اور وحشیوں نے اُس مقام میں آشیانہ کرلیا تھا۔ اس کے خالی محل پُرانی قبروں سے مشابہ تھے۔ اور اُس کی زیبا چراگاہیں مقام عبرت ہوگئی تھیں۔ اور اُس کے مشہور مکانات مثل مقامات قابل مذمت قیام و مقام کے لائق نہ رہے تھے (کوچ کرجانے کا مقام ہوگئے تھے۔) میں نے کہا اے صاحبان تدبر کی بہشت تو بدبختوں اور حیرت زدہ لوگوں کی دوزخ کیونکر ہوگئی۔ اور اے امیروں کی جنت تو قیدیوں کے لئے طبقات جہنم کیسے ہوگئی۔ شعر

زمانہ نے تجھ کو ظاہراً و باطناً مہلت دے رکھی تھی۔ اور شبانہ روز تجھے حکم کرنا عطا کر رکھا تھا

جب میں زیارت گاہ اور شہر اور گھر کی طرف سے یاران قدیم اور دوستان کریم کے گذرا۔ بہت میں سے تھوڑے اور ہزاروں میں سے ایک بھی نہ ملے۔ جس کو دیکھا اُسے ضرب قہر کا تکلیف رسیدہ اور شربت زہر کا مخمور پایا۔ کچھ تو ہاتھ میں ظالموں کے اور بہت سے بے ڈھنگوں کے عذاب میں تھے۔ تمام مالدار فقیری کی صورت اور سب عزت دار بے سامانی کے لباس میں اور مغلوب صدمہ بلا اور مجبور غلبہ مصیبت تھے۔ یہانتک کہ ایک دن اُس دوڑ دھوپ اور جستجو میں ایک محلہ میں پہنچا۔ اور ایک سیر گاہ میں آیا۔ ایک گروہ کو دیکھا۔ جو بنات النعش کے ستاروں کی طرح ایک دوسرے سے الگ اور جُدا تھے۔ اور رنجور و مخمور تھے اکٹھا ہو گئے تھے۔ اور پیر نورانی اس ویران مقام کے پاس کھڑا اُن ٹیلوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور اُس حالت پر رو رہا تھا۔ اور یہ اشعار پڑھتا تھا۔ اشعار

یہ پیلو۔ جھاؤ اور لوبان کے درخت خبر دے رہے ہیں۔ کہ یہاں کے لوگ مر گئے ہیں
بہترین قول یہی ہے جو صادق تر ہو مگر مجھے نہیں معلوم کہ زمانہ نے اُنسے بیوفائی کی یا اُنہوں نے زمانہ سے
اے منزل میرے دوست اور اُنکی نشانیاں (اولاد) کیسی ہیں۔ جہاں کہیں وہ ہوں اُن سے میرا سلام کہدے

پھر پیر نے کہا اے جوان مسافر بالضرور اگلے زمانہ میں تو نے مشعر الحرام سے عشق کیا ہے۔ اور
اس میدان میں گھوڑا دوڑایا ہے۔ اگر کبھی اِن مقامات میں تو خوب ہنسا ہے تو اب خوب رو۔ کیونکہ
محبت یاروں کی کنکروں اور پتھروں کی تحریف سے کھلتی ہے۔ اور پیمان دوستوں کا بعد وفات
ظاہر ہوتا ہے۔ اس خارزار ہیں جسے تم دیکھ رہے ہو۔ ہزار نگارستان سے زیادہ تھے۔ اور اس
خاک جس پر تم چل رہے ہو۔ ہزار سرو راست قامت اور گل رخسار سے زیادہ پہلے سوتے تھے۔
ہر قدم پر ہزاروں زُلف مشکبو اور ہر دشت میں ہزاروں رُخسار ماہروں ہیں۔ ہر ویرانہ جسے
تم دیکھ رہے ہو اس میں آشیانہ آرام اور مقام خلوت تھا۔ اِس خاک پر مُنہ رکھدو تاکہ نسیم زمانہ یاران
تمہارے دماغ میں پہنچے۔ اور گوش دل سے سُنو تاکہ آواز مرحبا بالصبوح اور اہلاً بالفتوح
تمہارے سر میں آئے۔ شعر

اگر اُسکی خاک سے تم کیچڑ بناؤ گے تو تمہیں شرم آئیگی۔ چونکہ اِس خاک میں بہت سے سادہ پیکر لوگ سو رہے ہیں

اِس خاک کا ہر قدم مقام فایدہ ہے۔ اور ہر قدم محل دسترخوان پر از طعام ہے۔ یہ ویرانہ بالکل
مقام شراب و چنگ اور محل راگ اور رنگ کا تھا۔ یہ کل کانٹے گل رُخساروں سے اُگے ہیں۔
اور اِن تمام مکڑیوں نے غم کے تانے بانے تلے اوپر تنے ہیں۔ کچھ تو مساجد متبرک کے گوشہ ہیں اور
کچھ اِن ویرانوں میں سے عبادت گاہ بابرکت ہیں۔ جہاں تم پاؤں رکھتے ہو یہ زاہدوں کی سجدہ گاہ ہے
اور جس جگہ کو تم دیکھتے ہو۔ یہ بازیگاہ معشوقان ہے۔ ہزاروں معشوق اِس خاک میں شہید
ہیں۔ اور ہزاروں عابد اِس راہ میں بندے اور غلام ہیں۔ جوان نے کہا اگر تمہیں خیال اِس
کے دیکھنے اور سُننے کا ہے۔ تو بیٹھ جاؤ۔ اِس کا ماتم کریں اور حق ادا کریں۔ اور مرے ہوئے
کریم لوگوں کی مدح گستری۔ اور اِن کھنڈر ہو گئے ہوئے مقامات پر نوحہ گری کریں۔ ورنہ بغیر
عاشقی کے اظہار شیفتگی نہ کرو۔ اور بے شرمی پر رعنائی نہ دکھاؤ۔ کیونکہ ابر سپید صبحگاہی اور
تاریکی شام اِس ماتم میں بہت اشکبار اور سوگوار ہوتا ہے۔ اشعار

اُن دیار کو میرا سلام پہنچا و جواب بیابان ہو گئے ہیں۔ بہت سے گھر بعد انیس بیابان ہو جاتے ہیں
پس یاد کرو نوار کو اور مطہر و پشتہ میں جو قریب ہے۔ پھر کہاں یہ پشتہ اور نوار ہو گی

میںنے کہا اے شیخ اس محکمی کے ساتھ یہ زحمت کیسی۔ اور بے مرہم کے یہ زخم کیسا۔ کہا کہ اس قسم کی مصیبتیں بلاؤں کی ماں نے جنی ہیں۔ اور گردش زمانہ اور ظلم عالم سے اس طرح کے ناگوار جھلکے بہت حاصل ہوئے ہیں۔ **شعر**

میں آخری قیام کرنے والا ویرانہ پر اور اوّل گوشہ نشین کھنڈر پر نہیں ہوں۔

میں نے کہا تم اس بام و در اور ڈھیلے اور پتھر کے کون ہو۔ جو نہایت سوختہ اور افروختہ معلوم ہوتے ہو۔ اور میں تمہیں زار نزار دیکھتا ہوں۔ جواب دیا۔ کہ زمانہ یاران مردہ اور دوستان روپوش کی رعایت شریعت اور طریقت میں مسنون اور پسندیدہ ہے۔ حقوق ہم سفری یاران جس کسی کا دامن نہ پکڑیں وہ اگر مرے تو اس کی موت کریموں کی ایسی ہوگی۔ اس ملک کی خاک میرا مکتب اور بازی گاہ رہی ہے۔ اور چراگاہ منزل بھاری اس شہر کی میرے کھیل اور گھوڑ دوڑ کی میدان رہی ہے۔ سخی اور مالداروں نے اس خاک میں بقا کے کفن میں مُنہ لپیٹ لیا ہے۔ اور گردش حوادث سے شربت فنا چکھا ہے۔ اگر وہ موجود نہیں۔ تو اُن کا ذکر تو موجود ہے۔ اور اگر وہ مر گئے ہیں۔ تو اُن کا نام تو زندہ ہے۔ پھر یہ اشعار چشم گریاں اور دل بریاں کے ساتھ بار بار پڑھتا تھا۔ **قطعہ**

اُن مقامات کی طرف جن پر تقدیر الٰہی کا اثر تھا۔ میں دیکھ رہا تھا۔ اور میرا دیکھنا ٹھیک تھا
وہ منازل وسیع اور وہ گھر آباد تھے۔ اُن کے باغ تروتازہ تھے اور گُل بابونہ خنداں تھے
سایۂ عیش میں مُدت تک ہم صبح سے لیکر شام تک خوشحال اور فارغ البال تھے
ہم نے اُسے رُخصت کیا۔ ایسی حالت میں کہ دل گریاں تھا اور جگر میں آثار غم کے تھے
بہت سی حسین عورتوں کو مجھے چھوڑنا پڑا۔ اور بہت سی نمکین معشوقوں کو میںنے رخصت کیا
بہت سی سُرمہ گین کولوں والی آنکھیں تھیں اور بہت سے رُخسار تھے جن کے اطراف قابل بوسہ تھے

جب یہ لطیف اشعار پڑھ چکا اور چند چیخیں ماریں۔ اُن کُہنہ کھنڈروں اور نشانات خالی سے مثل ہوا (تیزی سے) قدم اُٹھایا۔ اور خاک راہ کی طرح مجھے چھوڑ گیا۔ اُسکے بعد کئی برس اُس زیارت گاہ پر میں گیا۔ مگر اس پیر شناگستر و نوحہ گر کا پتہ نہ پایا۔ اور اُس کی خبر نہ سُنی۔ **اشعار**

مجھے نہیں معلوم کہ اُس پیر مُسن کے ساتھ زمانہ شعبدہ باز اور فلک سحر ساز نے کیا کیا
پیالہ زمانہ میں کہاں زہر یا نوش ملا۔ اور جام فلک میں کہاں گرم یا سرد چکھا

چودھواں مقامہ آداب سفر کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا۔ محبت میں اعجاز اور الفت میں عقل کامل رکھتا تھا۔ کہ ایک وقت میں جب شہر کے لوگوں کا شاکی تھا۔ اور عصائے سفر پر تکیہ کئے تھا۔ میں نے چاہا کہ چند قدم چلوں اور چند منزلیں طے کروں تاکہ بھائیوں کی ملامت مہربانی سے بدل جائے اور نفرت یاروں کی الفت اور لطف کی طرف رجوع کرے کیونکہ طول قیام سبب ملال اور دوام صحبت باعث ندامت ہوتی ہے **نظم**

جو گھروں میں تھوڑی روزی پر متشکر اور فارغ ہو کر بطور لزوم اقامت اختیار کرتا ہے

اگر زمانہ دست درازی کرے گرداگرد خانہ مثل گردش عنکبوت گھومتا ہے

شہر میں رنج گر اُٹھاؤں میں ۔ سوئے شہر سبا چلا جاؤں

منزل ویران و خواری سے کوئی نہیں جانتا کہ میں کہاں چلا جاؤں

تقدیر کے ظلم سے زمین مطلوب میں لگام مراد کھینچ کے لے جاؤں

میرا دل خانہ تنگ سے بتنگ آگیا ہے۔ اب فضا میں چلا جاؤں

جو مقام پیدائش سے عشق رکھتا ہے اُسے وہی تکلیف اُٹھانا پڑتی ہے جو میں اُٹھاتا ہوں

یکایک بغیر تعیین زمان اور بے سامان جانا کا ارادہ کر دیا۔ اور پاؤں کے گھوڑے پر بھروسا کیا۔ اور اور اشتیاق کے بُراق پر ارادہ کا زین کسا۔ اور کوشش کا پاؤں راہ عراق میں رکھا۔ طبیعت قیام سے پُر ملال تھی۔ اور ارادہ سفر کے لئے جلدی کرنے والا تھا۔ جب چند فرسنگ راہ قطع کی۔ اور انجام مصائب سفر پر نظر ڈالی۔ میں نے کہا راہ کو رفیق سے اور گھر کو ہمسایہ سے چارہ نہیں ہے۔ پہلے راہنما ہونا چاہیئے اور پھر راستہ" کیونکہ بڑی شرط اور بڑا اُصول سفر کا رفیق راہ کا مہیا کرنا ہے۔ کیونکہ اکیلا دوڑنا ہلال کا طریقہ ہے۔ اور تنہا جانا خیال کا طرز ہے۔ **قطعہ**

اگر سفر مقصود ہے تو ستاروں کے ایسے رفیق مہیا کرنا۔ اکیلا اور تن تنہا ہلال کی طرح نہ جا

پہلے رفیق راہ مہیا کر لے پھر سفر کے لئے نکل۔ اکیلا چلنے والا نہ ہو اور خیال کی طرح نہ جا

اِس فکر میں تھوڑی دیر ٹھہر گیا۔ اور ایک درخت کے سایہ میں سو گیا۔ جب آنکھ کھلی۔ تو ایک پیر خوش آواز کو دیکھا۔ جو لطیف صورت تھا۔ ایک طرف بیٹھا ہے۔ اور تھیلا اور لکڑی آگے رکھی ہے۔ اور اپنے زاد و راحلہ کی حفاظت کر رہا ہے۔ پوشیدہ موتی پرو رہا تھا۔ اور اپنے آپ باتیں کر رہا تھا۔

اس کے برابر ایک سرو بلند (جوان) کھڑا تھا۔ جو ایک چمن میں بویا ہوا تھا۔ باد بہاری اُس پر چل رہی تھی۔ اور حرکت نسیم سے جھوم رہا تھا۔ اور پیر اُس کے سامنے ہنس رہا تھا۔ میں نے کان لگائے تاکہ سُنوں کہ پیر سیلح کیا کہتا ہے۔ اور اُس ترنم اور تبسّم سے اُس کا کیا مطلب ہے۔ یہ اشعار اس کی زبان پر تھے۔ اور یہ نظم اُس کے مُنہ پر جگر بریاں اور چشم گریاں سے کہتا تھا۔ اور زار زار اُس جوان پر روتا تھا۔ **قطعہ**

اے بلند قامت میں اکثر تیرے ایسے قد چماں و چمان تبجیل تمام (کوچ کرنے والا ہوکر) جُدا ہوں ......
بہت مرتبہ لوگوں۔ پیاروں۔ بھائیوں اور ہم نشینوں سے جُدا ہوا ہوں درحالیکہ آتش قلب بھڑک رہی تھی۔
اور بیکار کر دیا مجھ کو مصائب زمانہ نے پیش آ کر۔ اور میں نے ایسی حالت میں شب بسری کی کہ میں بے سروپا یعنے پریشان تھا
اور دُنیا نے مجھ پر حوادث بڑھا دیئے اور زیادہ کر دیئے۔ اور عیش مُنہ پھیرنے والا اور پیچ ڈالنے والا ہوا۔
کیا تیرے سایہ میں میرے واسطے خواب (راحت) اور تکیہ گاہ ہے۔ یا تُو نے حاسد اور نگہبان بٹھا رکھے ہیں۔
کیونکہ مجھے ہمیان زر و جام زرّین میسر ہو گا۔ مجھے تو تھیلی اور پیالے دکھائی نہیں دیتے

پھر نظم عربی چھوڑ دی۔ اور نغمہ فارسی نکالا۔ اور یہ اشعار دہان و زبان پر لایا۔ **قطعہ**

کیا کہنا ہے اُس بلند درخت کا کہ اس کی بلندی کی وجہ سے گردوں گردندہ کو ایک پایا ہونا سزاوار ہے
بہت سے خورشید و ماہ و ابر باغ میں تیرے نگہبان تھے۔ اور کار دایہ کرتے تھے۔
کیا ہرج ہو گا۔ اگر کوئی مُسافر ضرورت مند کچھ دیر تیرے سایہ میں آرام لے لے
جنّت عدن میں اگر درخت طوبیٰ تیرا ہمسایہ ہو جائے تو وہ فخر کرے اور اُسے سزاوار بھی ہے

جب یہ اشعار پڑھ چکا اور یہ نغمے گا چکا لکڑی ہاتھ میں لے لی۔ اور سامان پیٹھ پر لادا اور چاہا کہ چل دے اور مجھے چھوڑ جائے میں نے پُکار کے کہا کہ اے شیخ اپنے کمزوروں کی ایسی چال چلو۔ اور اس تیزی کے ساتھ نہ دوڑ کیونکہ اس قافلہ میں کمزور بھی ہیں۔ اور اتنا تیز نہ چلو۔ کیونکہ اس راہ میں لاغر و نحیف بھی ہیں۔ بُراق ہمت سے کوشش کے گدھے پر سوار ہو تاکہ سست رفتار ان تجربہ کار تمہاری گرد سواری سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ پیر نے پلٹ کے دیکھا اور کہا اے جوان سخت نادان خوب جان لے کہ سایہ سے سکون اور پانی سے حرکت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اپنے بار کا بوجھ میرے دامن سے باندھ دے (میرے پیچھے ہولے) تاکہ دونوں چلنے سے باز نہ رہیں۔ تو کسی حال میں ہے۔ اور میں کسی میں۔ تو منزل اوّل میں اور میں منزل آخر میں ہوں۔ تیرے پاس ابتک چلنے کے لئے پاؤں نہیں ہیں۔ قیام چاہتا ہے دیعنے تو جوان ہے اور ابھی دنیا میں تجھے رہنا ہے۔ اور میں بُڈھا ہوں۔ اور سفر آخرت

کیلئے تیار) تو نے اِس حالت کو نہیں حاصل کیا ہے۔ اور یہ بات ابھی نہیں سیکھی ہے۔ تیرے لئے ہر ہر کو سر پر مانع قوی ہیں۔ اور ہر منزل میں ہزاروں مشکلیں۔ کوئی رفیق معین و موافق پیدا کرتا کہ چلنے سے رہ جائے۔" کیونکہ عُمدہ بازی میں سب سے بڑی بات ہم پیشہ کی شناخت ہے "۔ تو حصول مُراد پر تُلا ہُوا ہے۔ اور مَیں نے مراد کو چھوڑ دیا ہے۔ تو مقصود چاہتا ہے۔ اور مَیں مقصود سے بھاگتا ہوں۔ تجھے ابھی میدان طے کرنا ہے۔ اور مَیں کعبہ سے گذر کر اُسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔ خاک کو ہوا کا حریف نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہوا ذرا دیر میں خاک کو اُٹھا لیتی ہے۔ مگر بہت جلد اُسے چھوڑ آتی ہے۔ لمحہ اوّل میں تو ملجاتی ہے۔ اور لمحہ ثانی میں اُس سے الگ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خاک تو سرتاسر کثیف ہے۔ اور ہوا ہمہ تن لطیف۔ خاک قیام وسکون میں ہے۔ اور ہوا حرکت گوناگون میں۔ مَینے کہا مَیں تجھ ایسے رفیق کو اِس تنگی کی حالت میں کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اگر تمام دُنیا کا فاصلہ ایک فرسنگ کا ہو۔ اور تمام علوم بمنزلہ ایک فرسنگ کے ہو جائیں۔ تب بھی دُنیائے علم میں بخیلی اور کنجوسی نہیں ہے۔ اور ظرف فضل بغیر تقاطر اور ریزش کے نہیں ہے۔ اِس بساط پر چلنے میں ہم تیرے موافق ہیں۔ ہم کو راہ مستقیم کی ہدایت کا پیر نے کہا اے جوان روک لوٹک کیا ہوگئی۔ اچھا چل اور "شروع کرتا ہوں نام سے اللہ کے جو رہنما اور ہادی تاریکی بحر اور وادی میں ہے۔" کہ اے جوان جان نے کہ عالم سفر عالم آزمائش و تجربہ ہے اور عالم امتحان و مجاہدہ لوگوں کے اخلاق میزان سفر میں تولتے ہیں۔ اور سفر کی کسوٹی سے آزماتے ہیں۔ کیونکہ سفر معیار اخلاق ہے "۔ جو ہر ظرف انسان کا (اِس پر سلامتی ہو) ریاضتِ سفر کی گھڑیا میں کھرا پن معلوم ہوتا ہے۔ اور جو نبی اسلام نے فرمایا ہے کہ "سفر دوزخ کا ایک ٹکڑا ہے"۔ اِس حدیث کے معنے یہ ہیں۔ کہ جب تک سفر کی آگ نہیں ہوتی ہے۔ خلاق کا کھرا سونا اور اتفاق کے حقیر سکہ میں تمیز نہیں ہو سکتی ہے۔ ورنہ سفر حج اور حرکت برائے جہاد کہ سبب نجات اور باعث علو درجات در بہشت ہے۔ ایسے سفر کو پارۂ دوزخ نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اِس سے ثابت ہے کہ سفر کی آگ سے تمیز درمیان زر و پشیز ہوتی ہے۔ جس کسی نے سفر کا کھڑاؤں پہنا اور علما سے ملنے کا ارادہ کیا۔ مَیں مانتا ہوں کہ اُس نے استقامت کے سر کو کچل ڈالا۔ اور سلامتی کے چہرہ پر خاک ڈالدی یہی سبب ہے کہ اہل تصوف کی خانقاہ میں بڑا عزیز مہمان مسافر ہوتا ہے۔ اور اِس گروہ کا قانون یہ ہے کہ کسی شخص کو مسافر اُسوقت تک کہیں گے جبکہ وہ سفر کا جوتا قیام بشہر کے لباس سے بدلدے۔ یہی سبب ہے کہ مسافر کے ذمہ بار تکلیف شرعی نصف رہ جاتا ہے "نماز مسافر دو رکعت ہے"۔ خوب سمجھ لے اسے جوان ہشیار تیز رفتار کہ جب کُل موجودات کو پیدا کیا۔ تو انہیں کہیں جائے قرار در قیام میں پیدا کیا

مگر آدمی کو گذرگاہ پیدا کیا۔ بفحوائے حدیث۔ دُنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی مسافر یا گذرندۂ راہ رہتا ہے۔ دوسرا ارشاد ہے " دنیا ایک پُل ہے اِس پر گذر جاؤ۔ اِس میں ٹھہرو نہیں " دُنیا راہ آخرت کا پُل ہے تاکہ اِس پر سے قیامت کے لئے سفر کیا جائیے۔ ٹھہرنے والوں اور قیام کرنے والوں کے لئے جائے قرار و قیام نہیں ہے۔ قرآن و حدیث میں۔ سیر کرو اور سیاحت کرو بہت جگہ آیا ہے۔ لیکن آیہ " قیام کرو اور کوچ نہ کرو " ابتک نہیں اُتری اور نہیں بھیجی گئی۔ چلنے والی اور متحرک ہو۔ دن میں سو مرتبہ دامن و گریبان مقصود تک پہنچتی ہے۔ اور زُلف و گیسوئے معشوق کے ساتھ بازی اور شوخی کرتی ہے اور خاک ساکن و قائم کو برسوں اپنا عزیز چہرہ چلنے والوں کے راستہ میں رکھنا چاہیئے۔ تب کسی دن مقصود کا قدم اُس پر پڑتا ہے۔ یا قدم معشوق کا اُس پر سے گذر ہوتا ہے۔ کیونکہ ہوا تو ہمیشہ عاشق مسافر ہے۔ اور خاک شید لئے مقیم۔ **قطعہ**

باد صبا کی طرح جہان میں مسافر رہ ۔ مثل خاک زمین ساکن و مقیم نہ بن

مثل خاک کے ساکن اور کاہل اپستی میں نہ ہو۔ خاک پر قدم رکھنے والے پاؤں کٹے ہوئے کا ہم نشین نہ بن

موسیٰؑ کی طرح طور کی بلندی پر قدم نہ رکھ۔ عاجزی کے ساتھ گوشہ نشیں سایہ گلیم نہ بن

لیکن اے جوان جب تک پہلے کسی ہمراہ کا دامن نہ تھام لے ہرگز میان سفر میں قدم نہ رکھ۔ کیونکہ اکیلا تو شیطان ہے۔ یعنی ایک ذات تنہا بمقتضائے مراد شہوانی صفت شیطانی رکھتی ہے۔ پس ذات واحد اِس لئے شیطان تنہا ہے۔ لیکن ہمراہی اور رفیق راہ ہونے کے لئے شرائط و اصول ہیں علاوہ اِس کے کہ کوئی ہم منزل اور ہم مشرب ہو۔ اور کسی درخت کے سایہ کو رخت و سامان رکھنے کی جگہ بنائیں۔ اِس علم دقیق کے حقائق ہم سفر کے ادب کے لحاظ رکھنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھنا چاہئیں۔ کیونکہ بھراہی سرورِ کائنات جب ارادہ رفاقت غار کیا تو اپنی ایڑی دہن مار میں دیدی۔ خالص زہر کے بخارنے پاؤں کے ذریعہ سے جگر بریاں میں صعود کیا۔ اور وہ خیال حفاظت سرورِ عالم میں نالہ و زاری کرتے تھے۔ اور زبان حال سے کہتے تھے۔ **شعر**

نشانہ خانہ ویران پر میں آخری شخص نہیں ہوں ۔ اور عقب در وابستہ اوّل ویرانے کا میں بھی نہیں ہوں تریاق وہی کھاتا ہے جو زہر بھی کھائے۔ اور پیالے شراب وصال کے بھی پہلے وہی پیتا ہے۔

جو کوئی کُل عالم کے سردار کا سر اپنے آغوش میں چاہتا ہے۔ اُس کا پاؤں سانپ کا مُنہ میں ہونا سزاوار ہے۔ اُن کے نبی اکرمؐ اِس قدر لُطف و مہربانی و مروت صرف فرماتے تھے۔ کہ کہتے تھے۔ اگر میں کوئی دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو دوست بناتا۔ اگر تنگی سفر میں کسی رفیق کے پائے

افزا کی گنجائش ہوتی تو ہم رفیق اور دوست ہوتے۔ لیکن میرے لنگڑے پاؤں کے لئے سفرہائے دشو
اور راہہائے خوفناک عراق سامنے ہیں۔ کہ اس راستہ کی دلدل میں کسی رفیق کا گھوڑا کام نہیں کرتا
ہے۔ اور کسی دوست کا گدھا اُس تنگ اور دشوار گذار راہ میں بار نہیں اُٹھا سکتا ہے۔ ایسے
سفر میں جہاں قدم اوّل مسجدِ نبویؐ سے بیت المقدس پر پڑا تھا۔ وہاں یاروں کو لیجانا دشوار
امر اور ناقابلِ برداشت تکلیف تھی۔ کیونکہ دُنیا کے یاروں سے کُرسی و عرش کے سفر میں ہمراہی
نہیں ہوسکتی تھی۔ "ہمراہ اعلےٰ ہے"۔ موسیٰ علیہ السّلام نے چاہا کہ خضر کے رفیقِ راہ بنیں۔ دُو قدم
میں تین موانع (رجال) کشتی میں چھید کرنا۔ ایک بچہ کو قتل کرنا۔ شکستہ دیوار کو درست کرنا پیش آئے
یہاں تک کہ چوتھے قدم میں صحبت ترک کرنا پڑی "(اب ہمارے تمہارے جُدائی ہے)" کہنا
پڑا۔ صوفی جو خانقاہ سے دعوت رقص و سرود میں جاتا ہے۔ اور عالم تنہائی سے مجلس اجتماع
میں جاتا ہے۔ جس کسی کو کہدے وہ اُس کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ لیکن دشت تجرّد و توکّل میں
بے وسیلہ و علم قدم رکھنا چاہیئے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ماہ تیرا حریف اور سایہ تیرا ندیم
نہیں ہوسکتا ہے۔ جب بات اور غرض بڑی ہوتی ہے تو معین و مددگار کم ہوتے ہیں۔ اگر
تم خواہان مطلوب ہو تو اکیلے اور تنہا جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ رفیق اُس محبوب سے تعلق پیدا کرے
اور وہ دوست بھی اُس پوست سے نکلے۔ شرکت و ذات میں عیب ہے۔ اور اگر خواہان معشوق ہے
تلاش رفیق اور یار کو ساتھ لیجانا راحت اور کشود کار کے مباح ہونے میں سدِّراہ ہوتا ہے۔ **قطعہ**
ولایت انصاف سے اگر تم کسی چیز کے جویا ہو تو دوست کے جویا ہو اور محلِ اخلاص سے کسی مددگار کو اختیار کرو۔
یار لوگ تو زہریلے سانپ سے بھی زیادہ زہردار ہیں۔ میری بات مان لو یار کے بدلے تو مار کا اختیار کرنا اچھا ہے

اور جب راہ چلتے یہ قوانین و احکام اس نے مجھ سے بیان کئے۔ اور منزل آرام اور مرحلہ آسائش
کے حریم پر ہم پہنچے پیر نے کہا کہ سواری نفس کو آرام دینا چاہیئے۔ اور بار سفر کو گردن و سر سے اُتا
کے رکھدینا چاہیئے۔ کیونکہ منزل دراز ہے اور راہ پست و بلند ہے۔ اور مقصد اپنی طرف کھینچنے والا
اور زمانہ ظالم اور دشمن قاتل ہے۔ اور جب موافق ارشاد پیر قاعدہ تدبیر محکم نہ ہوا قدم کی عنان
بیٹھے روک لی اور سفر کی رسّی کھولدی۔ جب کھالیا اور جو کہنا تھا کہہ لیا ہر ایک ایک طرف سو یا
میری جب آنکھ کھُلی اور رفیق کو پکارا تو چلدیا تھا۔ اور منزل کو چھوڑ چکا تھا۔ معلوم نہ ہوا۔ کہ بطرف
غم گیا یا بجانب سرور اور شکار کرنے کو گیا۔ یا قبرستان میں۔ **اشعار**

نہ معلوم کہ آسمان نے اُس کے ساتھ کیا فریب کیا اور گردشِ زمانہ سے کس زمین میں جا کر پڑا

اُس پر جہان ظالم بیوفا نے ظلم کیا۔ یا ستارہ معین و مسعود نے اُس کی فریاد رسی کی۔

پندرھواں[15] مقامہ گناہ و شر کشمیری کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جو میرے ساتھ بچپنے کا حق ہم شیری اور جوانی میں ہم نشینی کی نسبت رکھتا تھا۔ کہ ایک زمانہ میں جبکہ روئے عالم تازہ و شاداب تھا۔ اور فرش صحرا استبرق اور عبقر کا تھا۔ اور ردائے رمنوں کی سُرمئی اور زرد تھی۔ اور چمنوں کا فرش سُرخ و زرد تھا۔ **اشعار**

سطح زمین کا فرش گلاب کی پنکھڑیوں کا تھا۔ صبح کے وقت نسیم سحری شراب کی طرح ہمہ تن نشاط و طرب تھی۔ جام میں شراب اس طرح تھی جیسے کوئی دلبر نقاب میں ہو۔ اور گل بحالت غنچہ گویا کوئی بچہ غنداق میں لپٹا ہوا تھا۔

ایسے وقت میں جبکہ عالم ایسا رنگ پور رکھتا تھا۔ اور قدم ہمت کا ارادہ جستجو کا تھا۔ اتفاقاً چلتے پھرتے آئی دساری میں میرا گذر ہوا۔ ارادہ بہت دنوں تک ٹھہرنے کا نہ تھا۔ میں نے کہا اس شہر کا پانی چکھنا چاہیئے۔ اور اس گوشہ شریف کو چشم عبرت و امتحان سے دیکھنا ایک کار عظیم اور بڑی خوش نصیبی ہے۔ جب چند روز ٹھہرا تو یکایک گردن جال کے پھندوں میں پھنس گئی۔ **نظم**

کہاں تک تمہارے خیال میں رات گذاروں۔ اور تمہاری بخشش حاصل کرنے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاؤں تمہارے قرب سے ظہور (یا زمین) خواری سے قریب ہو گیا ہوں۔ اور تمہارے وصال کیلئے اپنا وطن چھوڑا ہے

عاشقی کا اگر کوئی ہو ندیم — گر پرندہ ہے تو بھی ہوگا مقیم

اکثر اصحاب طیلسان سپید — ہوتے اس غم میں ہیں سیاہ گلیم

سبب اس کا یہ تھا۔ کہ ایک دن نادر چیزیں بیچنے والوں بازار میں ایک گروہ سے دوسرے گروہ کے پاس گھوم رہا تھا۔ اور نادر مال کی گٹھڑیاں کھولتا اور باندھتا تھا۔ کہ یکایک ایک روشن چہرہ شخص کا نار نظر مجھ پر پڑا۔ جو چاند سے زیادہ حسین اور سورج سے زیادہ باکمال اور مشتری سے زیادہ معتدل۔ اور مثل فصل بہار کے ہزار رنگ نقش و نگار والا تھا۔ بُت خانہ چین کی طرح با ہزار زیب و زینت تھا۔ منہ سے جام شراب لگائے تھا۔ اور چشم پُرخمار تھی۔ شوخ رفتار با زلف تابدار۔ پیشانی خالص چاندی کی طرح سپید۔ اور گیسو نہایت پُرپیچ و خم والے۔ گورے گالوں پر سیاہ ڈاڑھی ایسی تھی جیسے گل سوسن پر بنفشہ اُگا ہو۔ اور اُس کے عنکبوت عارض نے مشک چینی برگ

---

[15] متن کتاب میں یہی لفظ مرقوم ہے مگر قصہ مقامہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عزیمت بمعنی افسون یا معاذ بمعنی تعویذ ہو ۱۲ مترجم

گلُ پیرہن دیا تھا۔ یعنے سُرخ سُرخ رُخساروں پر خط سیاہ تھا۔ **نظم**
اُس کے رُخسار سپید پوش (گورے) کا پیراہن سیاہ رنگ تھا۔اس کی ڈاڑھی اور اس کی لبی خُبی سے دل متحیر تھا۔
اس کے لب یاقوت رنگ سے بتیس آبدار موتی (دندان) ظاہر تھے اور اُس کی زُلف سیاہ میں آفتاب (چہرہ) پنہان تھا
دلسوز غم میں تھا۔ اور جان فخر شادی تھا۔ اُس کی پلکوں سے جوش نشتر تھیں۔ اور اُس کے لبوں سے جو مثل نوش شیریں تھے
اور شراب روز گذشتہ سے زُلفوں میں پریشانی اور خمار مستی شبینہ سے آنکھوں میں بے خوابی تھی۔
مَیں نے کہا اندر آؤ کیونکہ عقل ورائے کے گھر پر تُو نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور بغیر بیٹھے جگہ لے لی ہے
ناز کے تکیہ سے پیٹھ لگاؤ کیونکہ صبر کی پیٹھ ٹوٹ گئی۔ اور تو مزے سے بیٹھ کیونکہ عقل تو چل دی۔
اس صحرا میں دیوانہ ہو گیا۔ **نظم**

تم ترقی پذیر رہو کیونکہ دل سے صبر جاتا رہا۔ اور تم مزے سے رہو کیونکہ عقل گھر سے چل دی)
تمنا وخواہش دلی نے تیری خدمت کے لئے فراشوں کی طرح خانہ سینہ کو آراستہ کیا ہے۔

مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ اے گلُ عشق تو نے بیوقت خوشنودی۔ اور اے تصویر غم تُو نے
بے محل مُنہ دکھایا۔ مَیں تو یہی جانتا تھا۔ کہ اس جرعہ عشق کی جگہ خُم میں (دل میں) نہیں۔ اور اس شکار عشق
کی دُم میں جال نہیں (یعنی دل شکار عشق ہو گا) **بیت**

بغیر عشق تیری تمام زندگانی مکار رہو گی۔ تھوڑا اسا غم تیرے لئے کب مزاوار ہے

مَیں نے چاہا کہ مَیں دوبارہ اُسے نہ دیکھوں۔ اور اُس حدیث کو "ایک مرتبہ دیکھ کے دوبارہ
نہ دیکھو" پڑھوں۔ لیکن بادشاہ قوت سُلطانی کی سواری روحانی کی رسّی ٹوٹ چکی تھی۔ اور شیطان شہوانی
مسند ملک سلیمانی پر بیٹھ چکا تھا۔ اور فریب ومکر ابلیس ہوا وہوس مثل اشکال اقلیدس۔ مجسم ہو کر سامنے
آگیا تھا۔ اور دل کا پاؤں زانو تک کیچڑ میں پھنس گیا تھا۔ مَیں نے سمجھ لیا کہ چند روز اس شہر میں غم
برداشت کرنا چاہیئے۔ اور تکلیف اُٹھانا چاہیئے۔ اپنے دل میں کہا کہ دشمن جنگ جو سے موافقت کرنا لازم
ہے۔ اور نذر قرض خواہ کی عزت واجب ہے۔ یہ قہر وجبر اُٹھا کے سعی کرنا چاہیئے۔ اور یہ صبر کا زہر
پینا چاہیئے۔ **شعر**

قبل اس کے کہ تجھ سے مہرہ بازی کرے جو تجھ سے موافقت نہیں کرتا ہے تو اُس سے موافقت کر
معاملہ میں مکاری سے بچ کیونکہ مکار ناراست ہوتا ہے۔ اور تکلف کے ساتھ عشق سے پرہیز نہ کر کیونکہ جو
مقدر میں ہے۔ وہ تو ہو کے رہے گا۔ جب کچھ دیر مَیں نے سوچا مَیں نے اپنے آپ کو دلیر بنایا۔ اور
اُس کا ذکر کا زہر نوش کیا۔ اور اُس غم کو آغوش میں لیا۔ اور یہ زین پوش کاندھے پر رکھ لیا۔

اور عاشق کی طرح اس آواز کا حق ادا کیا۔ کہ مَیں نے یہ کاسہ زہر پی لیا۔ اور توکل کے ساتھ وسیلہ ڈھونڈ لیا۔ **بیت**

تیرے عشق نے جب عمدہ بارانی مینے بنالی اب چاہیئے سراسر باران ہو جا۔ یا برف

بس توکل کی گلی سے وسیلہ جوئی کے راستہ پر پلٹ آیا اور مینے کہا اِس راستہ میں بے رفیق نہ رہنا چاہیئے۔ اور اس غار پُر مار میں بے یار نہ سونا چاہیئے۔ کسی رہنما کی ضرورت ہے کہ ہم کو اِس ظلمات سے آبِ حیات تک پُہنچا دے۔ اور ایک ملاح درکار ہے۔ کہ ہم کو اس غرقاب سے ساحل نجات پر لے آئے۔ کیونکہ اس حادثہ کا حساب حذر اصم کی طرح دروازہ نہیں ہے (لاحاصل ہے) اور اس کام کا پُرکار کے دائرہ کی طرح کوئی سِرا نہیں ہے۔ **اشعار**

ایک ساعت بھی ایسی نہ تھی کہ چرخ مجھے تہ و بالا نہ کرتا ہو۔ سوا میرے ستانے کے زمانہ کو کوئی اور مقصود نہ تھا۔
تیرے عشق کے پاؤں پڑکے مثل دائرہ بے سر ہو گیا۔ کیونکہ اس کام کی دائرہ کی طرح ابتدا و انتہا نہیں ہے۔

اور مَیں آتش عشق سے اضطراب میں تھا۔ اور دل کے ساتھ اس سوچ میں کہ وہ آفتاب جمال اور ماہ کمال مشرق وصال سے مغرب زوال میں ڈوب گیا۔ **شعر**

جان نے مُنہ پھیر لیا۔ جب وہ روانہ ہُوا۔ وہ جاتا تھا۔ اور دل اُس کے پاؤں پڑتا تھا۔

مَیں نے کہا اس عشق میں غفلت اور سُستی نہیں کرنا چاہیئے۔ اور بد دل کو عشق میں کچھ ہاتھ نہ لگنے کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ عاشق کو جان ہتھیلی پر لئے رہنا چاہیئے۔ اور مرید کی حلق شست میں پھنسی ہونا چاہیئے۔ چند قدم چلنا چاہیئے۔ اور چند میل طے کرنا چاہیئے۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ ستارہ کس برُج کا ہے۔ اور یہ گوہر کس ڈبیا کا۔ ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ کوئی شکاری اس آہو پر نظر ڈالے۔ یا کوئی باز اِس بٹیرے سے مل جائے۔ کیونکہ عطر فروش کے ڈبہ کا مال بازار میں بے خرید نہیں رہتا۔ پس اِس اُمید و بیم اور اِس سختی و نرمی کی حالت میں اس معشوق دانا نے عاشق صادق کی طرف دوبارہ دیکھا تاکہ سمجھ سکے کہ اس رنگ و بُو کی علت کیا ہے۔ اور سبب اِس جستجو کا کیا ہے۔ جب نشانیاں عشق کی غالب دیکھیں۔ اور جھنڈا بادشاہ عشق کا بلند دیکھا تو کہا اے مسافر اندوہگین آہستہ چل۔ اور مصائب کے داؤں گھات سے محفوظ نہ رہ پلٹ جا۔ کیونکہ یہ راہ دیوانے کتوں سے پُر ہے۔ اور نہ ٹھہر اِس لئے کہ یہ شہر رقیبان باغیرت سے مملو ہے

واقعہ عشق میں کوئی میرا مددگار نہیں۔ تمام شہر تاک جھانک رکھنے والا ہے مگر کوئی محافظ نہیں
اے وہ شخص جو ایسی مسافرت کے قیدیوں میں سے ہے۔ اور ایسے اندوہ کی زیادتی میں ہے۔

بالضرور اِس جال میں ابھی پھنسا ہے۔اور اِس راستہ میں قدم نہیں رکھا ہے۔اگر گرگٹ اور ذرّہ کی طرح عاشق آفتاب ہے۔تو اپنا حصہ تجھے آپ مِل جائیگا۔اور اگر یہ دعوئے خود آرائی بوسیلہ جنون پیدا ہوا ہے۔تو اِس کی سزا پائے گا۔اور بدلہ ملے گا۔**شعر**

جبتک کہ خیال جنون اور راہ ہوس میں ہے۔اگر تو ہوا بھی بن جائے گا۔تو ہماری گرد کو بھی نہ پُہنچے گا۔

جب حکم والی دل کی مَینے پیروی کی اور کچھ دیر چلنے سے رُکا۔روز کے زرد رنگ بادشاہ رُومی نے حبشی شب کے مُلک پر چڑہائی کی۔اور مقدمۃ الجیش شام نے خوف عمود صبح (نور صبح و گرز) سے چاندی کی سپر (چاند) چہرہ کے سامنے کی۔اور آفتاب دیکھنے والوں کی آنکھ سے چھُپ گیا عروس خوبروے مہر نقاب سیاہ رنگ میں چھُپ گئی تو مَیں پلٹا۔اور دست نیاز سے دامن دراز شب تاریک کا پکڑا۔اور دن ہوتے تک خوشی و قناعت کی ٹکسال میں عشوہ و ناز روز آئندہ کا سکہ ڈھالتا تھا۔**نظم**

مَینے شب بسر کی ور حالیکہ ابواب مصائب کامل تھے۔میں محبت کے پیالے پی رہا تھا۔جو گوارا نہ تھے۔
بہت سی زندگانی مَینے ایسی پائی جیسے کہ زندگانی کثیر عزہ[1] تھی۔اور بہت سی راتیں مثل شب نابالغہ[2] کاٹیں

اور جب زندگی شب ہنسا (سپیدہ صبح نمودار ہوا) اور نسیم سحری چلنے لگی۔اور چہرۂ زرش روئے شب عروس روز کے سامنے ہنسا۔اور صیقل صبح نے زنگ ظلمت کو آئینہ روز پر سے صاف کر دیا۔**اشعار**

جب صبح نے شب تاریک کی آستین پکڑ کے کھینچی اور جب اُسکی جیب سے بلور کا پیالہ (آفتاب) نکال لیا
اور چتر ماہ میں شعائیں آفتاب کی داخل ہوئیں۔اور چرخ پر جسم ماہ نے اپنا سر سپر میں چھُپا لیا

تو صُبح صادق سے پہلے مَیں اُٹھا اور جستجو کی کھڑاوُں مَینے مانگی جب مقام اصلی اور وعدہ گاہ وصل پر پُہنچا۔اُس کا ذرا پتہ نہ پایا۔مَینے پُوچھا کہ اے لوگو وہ ستارہ مُشتری جو کل گھر میں تھا۔اور وہ آفتاب جو شب گذشتہ اِس گھر میں تھا۔آج کس برج میں جاکے چمکا۔اور کس سمت کو منوّر کیا۔لوگوں نے کہا اے شیخ تجھے نہیں معلوم کہ چاند ایک برج میں نہیں رہا کرتا ہے۔اور آفتاب ایک ہی خانہ میں نہیں چمکا کرتا۔اُس کوچہ میں تجھ ایسے بہت سے دیوانے ہیں۔اور اُس شمع کے

---

[1] کثیر عزّہ شاعر مشہور جس کی معشوقہ کا نام عزّہ تھا ۔ [2] لیل نابالغہ و لیل کندی یعنی شاعر نابغہ اور امراء القیس نے شب فراق کی تعریف میں جو شعر کہا ہے۔وہ نہایت عمدہ سمجھا جاتا ہے۔اور ضرب المثل ہو گیا ہے۔شعر امراء القیس تو یہ ہے ؎ ولیلٍ کموج البحر ارخیٰ سدولہ ۔ علی بانواع الھموم لیبتلی ۔ ۲

گرد تیرے ایسے بت سے پروانے ہیں۔ **قطعہ**

بیابان میں ریگ جتنی ہوتی ہے اُس سے بھی کہیں زیادہ اسکی بارگاہ میں تو عاشقوں کا ہجوم دیکھے گا

سب کے راہ محبت و عشق میں دل ہیں۔ اور دست وفا پر سب جانیں لئے ہیں

سب کے واسطے رنج راحتیں ہوگئے ہیں۔ اور سب کے لئے درد اور دُکھ علاج اور صحت ہوگئے ہیں

اس درگاہ کی خاک کی آرزو میں جرم کیسہ زر خاک ہوگیا (بلکہ (انسانہا) انسانوں کا پوست خاک ہوگیا)

کٹے ہوئے سروں سے اُس مقام میں اُس کی خاک قربانیوں کی طرح خون آلود تھی

چوگان کی ضرب سے گیند کی طرح عزت دار لوگوں کے سر ٹکراتے پھرتے تھے

تیروں کی نوک آنکھوں میں چبھی تھی۔ اور پیکانوں کی نوک سینوں میں گڑی تھی

اور میں اِن پیالوں کو پی رہا تھا۔ اور دل نافرمان کے آگے گریہ و زاری کر رہا تھا۔ اور غوغائے مصیبت سُنتا تھا۔ اور قرنائے رنج پھونکتا تھا۔ (یعنے نالے کرتا تھا) کہ یکایک اُس راستہ میں ایک پیر خرقہ پوش باتیں بنانے والا اکھڑا ہوا (یا پیدا ہوا) ادھر اُدھر پکار کے کہا کہ دلی بیماری جسے عشق کہتے ہیں۔ کس کو ہے۔ اور کونسی عاشق بد بخت ترش رو (رنجیدہ) کہاں ہے تاکہ حُب کا تعویذ۔ جو میں شہر کشمیر سے لایا ہوں۔ اس کے لئے تھیلی یا غلافؔ سے نکالوں۔ اور اُس سے اُس کے مقصد کی آزمائش کروں۔ اگر کام پُورا ہو جائے تو میرے لئے نتیجہ دونوں جہان میں ہے۔ اور اگر بے اثر نکلے تو نتیجہ اُس کا یہ ہوگا۔ کہ مجھ پر دونوں جہان میں لعنت ہو۔ اور اس کے لینے میں دیر کرنا۔ دو آگوں میں سے ایک آگ میں پڑنا ہے (آتش غیرت یا آتش بدگمانی) اور لینے والے کو اس کے علم صحیح یا غلط ہونے کے لئے بیالیس دن کا انتظار کرنا چاہیئے۔ تاکہ بیان اور امتحان مطابق ہو جائے۔ اور اظہار اور جانچ برابر ہو جائے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دشوار کام بہت سے روپیہ بغیر پُورا نہ ہوگا۔ اور یہ جھگڑا لو موکل بلا صلہ نہ ٹلے گا۔ **قطعہ**

جستجو و تلاش میں پاؤں توڑ کے بیٹھ نہ رہنا چاہیئے۔ اور بلا سبب پیدا کئے عجز ظاہر نہ کرنا چاہیئے

جان و تن اور چشم اور دل چاروں کو عشق میں گرو کر دینا چاہیئے

اگر چاہتے ہو کہ یہ قفل یا مشکل حل ہو جائے۔ تو توڑے کا مُنہ کھول دینا چاہیئے

میں نے کہا اے شیخ اگر یہ رہنمائی کرے۔ اور یہ قفل کُنجی کی طرح کھُل جائے۔ تو وہ تھیلی اور نقد جو میرے ہاتھ اور پگڑی میں ہے۔ اور وہ لڑی جو ہاتھ اور جیب میں ہے۔ تیری ہے

لہ نیام۔ غلاف۔ و قلب میان کہ مخفف ہمیان است بمعنی کیسہ یا لفظ میان بخوانید ۱۲

اُس پیر مدبر اور شعبدہ باز نے ایک ٹکڑا کاغذ کا زعفران سے لکھا ہُوا ایک سبز رنگ کی دھجی میں سے نکالا۔ اور اُسے چُوما اور سر پر رکھا۔ اور میرے دہنے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا۔ ایسے اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اور اُس کے حکم سے بڑھ کے کسی کا حکم نہیں۔ اور جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو ارادہ کرتا ہے۔ اُس کا حکم دیتا ہے۔ خزانوں کی کُنجی۔ اور بیماریوں کی شفا اور مسافرت کے ضرورتوں کا رفع۔ اور اندوہ کے ضرر کا رفع۔ اور سینہائے زنگ خوردہ کی جلا۔ کینہائے زنگ گرفتہ کی دوا لیلے۔ شوق میں میَنے اُسے گلے سے لگا لیا۔ اور فوراً سونے میں پاٹ دیا۔ ابھی بیس قدم بھی نہیں چلا تھا۔ اور اُس محلہ کے آخر تک نہ پُہنچا تھا۔ کہ اس معشوق کو مَیں نے دیکھا کہ بڑے حسُن و جمال کے ساتھ چاند کی طرح سفر سے اور یوسف کی طرح تہ چاہ سے ہنستا ہُوا آرہا ہے۔ آندھی کی طرح تیز چل رہا ہے۔ اور شاخ درخت کے مثل جھُوم رہا ہے۔ اور جس طرح موتی بیاہے جاتے ہیں۔ اُسی طرح لبوں کو دانتوں سے چھپاتا تھا۔ (یعنے باتیں کرتا تھا) اور بے دھڑک کہتا تھا۔ اے شیخ وہ آتش عشق دیروزہ گوشہائے سینہ میں کیا اب بھی جاگزیں ہے بھوڑی دیر کی لذت اطمینان و خلوت ممکن ہے۔ میَنے کہا سُبحان اللہ۔ خدا تیرا حافظ اور نگہبان رہے اور مسند چشم پر بیٹھ۔ **مصرع**

آنکھوں پر بیٹھ کیونکہ زمین تیری جگہ نہیں ہے۔

اشعار

آج تو ایسا ہے کہ تیرے غلام ہو سکتے ہیں تیرے دام کے حلقوں میں اسیر ہو سکتے ہیں

بادِ صبا کی طرح تیری زُلف کے عاشق ہو سکتے ہیں اور زمین کی خاک کے مثل تیرے قدم کے غلام ہو سکتے ہیں

اگر تیرا مطلب یہ ہے کہ دل کی طرح تو جان بھی لیجائے تو تیری خوشنودی کے لئے تیرا مقصد پُورا کر سکتے ہیں

دس برس تک ایک سلام اور ایک کلام کی اُمید میں چند نشینوں کی طرح تیرے دروازہ پر دھونی رما سکتے ہیں

جب ناز معشوق اور نیاز عاشق پردۂ ساز و راز میں ہو چکے گلاب اور سوسن کی طرح ایک نے دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے۔ اور ڈنٹھل (شاخ) اور لالہ۔ اور شراب و پیالہ کے مانند ایک نے دوسرے کا دامن پکڑا۔ اور رقیبوں کو مثل حلقہ در باہر کر دیا۔ اور حاسدوں کو خوار و ذلیل کیا۔ ارادہ سفر کو قیام و دوام سے بدل دیا۔ اور اسباب نشاط و طرب کے بے عیب و خلل ہو گئے۔ اور ایسا واقع ہُوا کہ باز رکھا۔ مجھ کو اُس کی مہربانی نے اطاعت (والدین سے) اور بھُلا دیا مجھ کو طرب و نشاط نے طلب و جستجوئے اعزہ و وطن کو۔ یہاں تک کہ بعد ایک ماہ کے یکایک اُس پیر کے گوشۂ ازدحام میں پُہنچا۔ اور اس پیر کو اُسی پیشہ اور تجارت میں دیکھا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو کہا۔ خدا اُس شخص

پر رحم کرے جو حقوق برادری کی حفاظت کرتا ہے۔ اور سختی و نرمی میں بھائیوں کو یاد رکھتا ہے۔ اور احسان کا بدلہ احسان سے کرتا ہے۔ پابندی عہد و پیمان ایمان داری کی دلیل ہے۔ خدا اس کی مغفرت کرے۔ کہ جب وہ فراخی عیش وصل پر کامیاب ہو اصلی وسیلہ کو نہ بھولے۔ اور شربت صاف بغیر خالص دوستوں کے نہ پیئے۔ اور اس تقریر کے درمیان کنکھیوں سے اشارہ کرتا جاتا تھا۔ جب میں سمجھا کہ یہ بات مجھ سے کہتا ہے اور وہ عطا بخشش مجھ سے چاہتا ہے۔ تھیلی سے روپیہ پیسہ سب جھاڑ دیا۔ اور جو کچھ تھا۔ اس کے سامنے ڈال دیا۔ اور اس کی بات کی تحسین اور تصدیق کی۔ اور ایک مخلوق کو اس کی باتیں سننے پر ترغیب دلائی۔ جب ہجوم عام کو چھوڑا لکڑی اور تھیلا اٹھا لیا۔ کچھ دیر تو میں اس کے پیچھے چلا۔ جب ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو میں دریا میں جہاز پر سوار ہوا اور وہ جنگل کی طرف چل دیا۔ میں تو چین کو گیا اور وہ شہر صیدا کو۔ **اشعار**

مجھے نہیں معلوم کہ عالم نے اُسے کہاں پہنچایا۔ گردش زمانہ نے اُسے خوش یا غمگین رکھا
دُنیا نے کس زمانہ میں اُس کا کام بنایا۔ اور آسمان نے کس زمین میں اُسے پابند کیا

سولھواں [۱۶] مقامہ جنون کے ذکر میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا۔ جس کی محبت میں دل گرویدہ تھا۔ اور جان کو اُس کی صحبت سے خوشی تھی۔ کہ ایسے وقت میں جبکہ بچپنے کا زمانہ بادصبا کی طرح گذر گیا۔ اور فراش روز و شب نے عیش و طرب کا فرش لپیٹ ڈالا اور سُرخ رُخسارے زرد ہو گئے۔ اور بزم خانہ جوانی دستبردگاہ پیری ہو گیا۔ اور سیاہی جوانی کی بڑھاپے کی سپیدی سے چھپ گئی۔ (یعنی کالے بال سپید ہو گئے) اور کالے بال سپیدی پیری سے معیوب ہو گئے۔ اور شب جوانی کی صبح روز پیری ہو گئی۔ اور زنگی سوار رومی پیدلوں سے بھاگ گئے اور شکست و گریز کی راہ لی۔ **قطعہ**

کنارہائے رُخسار جو کوے کے پر کی طرح کالے تھے رنگریز چرخ کی بدولت چشم باز کی طرح سپید ہو گئے
اور وہ بادشاہ جوانی جو باساز و سامان تھا۔ حملہ حوادث سے بے سرو سامان ہو گیا
اب جبکہ شام جوانی کی صبح ہو گئی۔ غم کی راتیں شب بست و پنجم ماہ دسمبر کی طرح دراز ہو گئی ہیں
وہ لباس کودکی جو تبتی طراز یعنی سیاہ تھا۔ دست زمانہ سے کافور یعنی سپید ہو گیا
رنج و غم جو حقیقی نہ تھا وہ میرے لئے حقیقی ہو گیا۔ اور جو عیش حقیقی حاصل تھا وہ غیر حقیقی ہو گیا

مینے اپنے دل میں کہا کہ عدم ظہور پیری میں یعنی جوانی میں کوئی عیب نہیں ہوتا۔ لیکن بڑھاپا آجا
کے بعد کوئی عذر گناہ مسموع نہیں۔ پیری کی نصیحت کے بعد قید اسیری کے سوا کچھ نہیں۔ کیو
زنگ مس سے بڑھ کے کوئی گھٹنا نہیں۔ اور سپیدی کے آگے کوئی رنگ نہیں۔ اسپ پیری
سرپٹ دوڑے تب بھی جوانی کے خر ضعیف کی گرد کو بھی نہیں پا سکتا۔ اور حکما کا قول ہے۔ کہ
جوانی شراب پیری سے زیادہ سرور و نشاط انگیز ہے۔ اور شام جوانی کی صبح چراغ سحری پیری
سے زیادہ نوخیز ہے۔ کیونکہ جوانی کی سیاہی سایہ نوروز (بہار) کی طرح زیادہ موافق و مناسب ہے
اور پیری کی سپیدی مثل آفتاب ماہ تموز جان سوز ہے۔ **اشعار**

دُنیا میں بڑھاپا بڑی معیوب چیز ہے۔ اور عیش جوانی جہان میں بڑی بات ہے
اب وہ زمانہ کہاں جو جسم کو عیش و راحت دیا کرتا تھا۔ سُستی و کاہلی ہمدم نہ تھی اور پیری ہم نشین نہ تھی
وہ زمانہ یاد آتا ہے کہ درخت جوانی سے پھل جھڑتے تھے۔ جب ہوائے جوانی کی نسیم چلتی تھی
وہ وقت کہ جب تیرا عیش جوانی سیاہ لباس تھا۔ اور وہ زمانہ کہ جب عہد جوانی سیاہ گلیم تھا
اور اُسوقت درخت جوانی و کودکی کے کپڑوں پر دوانا مشکناب توگرایا کرتا تھا (یعنی سر کے بال کالے تھے)
اب وہ وقت آگیا ہے کہ جب بالوں میں کنگھی کرتا ہوں کنگھی میں سپید بال نکلتے ہیں (یعنی بڑھاپا آگیا)
رُخسار عمر چاہئے سیاہ میں ہے (جوانی کے سبب ریش سیاہ ہے) اور عیش سبک زینت سوادیں ہے
اگر سیاہی میں فخر کی بات نہ ہوتی تو آنکھوں کی تعریف مردمک سیاہ سے نہ کی جاتی سه

بالاتر از سیاہی رنگے دگر نباشد ✤ مینے سمجھ لیا کہ اب زمانہ عذر پیش کرنے اور مغفرت چاہنے کا ہے
اب وقت اصرار پر گناہ اور گردن کشی کا نہیں۔ مینے چاہا کہ گناہان کبیرہ کے زہر کو توبہ کرکے تریاق و نوش
بنا دوں۔ اور تن آلودہ گناہ کو چاہ زمزم کے پانی سے غسل کرکے پاک کرلوں۔ توشہ و سواری میں نے
مہیا کی۔ اور قافلہ اور رفیقوں کے ساتھ چل کھڑا ہوا۔ **ابیات**

مینے کہا کہ مکہ معظمہ میں جاکر قیام کروں۔ کیونکہ اُس میں ہر مہمان کے لئے مہمانی ہے
آرزو کی کلیاں مقام منیٰ میں چنوں۔ یا۔ خواہشات دُنیوی کی پیٹھ مقام منیٰ
میں توڑوں اور قبل شکستگی پُشت (پیری یا مرگ) آرزووں کی کمر توڑ دوں
عاشقوں کی طرح کسی اُمید میں۔ اور دل گئے ہوئے۔ (دلدادہ۔ عاشق۔ بیدل) لوگوں کی
طرح تیز جا رہا تھا۔ منازل و مراحل متبرک و مُبارک کو آنکھوں سے جھاڑتا تھا۔ اور سنے ہوئے

سه حداد بکسر لباس ماتم کہ سیاہ باشد۔۱۲

کو مشاہدہ سے آزماتا تھا۔ اور شنیدہ کی جانچ دیدہ سے کرتا تھا۔ یہاں تک کہ شہر ہمدان میں مسافرت کا جوتا اُتارا۔ گو ارادہ قیام کا نہ تھا۔ مگر جب اُس شہر کو پُر امن و باسلامت دیکھا ٹھہرنے کا ارادہ کرلیا۔ تاکہ طبیعت کو اس شہر میں فراغت ہو۔ اور سواری نفس کو راحت دُنیا میں ابھی سرسبزی بہار تھی۔ اور جہان میں تر و تازگی طبیعی۔ مَیں نے کہا چند دن سختیوں کا مانع اور پردہ پیدا کردوں۔ اور اس شہر میں راحت کروں۔ اور چوپایوں کے بار اُتارنے کا اور اُن کو دانہ پانی دینے کا بھی وقت تھا۔ جب مَیں نے قیام دوام کا ارادہ پختہ کرلیا۔ اور ٹھہرنے کی رائے محکم کرلی۔ تو چلنے پھرنے اور سیر و تماشا کرنے کا قصد کیا۔ اور جنگل و صحرا کی طرف متوجہ ہُوا۔ اور ہر روز ایک نئے خیال کے ساتھ بیرون شہر جاتا تھا۔ اور بیرون کسی تلاش میں محلّوں اور گلیوں میں جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن ایک گروہ کثیر اور لوگوں کی بھیڑ دیکھی کہ ایک سمت معین کی طرف بھاگے جاتے ہیں۔ اور باہم گفت و شنید میں ہیں۔ مگر معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ اس دوڑے جانے کا سبب کیا ہے۔ اور کونسی تعجب خیز بات کے لئے یہ دوڑ دھوپ ہے۔ یہاں تک کہ ایک بڈھے کو ایک گوشہ میں مَیں بُلا کے لے گیا۔ اور حالت واقعہ اُس سے پُوچھی۔ کہا یہاں ایک جوان ہے۔ ایک مُدت ہوئی کہ غرق سودا ہے۔ اور آج ایک دم سے دیوانہ ہوگیا ہے۔ اور علامات عشق اس پر ظاہر ہیں۔ بعد اُس کے کہ اُسے بہت نصیحت کی آج مجبوراً اُسے باندھ دیا ہے۔ اب شفاخانہ میں مرقع کی تصویروں کی طرح بےحس و حرکت بیٹھا ہے۔ پاؤں زنجیر اور بیڑیوں سے بندھے ہیں۔ اور بوجہ قید عشق اور تمام قیدوں سے نجات پائے ہوئے ہے۔ مَیں نے توجہ اور ارادہ اُس طرف کا کیا۔ اور اُس مقام کا قصد کیا۔ جب اُس عمارت فرخندہ اور زمین متبرک و مُبارک میں پُہنچا۔ اور ڈیوڑھی سے قدم اندر رکھا۔ ایک عمدہ تخت بچھا دیکھا۔ اور ایک جوان خوش طبع کو اُس پر بیٹھا دیکھا۔ حیران اور چپ۔ اور متفکر و حیرت زدہ اور محنت کش (رنجیدہ) مگر نالاں و گریاں نہ تھا۔ متغیر الحال اور پریشان بھاگتا پھرتا تھا۔ اُس کے چہرہ سے اصالت کا ترفع نمایاں تھا۔ اور دماغ میں اُس سے بُوے سرداری آتی تھی۔ قدم بیڑی اور رسن میں۔ اور ہاتھ پاؤں زنجیروں اور ہتھکڑی میں تھے۔ موتیوں کے آنسو رُخسار زرد رنگ پر ٹپکتے تھے۔ اور چند اشعار دل گداز آواز نرم اور موثر دُھن کے ساتھ سنواتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ **نظم**

اے میری سوزش میرے بندھے ہونے کی حالت میں مجھے ستانا کر کیونکہ میرا ایسا شخص گراں خرید اجاتا ہے، یہ تمہاری زیادتی ہے جو تم میرا خون پینا چاہتے ہو۔ باوجودیکہ میں تمہاری محبت کا بڑا سخت عاشق ہوں۔

غزل - اگر تیرے وصل کا پیراہن میرے جسم پر ہوتا تو تمام عالم میرے مرتبہ بلند کا ذکر کرتا یا متذکر ہوتا۔
اگر میرا پاؤں تیری بیڑی کا سزاوار ہوتا تو گردون گردان کا سر میرے پاؤں کے نیچے ہوتا
ایسا دیوانہ اور پاگل تیرے ہجر میں عاشق نہ ہوتا اگر تیرے وصل کو ایک رات بھی میرے جنون کا خیال ہوتا
صبر اگر دہے کی کشتی بناتا اور یہ کشتی میرے دریائے غم کی موجوں میں پڑتی تو ریزہ ریزہ ہوجاتی
ابر بہاری سے بارش غموں ہی کی ہوتی اگر میری چشم خونباز سے ابر فیض حاصل کرتا

جب تھوڑی دیر زار زار رو لیا - تو آنکھیں کھولیں - اور میری طرف دیکھا - اور ایک ایک کو دیکھتا تھا - اور ہر ایک کے سامنے ہنستا تھا - جب مجھ پر آنکھ ڈالی - عکس آئینہ دل سے مجھ کو پہچان لیا اور کہا اے پیر شناسائی کی غرض سے تو اس گھر میں آیا - یا دوسروں کی طرح دیوانہ کو دیکھنے آیا ہے -
مَیں نے جواب دیا - اے جوان مصیبت زدہ اور فتنہ میں مبتلا باہم دلوں میں بیگانگی نہیں ہے۔ اور تمہارے چہرے سے جنون کے آثار نہیں پائے جاتے - پھر یہ حالت غیر ممدوح کیسی اور یہ گفتگوئے بیہودہ کیوں - اے مخاطب جو خود عقل سے بھی زیادہ ہوشیار ہے - تو تو نے خانہ صبر کو کیوں خالی کر رکھا ہے - اور اے جوان روح سے بھی زیادہ سبک بار ان بھاری بیڑیوں سے کیوں موافقت کی ہے۔
کہا اے شیخ زنجیریں اور بیڑیاں حد عقل سے متجاوز ہو جانے کے سبب سے ہیں - جو کوئی سلامتی کے دائرہ سے باہر پاؤں رکھتا ہے - وہ ملامت اور پشیمانی کا بار اُٹھاتا ہے - اور یہ وہ بات ہے کہ حکمانے کہا ہے کہ جب پاؤں دامن گلیم سے نکل جاتا ہے - تو ناہمہائے دے وبہمن کا اُس پر اثر ہوتا ہے - کیونکہ حد خانہ مرد موافق اندازہ گلیم شخص ہوا کرتی ہے - جو پاؤں کہ راہ عقیدت میں رکھا جاتا ہے اور حد گلیم سے باہر ہو جاتا ہے - اُسے باندھ دیتے ہیں - مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تُو نے اس خوشبوئے عشق سے ذرا سی بُو بھی نہیں سونگھی ہے - اور اس دُنیا میں میدان عشق گیند نہیں کھیلا ہے - المختصر مَیں تو اس عشق سے خوش ہوں - اور اس قید میں پابند شکر ہوں - پھر کہا - رُباعی

جان کی کیا ہستی ہے جو وہ تیرا رنج و صدمہ اُٹھائے - جسم بیچارہ کیا ہے - جو وہ تیری کمند کا صدمہ اُٹھائے
میرا ہاتھ جب تیری کمان دراز کو اُٹھائے تو مَیں پاؤں چوم لوں - اگر وہ تمہاری قید اُٹھائے

پھر کہا اے پیر - جنوں کی بہت سی قسمیں ہیں - اور عاشق گول و نادان ہوتا ہے - علم اس باریکی کا تجھے نہیں ہے - اگر نہیں جانتا ہے تو عزور کی چادر اتار ڈال اور نخوت کا شانہ توڑ ڈال۔ اور بلا خیال رفعت شان و فضیلت لڑکوں کی طرح زانوئے ادب تہ کر کے سیکھنے کے لئے بیٹھ

تاکہ شفا خانہ کے دیوانوں سے اِس قصہ کے اصول سیکھ سکے۔کیونکہ الجنون کے بہت سے باریک اور لطیف معانی ہیں۔جان لے کہ اِس بیماری کی ایک قسم یہ ہے کہ اِس کے مریض کو رولاتی ہے۔اور کوئی ہنساتی ہے۔اور ایک قسم اِس مرض کی تقویت دینے والی ہے۔اور کوئی ہلاک کرنے والی۔کوئی سبب سکون و قرار ہوتی ہے۔اور کوئی باعث اضطرار و کینہ۔کسی بیماری کی اتنی شاخیں اور گوشے اور دشواریاں اور امور خفی ہیں۔اور العاشق زبون کے یہ معنے ہیں۔کہ جس کسی کو تہمت وبہتان عشق کے راستہ میں گرفتار کرتے ہیں۔عالم والوں کا قابل استہزاء و افسوس اور آدمیوں کا لائق خندہ اُسے بنا لیتے ہیں۔زبون خوش ہوتا ہے۔بغیر کسی شے کے۔کسی خیال پر خوش رہنا اور کسی قوت کے پابند رہنا زبونی اور نہایت سرنگونی ہے۔پھر کہا۔**بیت**

اگر مَیں تجھے سالہا سال دیکھتا رہوں تو مَیں خوش ہوں۔اور اگر عمر بھر کسی رات تیری صُورت خیالی دیکھوں تو بھی غنیمت ہے۔

تجھے نہیں معلوم کہ اگرچہ ہشیاری محل فضیلت ہے۔جنون جائے گریز عقل ہے۔جو صحبت دل سے بچا ہے۔وہ کیونکر خانہ عقل کی طرف بھاگ کے جا سکتا ہے۔بیگم جنون کے ساتھ بیٹھنا اپنے اوپر آرایش عقل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اگر نوش ہُنر کو بغیر عقل نہ پہچان سکتے۔تو شراب کو پیالہ عقل کا ڈھکنا نہ بناتے۔یعنی نشہ میں جو سرور ہے اس کا مزہ بیہوشی ہی میں محسوس ہوتا ہے۔جس سے امتیاز کا بیعقلی میں ہونا ثابت ہے۔**شعر**

جیسے کہ بوجہ عشق مجھے عقل سے بیگانگی حاصل ہوتی ہے میں کوئے جنون کی خاک ہو رہا ہوں

صحبت مدعیان عالم عقل سے بھاگ کے عاشقی کے حجرہ کے سوا اور کہیں نہیں جا سکتے۔

اور دانائی کے کیمیا فروشوں کے گھر سے بیخودی کے خالی خزانہ کے سوا اور کہیں بھاگ کے نہیں جا سکتے۔**قطعہ**

کب تک میں عقل و دانائی و خرد کا پاس کرتا رہوں۔درحالیکہ میرا قلب ذکر عامریہ پر دیوانہ ہے

لیلیٰ

اے دُنیا میں عقل زینت دہندہ کے مدعی تو وقت تاثر زیان کار اور نقصان میں ہے

جب مَیں نے دیکھا کہ عقل کی چادر کہنہ ہو گئی۔مَیں نے عقل سے کنارہ کشی کی یہاں تک کہ گمان کیا جاتا ہے کہ مَیں مجنوں ہوں

کوئے عقل سے نکل کر دیوانگی اختیار کر۔اور حماقت کے ساتھ ایک گھر میں رہ

اگر تو یہ چاہتا ہے کہ بہت سے غموں سے تو آشنا نہ ہو۔تو جو عقل کہے اُس سے بیگانگی اور دُوری قبول کر

پھر کہا اے پیر جان لے کہ یہ قید جو تو دیکھ رہا ہے باعث سرافرازی و بزرگی ہے اور عالم حقیقت میں رات کا آنے والا اور قید تکلیف مٹانے والا ہے۔جس کسی کو یہ قید بزرگ پہناتے ہیں۔ہزاروں

تکلیف کی بیڑیاں اُس سے اُتار دیتے ہیں۔ اللہ ایک محل میں خوف واطمینان اور چاند گہن اور سُورج گہن کو اکٹھا نہیں کرتا ہے (یعنی اجتماع ضدین محال ہے) جس پاؤں میں یہ قید (جنون) نا پسند طرح ڈالتے ہیں۔ سو قیود شریعت اُس سے اُٹھا دیتے ہیں (دیوانہ پرسے تکالیف شرعیہ برطرف ہو جاتی ہیں) کیونکہ جنون کی بیڑی پاؤں میں پہنانا مرفوع القلم احکام شریعت کے برابر ہے۔ اس لئے کہ ایک دل دو تکلیفیں نہیں اُٹھا سکتا۔ اور ایک پاؤں دو بیڑیاں نہیں برداشت کر سکتا اللہ ذرا بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ **رُباعی**

جس کو تو بلند مرتبہ کردے وہ کب ذلیل ہوتا ہے۔ جسے تو غمگین کردے وہ خوش ہوتا ہے
گردوں سربلند۔ ہر روز اُس پاؤں پر جسے تو بیڑیاں پہنائے سو بو سے دیتا ہے

تاجداروں کے پاؤں میں بیڑیاں پہناتے ہیں۔ اور چوروں کی گردن میں زنجیریں ڈالتے ہیں جس کسی کے سر پر ایسا تاج مناسب وسزاوار نہیں اُس کے پاؤں میں ایسی بیڑی درکار نہیں شیر کو جب قید کرتے ہیں۔ پہلے تدبیر زنجیر کرتے ہیں۔ عشق کے چوک میں سب طرف گیرو دار وقید وزنجیر ہے۔ عنان شوق بے زنجیر وطوق نہیں ہوتی ہے۔ **شعر**

اِس سبب سے کہ ترے شوق کی عادت ڈالی فاختہ کی طرح تب طوق کی عادت ڈالی

طالب کوشاں کے پاؤں میں بیڑیاں پہنانا بڑی حکمت اور عام باریک بات ہے۔ جو ساعی کہ کوئے عشق میں داخل ہوتا ہے۔ پہلے زبان سے گفتگو کرتا ہے۔ اِس کے بعد قدم سے تگ و پو کرتے ہیں۔ قدم اوّل عشق گفتار ہے۔ کیونکہ ابتدائے عشق یادگاری یار ہے۔ اُس کے بعد بطرف خموشی پلٹ آتا ہے۔ کیونکہ عشق کی انتہا سو پیچ بچار ہے۔ جب بطرف درستی کار آجاتا ہے اور منازل راہ عشق قطع ہو جاتے ہیں۔ زبان کی قید قدم انتظار پر آجاتی ہے۔ اور پاؤں جو سیلانی تھے۔ صحرائے کار میں آجاتے ہیں۔ اُس حیرت کی حالت میں عالم غیرت معشوق سے آواز آتی ہے۔ کہ اسے بیڑی اور زنجیر میں بندھا رکھو۔ اور اُس کے گھوڑے کی باگ آہستہ کھینچو۔ کیونکہ کرۂ عالم اور سطح زمین عاشقوں کے قدم رکھنے کی وسعت نہیں رکھتی ہے اور یہ بیدھڑک قدم دنیا میں جس کی وسعت تنگ ہے۔ گنجائش نہیں رکھتا ہے۔ کیونکہ دُنیائے عشق عالم دید ہے اور ہزار قدم سعی۔ ایک قدم دیدار کی پابندی میں موسیٰ کلیم اللہ بیابان میں قدم ریاضت سے چلتے تھے پچپن کوس مسافت میں چالیس سال رہے۔ اور جب دعوت مکالمہ میں قدم مشاہدہ رکھتے تھے۔ ایک ہزار کوس سے زیادہ سات قدم میں طے کر لیتے تھے۔ مشاہدہ میں بار جسمانی

گرانبار کر دیتا تھا۔ اور مکالمہ آتش عشق مشعل دار ہو جاتی تھی۔ بفحوائے آیہ دانی ہدایہ۔ طور کی طرف میں ایک آگ دیکھتا ہوں۔ **قطعہ**

جب میں تیرے حکم سے شراب پیتا ہوں۔ میری مجلس میں تو سمندر بھی پیالہ کا گھونٹ نہیں ہوتے
جس دن تو عاشق کو بلاتا ہے تو تمام دنیا تیرے عاشقوں کے آگے ایک قدم بھی نہیں ہوتی
تیرے دریائے عشق میں سوائے سوختہ دل (عاشق) کوئی غرق نہیں ہے اور تیری آتش عشق کا سوختہ سوائے دل عاشق اور کوئی نہیں ہے
تیرے جال کے پھندے میں ان شکاروں میں سے جو تو چاہتوں کے پھند۔ ون میں بھی نہ پھنسیں سو شکار شیر سے زیادہ پھنس جاتے ہیں

جب یہ اشعار پڑھ چکا مجھ سے منہ چھپا لیا۔ اور جہاں بیٹھتا تھا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور ایک گوشۂ خلوت میں جا بیٹھا۔ اور جب سفر حجاز سے میں پلٹا۔ دوبارہ اس شہر میں گیا۔ اور پوچھا کہ وہ دیوانہ ہشیار اور مجنوں شیریں گفتار کہاں گیا۔ اور بیماری عشق نے اس کے ساتھ کیا کیا۔ لوگوں نے کہا جس دیوانہ کا تم ذکر کرتے ہو۔ اور جس مجنوں کے تم متلاشی ہو۔ عقل کے حجرہ میں وہ گیا (اس کا دیوانہ پن جاتا رہا) اور راہ جنون سے شاہراہ عقل پر آگیا۔ میں نے کہا۔ یہ خبر کیا اچھی ہے۔ اور یہ قصہ نہایت پاکیزہ ہے۔ اور اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ مسافرت کا اسباب اس نے کہاں رکھا اور اندوہ کا جوا کہاں اتارا۔ **اشعار**

نہ معلوم زمانہ غضبناک اور چرخ سرکش اسے کہاں لے گیا۔ اور حوادث گردش فلک واژدن اس کو کہاں لے گئے
نہ پہنچے اس کو کہاں ڈالا۔ اور آسمان اس کو کہاں لے گیا۔ عشق اس کا کس حد کو پہنچا اور اس کا جنون کس قدر بڑھا

ستڑھواں مقامہ ایک بچہ باز سے مناظرہ کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا۔ جس میں صفت بھائی بننے کی ہمت جوانمردی کی تھی۔ ایک زمانہ میں جب رخسار ریش سیاہ سے ڈھکے تھے۔ اور جوانی کے پیالے صاف تھے۔ سودا سودائے جوانی میں شب روی کی۔ اور ارادہ سفر دل میں ٹھانا۔ اور خراسان سے کاشان کی طرف متوجہ ہوا۔ دل میں طلب سمائی تھی۔ اور سر میں طرب بھری تھی۔ عصائے سیاحت پر تکیہ کیا۔ اور عالم نزول بلا سے شکایت کرنے والا ہوا۔ **ابیات**

روزی و نصیب کی تلاش میں میں نے سفر کیا۔ اس سفر میں سر کے بل چلتا تھا نہ پاؤں سے
جبکہ میں رات کو چلتا تھا تو میرا یہ گمان تھا کہ آرزوئے دلی جو حاصل نہیں ہے مجھے حاصل ہوگی

جب وہاں کے حوضوں۔ باغوں۔ شگوفوں۔ کلیوں۔ نہروں اور درختوں میں ستا لیا اور آرام پالیا۔
ایک شہر دیکھا جو ستاروں اور کامل چاندوں سے پُر ہے اور ایک ایسا میدان پایا۔ جو پری اور حور سے بھرا ہوا ہے
ہر ہر قدم پر ایک دلارام اور ہر چہرہ کے ہیں نادر و عجیب۔ اور ہر قدم پر ایک معشوق میں نے کہا شاید چشم دل سے میں خلد
بریں دیکھ رہا ہوں۔ اور ابواب بہشتی میں سے کسی باب بہشت پر پہنچ گیا ہوں۔ **ابیات**

زمین کی خاک پر میں معشوقان طرحدار دیکھتا تھا۔ ماہہائے خزاں دیدہ میں بہار دیکھتا تھا
معشوقان تاتاری کے چہرہ کے عکس سے سو گلشن و لالہ زار دیکھ رہا تھا
ہر سرو سہی کے رُخسار پر محبُوب راست قد) ہر روز گل باثمر گل شاخ پر دیکھتا تھا

اپنے دل میں کہا کہ دل کو اس زمین کے ساتھ آمیزش اور راہ عشق سے تعلق و آویزش چاہیئے
کیونکہ دُنیا میں بے پیشہ عشق بازی نہ رہنا چاہیئے۔ اور عالم بیوفا و نابکار میں بے دلدارنہ کرنا چاہیئے۔
اور دُنیائے فرومایہ کمینہ پرست میں بغیر معشوق دلارام نشست و برخاست نہ کرنا چاہیئے۔ پس
اس قول کی رہنمائی کے موافق اس حالت میں ایک معشوق کا خواہاں ہوا۔ اور ایک ماہرو کی تلاش
میں ہر جگہ دوڑتا پھرتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ مجھ کو اس زمانہ میں جبکہ لباس عُمر پر نقش و
نگار جوانی ہے۔ اور ڈاڑھی برنگ پر زاغ سیاہ ہے۔ ایک معشوق کی ضرورت ہے۔ قبل اس کے کہ
کافور کی سپیدی اس فرمان کی سیاہی پر پیدا ہو (یعنی کالی ڈاڑھی سپید ہو جائے) اور صبح اُفق
کی روشنی اس تاریک رات کے دیباچہ پر چھا جائے۔ کیونکہ ماہرویوں کے عشق کا حشوہ کالے بال
والوں (جوانوں) سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اور مشتری رخساروں کی محبت راست قدوں (جوانوں)
سے زیادہ ٹھیک ہے **اشعار**

اس شخص سے جس کے رُخسارے سپید ہوگئے ہوں۔ رفتار دیوانگان جا مہائے کو کان میں بھلی نہیں معلوم ہوتی
پیری کی سپیدی ظاہر ہونیکے بعد کوئی محل خواہش نہیں رہتا۔ لہذا جوانی میں لذات نفسانی حاصل کرنیکے لئے سبقت کرو
تدبیر پیری کے حوادث جب نزول کرتے ہیں۔ تو باغ لذات سے میرا نفس امارہ بھاگ جاتا ہے
جب خوف سپیدی پیری نزول کرتا ہے تو اس طرح کانپتا ہوں۔ جیسے ہرن چیتے اور بھیڑیئے سے کانپتا ہے

میں نے کہا قبل اس کے کہ یہ صبح شام سے پیدا ہو (جوانی جا کے پیری آئے) اور یہ چراغ پردۂ ابر
سے ظاہر ہو۔ مسند اُٹھا ڈالوں۔ یا سعی کروں۔ اور کچھ مُدت فرش رندی پر چلوں۔ اور کسی ماہ رو سے
ملوں۔ (کسی ماہرو کی زُلف میں پھنسوں۔ یا اُس کے عشق سے تعلق پیدا کروں) اور پیچ و خم گیسو
والے سے اُلجھوں۔ اور عقل فتنہ انگیز کی پچھاڑی کھول دوں۔ اور نفس حریص کی اگاڑی برطرف

کردوں۔ جب میں نے یہ ارادہ محکم کر لیا۔ اور فریب کی گرہیں کمزور کر دیں۔ اور اسباب (رسیاں) محبت کرنے کی مضبوط کر دیں۔ میں نے کہا کہ پہلے پہل کسی یار کی تعین ضروری ہے۔ کیونکہ حکمائے بد باطن۔ اور عشق و عاشقی کی حدیث کے علما میں اِن میں دو شیوۂ مختلف اور اِن دو پیشہ مختلف میں اختلاف بہت ہے۔ اور بیحد قیل و قال۔ شیخ ابونواس کا اِس بارہ میں مذہب اَور ہے۔ اور امیر ابوفراس (ہر دو شاعر مشہور) کا مسلک اور ہے۔ ایک تو اوڑھنی اور گوشوارہ کا ذکر کرتے ہیں (یعنے عورت سے عشق کرنا بتاتے ہیں) اور دوسرے ٹوپی اور پگڑی کی راہ پر چلتے ہیں۔ (یعنی عشق امرد سکھاتے ہیں) قوم لُوط کے باقی لوگوں کا ایک گروہ اِس آخری مذہب کو تقویت دیتا ہے۔ اور ایک قوم اولاد داوؑدؑ سے اُس دوسرے مسلک کو قوت دیتا ہے۔ اور شریعت محمدؐ مصطفٰے (درود وہو اللہ کا اُن پر اور اُن کی آل و اصحاب پر) جو دوسری شریعتوں کی مٹانے والی خواہشات نفسانی کی باطل کرنے والی ہے اِس کی راہ نمائی کرتی ہے۔ اور نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ کا حکم دیتی ہے"۔ اور قرآن مجید کبھی تو حور مقصورات کی ترتیب و تزئین کرتا ہے۔ اور کبھی کم سن لڑکوں کی ترغیب دلاتا ہے۔ پس اِس بارہ میں جانچ ضروری ہے۔ اور پیری کے لئے صاحب اعتبار چاہیئے۔ تاکہ رفتار و گفتار میں بوجہ ندامت آہ سرد نہ کرنا پڑے۔ اور قرضدار نقصان نہ ہونا پڑے۔ کیونکہ پہلا قدم اِس حدیث کا خاک آزمائش ہے۔ اور دوسرا قدم آتش عذر آوری پر اور عافیت اِن دونوں گھروں سے ناآشنا ہے۔ اور دانائی و عقل کو اِس بازار میں رواج نہیں ہے پرواہ اِس بار کی اس سے زیادہ کرنا چاہیئے۔ اور تدبیر اِس کام میں اس سے بہتر کرنا چاہیئے۔ اور اس رات کو آخر شام سے ابتدائے صبح تک بیداری میں اور اس فکر کی سوزش میں اور اُس حیرت میں غرق تھا۔ جب نسیم صبح صاف گردش کی سواری پر سوار ہوئی تو میں اُٹھا اور اس معاملہ کی طلب میں آمادہ ہوا۔ تاکہ کہیں کوئی دانا ملے کہ اُس سے دوا پوچھوں۔ اور کوئی عاشق آشفتہ سے مُلاقات ہو جائے۔ تاکہ اُس سے شفا کا خواہاں ہوں۔ یہاں تک کہ بزازوں کے بازار میں پہنچا اور ایک بھیڑ خوشخراموں کی دیکھی۔ ایک دُکان کے پاس ایک پیر اور ایک جوان گفتگو کے پاؤں پر کھڑے تھے۔ اور زبان فصیح کھولے ہوئے تھے۔ پیر نے کہا اے راہ شریعت کے گمراہ ہو۔ اور اے طبیعت کے گھوڑے کے چلہ نشینو۔ قوم لوط کی پیروی کرنا اور سُنت نبویؐ کے پھُول کو خار بدعت سے چھپا دینا دینداروں کی روش نہیں ہے۔ اور ہوشیاروں کی عادت نہیں ہے۔ باغ نسل اور کھیتی (فرج زنان) سے رجوع کرکے

دست در کمند ورزدن گرفتار ہو جانا۔ و دست در کمر در زدن مُلاقات کرنا ۱۲ +

ا؎ آیہ نساءکم حرث لکم کی طرف اشارہ ہے ۱۲ ابابج ماہ مہتاب ۱۲ +

گداہ اور گوبر کے گھوڑے (مُراد و بُرا مردان) پر نزول کرنا محض گمراہی ہے اور عین نادانی ۔ نازک ؛ گل رُخسار ۔ شرمگین نازک اندام ۔ تعجب میں ڈالنے والی زینت روز عید سے ۔ گیسو دراز ۔ گوبے بد والی عورتوں کا سا مزہ کہاں ہے ۔ اُن پری رویوں کا سا کہ جن پر آفتاب عاشق اور مدہوش ہے ۔ ثریا اُن کے کانوں کی ندیم ہے یعنے جھمکے کی جگہ اُن کے کانوں میں ہے ۔ تمہیں کب کوئی اور مل سکتا ہے ۔ **اشعار**

نازک اور باریک کمر ہے اور حرکت کرے تو شاخ خمیدہ اور جنبان معلوم ہوتی ہے اور حور ہے اگر دیکھے تو اُسکی چشم نیم باز اس کا قد لباس میں لچکدار نیزہ ہے ۔ اور پپوٹوں میں اُس کی آنکھ گویا شمشیر برندہ ہے

ستارہ مشتری اِن کی خاک پا سے عشق بازی کرتا ہے ۔ اور ان کی اوڑھنی کے کنارہ کی جھالر چاندنی پر طعنہ زن ہے ۔ **اشعار**

سب سیمین بدن اور زین پر سوار تھے اور پری رُو اور ثریا گوشوارہ تھے ۔ اِن کے جھمکے ثریا تھے یا ثریا بجائے جھمکا تھی اپنے مونگے کے ایسے سُرخ ہونٹوں سے دُربار تھے ۔ اور اپنے گیسوہائے معطر سے مشکبار تھے وقت عشرت و بوسہ بازی و نظارہ بازی مثل شہد و شکر و شراب خوشگوار مرے دار تھے

اُن کا مُشک گیسو نافہ ختن پر ہنستا تھا ۔ اور اُن کے جیب و آستین کی خوشبو اگر اور عنبر پر غالب تھی اُن کے انگشتان حنابستہ سے ہزاروں دل خون سے رنگین تھے ۔ اور اُن کی چشم فتنہ انگیز پر ہزاروں جانیں دیوانہ تھیں ۔ نیک لوگوں نے اُن کے میں جینو کمر پر باندھ لیا تھا ۔ اور نیکوں نے اُن کی محبت میں عنان صبر توڑ ڈالی تھی ۔ فتنہ ہاروت و ماروت ان کی ذرا سی نشانی تھی ۔ اور واقعہ داؤد بزن ہمسایہ و قصہ سلیمانؑ بہ بلقیس و افسانہ بادشاہ جالوت بطالوت اِن کا ادنیٰ قصہ تھا ۔ ایسے ناقص ہیں کہ کامل اِن کے اسیر ہیں اور ایسے کمزور ہیں کہ بڑے بڑے زور اور آن کی کمند میں پھنسے ہیں ۔ **اشعار**

سب شیریں لب اور تلخ جواب ہیں ۔ اور سب کے سب آہو چشم (خوش چشم) بے عیب ہیں اُنکی زُلفیں مثل مشک خوشبو ہیں اور اُنکے رُخسار مثل گل سُرخ ہیں اور اُن کی کلائی مانند نقرہ گوبے ہیں لطف اُنکی پنڈلی کا سنگ پشت ان کی پیشانی کے بدر کو بالوں سے گہن نہ تھا ۔ اور اُن کے چہرہ کے آفتاب کو ریش کا کسوف (سورج گہن) نہ تھا

جو کوئی اِن ایسے یاروں کی صحبت سے انحراف کرتا ہے ان پر جرمانہ اور اعتراض ہو سکتا ہے ۔ جب اِس معاملہ و گفتگو کا بخار دماغ پر چڑھ گیا ۔ میری طبیعت مذہب بچہ بازی کے اختیار کرنے سے بچنے لگی ۔ میں نے کہا اِس گفتگو کی بنا پر اور اس رہنمائی کے مفاد سے یہ مذہب شاہد بازی ترک دینے کے قابل ہے ۔ اور اس پیشہ سے ہاتھ روکنا لازم ہے ۔ جب اُس بڈھے کی بات ختم ہو گئی ۔ جو ان

بولنے کی باری آئی اُٹھ کھڑا ہؤا اور مقدمہ کلام درست کیا۔ اور کتاب عبارت کی بُنیاد رکھی اور ترتیب عمارت اُٹھائی۔ اور عنان کلام پکڑی اور ڈھیلی کی۔ اور کہا اے پیر جہاندیدہ اور ہر قسم کی باتیں سُنے ہوئے یہ پیالہ بھی ایسا صاف نہیں ہے۔ اور یہ شربت بھی ایسا شفا دہندہ نہیں ہے۔ اس پیالہ میں تنکے بہت ہیں۔ اور اِس پیالہ میں مکھیاں بیچ۔ ہیں **ابیات**

اِن عورتوں کا ذکر چھوڑ دے کیونکہ یہ پابند عہد و پیمان نہیں۔ اور صبر کر کیونکہ وفادار عورتوں کا وجود نہیں جب میں نے کسی اِمتحان سے اِن کی آزمایش کی تو اِن سے سوا دوُری اور روگردانی کے کوئی اور بات ظاہر نہ ہوئی کمال نقصان پر دعویٰ زبان ہی کیا جا سکتا ہے۔ اور قبائل شیطانی سے بجز خصائل بُہتان اور کچھ مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ اِن زنان ناقص العقل کے بارہ میں اِس قدر ایجاد اور نقل روایات نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ دریا آفتوں سے اور وہ صحرا خوفوں سے خالی نہیں ہے۔ اِس لئے کہ اِن کے گورے اور لال رُخساروں کے پیچھے کانٹے بھی ہیں۔ اور اِن کی شراب وصل کے بعد خمار بھی ہے۔ دُنیا بھر کے جھگڑے ان کی چشم فتنہ انگیز کی جیب سے نکلتے ہیں۔ اور تمام زخم کاری اِن کے غمزہ خونخوار سے آزاد لوگوں کے سینوں اور نیک لوگوں کے دل پر لگتے ہیں۔ وہ پہلا فتنہ جو بہشت خُلد میں آدمؑ سے سرزد ہؤا۔ وہ حوا ہی کا کرتوت تھا۔ کیونکہ دانہ کو دیکھا۔ مگر جال کو نہ دیکھا۔ اور انجام آیت "تم دونوں اِس درخت کے پاس نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم اپنے ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ" پر نظر کی۔ پہلا قتل دنیا میں قابیل سے وقوع میں آیا۔ جو انہیں عورتوں کے جھگڑے سے ہؤا۔ اپنے بھائی ہابیل کے قتل میں قابیل کے نفس نے قابیل کی فرمانبرداری کی۔ اور داؤدؑ جو چالیسؔ برس تک مناجات باری کے خلوت خانہ میں گلے کے تاروں کے الحنوں سے مخلوق کے دل و جان کا شکار کرتے تھے۔ (اُن کو اپنا گرویدہ بناتے تھے) انجام کار اپنے ایک سپاہی کی بیوی کی کمند عشق میں پھنسے اور باوجود اُس شہرت و آوازہ کے فوت کے پاؤں پڑے۔ یوسفؑ کا قصہ اس معاملہ کا سر دفتر ہے۔ کیونکہ اگر اس آیتہ "اگر وہ حجت اپنے پروردگار کی دیکھتے" کی حمایت ہوتی۔ تو یوسفؑ کی پاکدامنی کے کُرتے میں نہ تانا رہتا اور نہ بانا۔ اور سرمایہ پاکدامنی اور کمال عفت شعاری سے نہ اصل رہتا اور نہ نفع۔ اور اگر اِن عورتوں کی اوڑھنی کی جھالر کا فتنہ اور اِن کے چادر کے گوشہ کا جنون نہ ہوتا۔ تو موسیٰ کلیم اللہ عصا اور گلہ بانی کی کملی میں کیوں پڑتے۔ اور صاحب طور ہونے کے منصب میں پیشہ گلہ بانی کا دھبا کیوں لگتا۔ اگر اِن عورتوں کے گوش اور گوشوارہ و رُخسار و ابرو کی تمنا نہ ہوتی تو ایوب ایسے پیغمبر صبر کا پردہ کیوں پھاڑ ڈالتے۔ اور روائے صبر و قوت اور امکان کے سر سے نہ اُتار ڈالتے

اور آواز آیہ " مجھے ضرور لاحق ہُوا ہے " نہ دیتے ۔کہ کونسا مکروفریب ابلیس (ابوالشیطان) تھا ۔ جو اِن عورتوں کے وسلہ کارگر نہ ہُوا ۔ اور کونسا مکروحیلۂ شیطان تھا۔ جو اُن کے عشق کے بدولت درست نہ ہوگیا۔ **اشعار**

اِن کی محبت چھوڑ دے۔ کیونکہ اِن کی دوستی کفرو شرک ہے ۔ اور یہ قلب عاشق کے لئے جال ہیں
جب میںنے سوچا کہ اِن عورتوں میں اخلاق خوب کیا گیا ہیں دانائی وادراک اِنہیں جمع کرسکتا ہے یعنی خلق خوبان میں ہے ہی نہیں

اگر یہ عورتیں زہرہ اور ثریا بھی ہوں تب بھی لایق مذمت اور قابل نفریں ہیں
جھگڑے اور عار اور ازار کی باعث ہیں ۔ اور رنج وصرف دھر کی علت ہیں
عہد کی مٹانے والی اور پیمان کی بھلانے والی ہیں ۔ کم عقل اور ناقص دین ہیں
امردان سرگین چشم اور ایسے لڑکے جو ہمیشہ بچے رہیں گے کہاں تم کو میسر آتے ہیں تمہیر

ایسے دلبر معشوق کب نصیب ہیں کہ جن کا مشک بناگوش (زلفیں) جان کے لئے عطر ہے اور اُن کے لباس شب خوابی کا گوشہ (یا زُلف سیاہ) سرپوش آفتاب (چہرہ) ہے ۔ ان کے رُخسار کے ماہ کے لئے آسمان زمین ہے ۔ اور ان کے سرو قد[1] سے چمن کی زینت ہے روز رزم تلوار پکڑنے والے اور روز بزم جام ہاتھ میں لینے والے بھی ہیں ۔ ان کا رُخسار آلودہ غازہ وگلگونہ نہیں ہوتا ۔ اور ان کی زلف تکلف کے عطر سے فرسودہ نہیں ہوتی ۔ روز جنگ سوار اسپ ہوتے ہیں ۔ اور زینت مجلس وبزم بھی ہیں ۔ ایسے کلاہ پوش ہیں ۔ کہ تاجداران کے غلام ہیں ۔ اور ایسے صیاد ہیں ۔ کہ بادشاہان دُنیا اُن کے دام میں گرفتار ہیں ۔ مُلک عشق بازی اِن کی ڈاڑھی اور لو ہے ۔ اور لب شیریں ان کے مروارید عمانی کے لئے سیپ ہیں ۔ **قطعہ**

اِن کے لالہ رُخسار بنفشہ خط میں پنہان ہیں ۔ اور اُن کے لب شیریں شکر میں مدفون ہیں
روز مجلس وبزم یہی دلربا ہیں ۔ روز جنگ و انتقام یہی جان لیوا ہیں
اُن کے جسم سے بستر پُر از گُل ہوجاتے ہیں ۔ اور اُن کے چہرہ سے تکیہ پُر انہ ماہ ہوجاتا ہے
اُن کی زُلفوں کا مشک لالہ رُخسار پر پھیلا ہُوا ہے اور اُنکا سرو قد بحالت شہسواری زین پر سیدھا اُگا ہے

جو کوئی اِن ماہرویوں کی گلی سے بیہودہ گویوں کی گلی میں جاتا ہے ۔ سزاوار ملامت دُنیا و نقصان عقبیٰ ہوتا ہے ۔ جب اِس محادلہ کے اوّل اور آخر میں مَیں نے غور کیا ۔ اور اُن معقولات ومنقولات سے وسیلہ ڈھونڈا ۔ دونوں مذہبوں سے تمسک کیا اور اُن پر اعتماد کیا ۔ اور چاہا کہ اُن

[1] از سرو قد ایشان چمن را آذین است (یعنی بنا بر اصل نسخہ) چمن ان کے سرو قد کے لئے چمن زین کا ہے ۱۲

پیر و جوان کے ساتھ کھائیں پئیں۔ اور گفت شنید میں ان کے ساتھ ہم کلام ہوں۔ وہ دونوں عالم خفا میں سوار ہو گئے تھے۔ اور مثل خیال خوابی (لطیف) بیداروں سے و مثل خواب بیماروں سے مجھ سے بھاگ گئے۔ **ابیات**

مجھے نہ معلوم ہوا کہ اس پیر و جوان کے ساتھ آسمان کارساز نے دنیا میں کیا کیا
ان دونوں کے ساتھ فلک نے عدل کیا یا ظلم اور ان دونوں کو دنیا نے نفع پہنچایا یا نقصان

اٹھارھواں مقامہ میاں بیوی کے جھگڑے کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جو راحتوں محرم اور جراحتوں کا مرہم تھا۔ کہ ابتدائے جوانی میں جبکہ رخسارہ کے بالوں (ڈاڑھی کا رنگ کوئے کے پر کی طرح سیاہ تھا۔ اور سپیدی رخسار لباس محتسبان میں (یعنی سیاہ جامہ میں) ایسے وقت میں جبکہ خورشید طفلی ارادہ غروب رکھتا تھا۔ اور رخسار اس مصیبت میں لباس سیاہ ماتم پہنے تھے۔ اطراف رخسار ابھی سیاہ تھے۔ اور رنگ رخسار ابھی گورا یا سرخ تھا۔ سیاہی میں سپیدی کی آمیزش نہ تھی۔ اور سوسن کے اودے پھول (یعنی سیاہی) چنبیلی کے پھول (یعنی سپیدی ہو) کے ساتھ گل رخسار پر پڑے نہ تھے۔ **اشعار**

ایام طفلی و زمانہ نافرمانی والدین و جوانی خدا سیراب کرے
اور اس زمانہ کو بھی سیراب کرے جس میں میرے رخسار کا صفحہ پر غراب سے منقش تھا (کالی ڈاڑھی تھی)

اس گمراہی کی شدت اور اس اندھے پنے کی ابتدا میں میں نے چاہا کہ سفر کروں۔ اور اطراف عالم کو دیکھوں اور وسعت صحرائے دنیا میں دوڑوں اور "سفر کرو اور غنیمت جانو" کار زار ڈھونڈوں۔ اور بخیال آیہ "سیر کرو زمین میں" دوڑوں۔ اور فرش رنگا رنگ بیابان میں قدم بقدم چلوں۔ عماموں اور علم کے عالم کے لوگوں (علماء و مشائخ) کا نام بنام شمار کروں۔ اور سخی لوگوں کے گھروں میں تیزی کے ساتھ اڑ کے جاؤں بھاور بخیلوں کے آستانہ سے احتراز کروں۔ اور تخمینہ کے ساتھ نہیں بلکہ یقین کے ساتھ جان لوں کہ پیالہ ئے مسافرت کا مزہ کیا ہے۔ اور ہر مٹی کی خاک کا مزاج کیا ہے۔ کیونکہ خیمہ کے گرد پھرنا اور محرموں یا حرم میں پناہ لینے والوں سے صف آرائی کرنا لنگڑوں اور گھٹنیوں چلنے والوں (بچوں) کا کام ہے۔ یا گناہگاروں اور نامردوں کا۔ **قطعہ**

مرد کو ابر و ہوا (تیزی رفتار میں) ہونا چاہیئے۔ تیز رو اور جوانمرد ہونا چاہیئے

دل سے اور طبیعت سے خسرو و کیقباد ہونا چاہیئے نہ مال اور درازی عمر سے
کانٹوں میں گل و لالہ کی طرح متبسم ذات ہونا چاہیئے
آسمان کی برائی پر بھی نیک زندگی بسر کرنا چاہیئے اور غم زمانہ پر بھی خوش رہنا چاہیئے
دوست اور دشمن کی شناخت میں پرکھنے والا اور استاد ہونا چاہیئے

مرد جب تک حوادث کے ساتھ مقابلہ نہیں کرتا۔ صاحب قدر و منزلت نہیں ہوتا ہے۔ اور جب تک کہ مصائب کسی کو در بدر نہیں دوڑاتے پھرتے ہیں۔ زمانہ کو صدر میں بٹھا کے سرافراز نہیں کرتا ہے۔ **بیت**

کوشش انسان کے موافق آرزوئیں پوری کی جاتی ہیں۔ پس طلب بزرگی میں شمشیر یمانی اٹھالو

دو ایک رفیقوں کو مَیں نے آگاہ کیا۔ اور متوجہ ارادۂ سفر ہوا۔ اور یہ بات زبان پر تھی۔ اور یہ شعر اس طرح پڑھتا تھا۔ **رُباعی**

مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ کاہلی اور آسائش کا گلوبند و زینت میرے لئے درکار ہے
قد کا تیرے سر اور زلف کی طرح آراستہ ہونا بہتر ہے کیونکہ یہ دونوں طریقے بے زینت نہیں ہے

پیالہ شراب کی طرح ہر قدم پر منزل کرتا تھا۔ اور ہر زمین سے آگاہی حاصل تھا۔ یہاں تک کہ ایک بڑا رستہ طے کیا۔ اور ایک اہواز میں پہنچا۔ ایک آبادی مرتب دیکھی۔ اور وہاں کے رہنے والے مہذب اور آزمودہ کار پائے۔ مسافر بہت اور ادیب کثیر۔ مسجدیں آباد اور عبادت گاہیں مشہور فقرا اور نیک لوگوں کے گوشے۔ اور مہاجر و انصار کے گھر وہاں تھے۔ وہاں کے سب لوگ روش استقامت اور لباس سلامت میں تھے۔ نفس رنجور کے سواری پر مَیں نے رحم کیا اور چند دن اُس شہر مشہور میں آرام لیا۔ شہر کے عالموں کی حالت مَیں نے دریافت کی اور ہر ایک کی حقیقت فضیلت معلوم کی۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے متبحر راویوں سے سُنا کہ اس شہر میں ایک بڑا دیندار قاضی ہے اور علم و زہد سے مزین ہے۔ بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ اور اس کا خاندان قدیم ہے۔ اور باوجود اِن فضائل کے اپنی سخاوت پر نازاں نہیں اور اپنے اگر سے خوشبو کا دھُواں بلند کرنے والا نہیں۔ (لاف زنی نہیں کرتا ہے) اگر سلسلہ آبائی میں بنی ہاشم سے ہے۔ مگر جوانمردی میں عاصمی النسل ہے۔ **نظم**

میرے آباء اگرچہ کریم ہیں۔ اور پاک ہیں اور دُنیا میں جس مرتبہ بلند پر پہونچے تو پہونچے
مَیں اُن کی طرف فخر کو منسوب نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ مَیں ان کی تلوار ہوں۔ اور وہ نیام ہیں۔

غیر مفید ۱۲ کارآمد ۱۲

مینے کہا اِس قاضی سے مجھے اُلفت پیدا کرنا چاہیئے۔ اور دوسری صحبتوں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مسافر کو کسی بڑے آدمی سے تعلق پیدا کرنے اور کسی صاحب قدر سے چاپلوسی کرنے کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ تحفہ مہیا کرکے قاضی کے گھر کی طرف متوجہ ہُوا۔ جب اُس بارگاہ حکومت اور مقام خصومت اور جھگڑے میں پہنچا۔ ایک قاضی باشکوہ کو دیکھا۔ اور ایک مخلوق کا ہجوم دیکھا۔ شان و شوکت کا پردہ سامنے سے اُٹھا دیا تھا۔ اور عالی مرتبگی کے برتاؤ کو چھوڑ دیا تھا۔ اور ادنیٰ و اعلیٰ اور قوی اور کمزور سب کی باتیں سُنتا تھا۔ اور بڑے لُطف سے پیش آتا تھا۔ اور قاضی شُریح کی طرح جھگڑوں کا فیصلہ کرتا تھا۔ اور کوشش کرتا تھا۔ اور حمید کی طرح واقعات حکومت پوچھتا تھا اور سُنتا تھا۔ اور اِس گفتگو اور مخاصمت کے درمیان ہر ساعت کرامت کرتا تھا۔ اور راحت کرتا جاتا تھا۔ اور ایک مجمع کی یا مجمع کے سامنے تعریف کرتا تھا۔ اور ظاہری حالت سے صُورت واقعہ کو تاڑ لیتا تھا۔ اور خضر و سفر کی نسبت پوچھتا تھا۔ مَیں اُس صف میں کھڑا تھا۔ جن میں صلح تھی اور کوئی جھگڑا نہ تھا۔ اس مجمع میں ایک مرد اور ایک عورت کو دیکھا کہ باہم اُلجھ رہے ہیں۔ اور ہر ایک اپنی غرض پر جوش میں ہے۔ ایک دوسرے کے جدال و قتال کا گریبان پکڑ کے کھینچتے ہیں۔ حیا کا پردہ اُٹھا دیا ہے اور شرم و حیا کی راہ چھوڑ دی ہے۔ ایک خلقت اِن کی طرف دیکھ رہی ہے۔ اور بہت سے لوگ اُن کے معاملہ میں عاجز اور لاچار تھے۔ یہاں تک کہ اُسی گیر و دار و جنگ و پیکار کے ساتھ قاضی کے سامنے پہنچے۔ اور جھگڑے کی بساط پھیلا دی۔ قاضی نے اُن سے پُکار کے کہا کہ یہ جھگڑا کسی بڑے قتل یا بہت سے مال کے بارہ میں ہے۔ بات حرمت و عزت کے ساتھ کہو اور سُنو۔ اور بیہودہ جھگڑا نہ کرو۔ کیونکہ بیہودہ جھگڑا بُرا ہوتا ہے۔ اور نیک کام میں جھگڑا قابل مُلامت ہے۔ مرد نے کہا۔ اے قاضی میرا معاملہ سخت ہے اور میرا دشمن تمام عالم سے سخت ہے۔ مَیں ایک شخص ہوں۔ جو اندوہ و غم کا لباس پہنے ہوں۔ اور حق مسافرت رکھتا ہوں۔ شہر یمن و حجاز کا رہنے والا ہوں۔ اور اس شہر میں مسافر اور رہ گذار ہوں۔ میرے حقوق کی رعایت واجب ہے۔ اور میری ذات قابل و مستحق عنایت ہے۔ اور میری خوشنودی و غضب باعث شکر و شکایت۔ **قطعہ**

میرا معاملہ زمانہ میں بہت ہی عجیب ہے اور میرا دشمن بڑا جھگڑالو اور شک میں ڈالنے والا ہے

تمہارے اطراف شہر میں مَیں مسافر ہوں۔ اور میرا ایسا ہر شہر میں مسافر ہی ہوتا ہے

مَیں مصر کا آدمی ہوں۔ اور ہُنر میں صاحب سرمایہ۔ اور ادب میں کامل۔ سرمایہ قناعت

پر اعتماد ہے۔ اور اِس بڑھیا کی کُس سے محروم ہوں۔ اور عورت کے ہاتھ سے مظلوم ہوں۔ قاضی نے کہا اے مرد مُسافر اور ہُنر میں کامل و بہرہ ور اپنی بات کہہ اور اپنا مقصد چاہ۔ جو بات کہنے کے لائق ہے۔ اُسے کہہ اور جو چُھپانے کے قابل ہے اُسے چُھپا۔ کیونکہ جب تک طبیب سے بیماری نہ کہی جائے علاج نہیں ہو سکتا۔ اور جب نبض نہ دکھائی جائے مزاج نہیں پہچانا جا سکتا۔ اس مرد نے کہا اے دریائے بے عمق اور اے حاکم بے ظلم تو جانتا ہے۔ کہ مکر ظلم ہے اور دھوکا دینا ضرر پہنچانا ہے مجھ کو اِس عورت نے طمع کے طعمہ سے جال میں پھانس لیا ہے۔ اور نوش کی جگہ جام میں زہر دیا ہے۔ گیہوں تو دکھلائے اور اُس کے عوض میں جَو دیئے۔ بے بدھے موتی تو کہے۔ (یعنی باکرہ ظاہر کیا) مگر بدھا ہُوا ہے۔ اور راہ محفوظ کا وعدہ کیا۔ (بکارت) مگر براز پریشانی ہے (ثیبّہ ہے) سوراخ سوزن کی شرط کی تھی۔ مگر حلقہ رسن نکلا۔ اقرار تو انگوٹھی کے حلقہ کا تھا۔ (یعنی تنگی فرج) مگر غمزدہ چاک گریبان ماتم کرنے والوں کا حلقہ و دورہ سامنے لائی۔ شگاف معین اور چشمہ با عیب ظاہر ہے۔ اُس میں پیوند لگانے کا موقع نہیں ملا۔ اور ایسی حالت میں ملامت کرنا کوئی گناہ نہیں۔ نظم

بڑا زخم ظاہر ہُوا زخم دور کے آگے۔ اور شگاف ہے جس کا پیوند لگانے والے پر دشوار ہے
تجھے سے نرگس کا وعدہ کیا تھا گر پیاز دی۔ شکر کھلانے کو کہا تھا۔ مگر مویز منقی تھا
موتی کے عوض اُس نے پیت دکھلائی۔ سونے کے بدلے مجھے کوڑی ملی
فقیروں کے پھٹے کی طرح ڈھیلی ڈھالی ہے۔ ہمیانی کی طرح خلق کے نزدیک عزیز نہیں۔
ابتک کہتی رہی کہ راز ناگفتہ ہے (باکرہ ہے) لیکن جسے دُر نا سفتہ کہا تھا۔ وہ دُر سفتہ نکلا
اگر تم چاہتے ہو کہ آنکھوں سے دیکھے لینے کا سا یقین کرو تو ہاتھ اِس میں ڈالو اور دیکھو۔ تا کہ

ثابت ہو جائے کہ مَیں جھوٹ نہیں کہتا ہوں۔ اور نہ رکھی ہوئی شے کو نہیں ڈھونڈھتا ہوں (یعنے خلاف واقع نہیں کہتا ہوں) جب اِس مرد نے اپنی بات ختم کر دی۔ قاضی مخالف کی طرف متوجہ ہُوا۔ اور کہا یہ کیسی بد معاملگی اور بُرائی ہے۔ جو چیز تیرے پاس نہیں اسے نہ بیچ۔ اور جو تیرے نزدیک نہیں اس کا اقرار نہ کر۔ دغابازی اور مکاری میں کیوں سعی کرتی ہے۔ جو تیرے پاس نہیں اُسے کیوں بیچتی ہے۔ عذاب و قید تجھ پر لازم ہے۔ اور تاوان و مُلامت تجھ پر واجب ہے۔ تاکہ حق بات کو باطل سے نہ چھپائے اور پھٹے کو سالم کی جگہ نہ بیچے۔ عورت نے کہا اے قاضی ملک مُسلمانی

ملہ تقریر صحیح تقریر یقین مجمہ نفس را طاکت ساختن دفریب دادن ۱۲

کسی فریق کے حق میں فیصلہ نہ کر جب تک کہ فریق ثانی کی بات نہ سُن لے۔ اس دعوے پر فکر و غور لازم ہے۔ اور ایسی تخویف و ترہیب ایک گناہ ہے۔ جو یہ شخص ظاہر کرتا ہے ایک حال ناشائستہ و لائق انکار ہے اور جو یہ کہتا ہے جھوٹی بات ہے۔ ثبوت مدعی پر لازم ہے اور قسم منکر پر۔ جو کچھ اس نے کہا بے حقیقت ہے۔ اور یہ سب باتیں اس کی مکر ہیں۔ میں اُس پھول سے بھی پاکیزہ تر ہوں۔ جو ابھی بحالت غنچہ ہو۔ اور صدف کے اندر والے موتی سے بھی زیادہ کسی کی دست نزدہ ہوں۔ کسی کا ہاتھ میرے دُرِّ نایاب تک نہیں پہنچا ہے۔ اور کسی کا الف (ذکر) میرے میم (کُس) میں نہیں (یعنی کسی نے مجھ سے جماع نہیں کیا) بلکہ ہمیانی مُنہ بند ہے۔ اور ایک تھیلی ہے۔ جس پر مُہر لگی ہے۔ ایک ایسی کوٹھری ہے۔ جس کا دروازہ میخ سے بند ہے۔ اور ایک ایسا ڈبّہ ہے جس کا مُنہ مضبوط بندھا ہے۔ کسی حاجی نے اس کعبہ کے گرد طواف نہیں کیا ہے۔ اور کسی غازی نے اس کے معرکہ میں جنگ نہیں کی ہے۔ اس میں ایک تنکے کا بھی دخل نہیں ہے۔ اور ایک بال کی بھی گنجایش نہیں۔ بخیلوں کی آنکھ کی طرح تنگ ہے۔ اور چہرہ اسخیا کی طرح اُس پر کوئی شکن نہیں ہے (صاف اور جلد تنی ہوئی) کوئی قاصد اس راہ پر نہیں چلا ہے! اور کوئی مسافر اس کی پناہ میں نہیں سویا ہے۔

ابیات

ہر بہرے کان کی طرح محکم بستہ ہے اور ہر اندھے کی آنکھ کی طرح ناکشادہ ہے۔
صدف کے اندر والے موتی کی طرح کسی نے اُسے چھُوا نہیں ہے۔ قلعہ غور کی طرح اُسی نے فتح نہیں کیا ہے
گویا عدم فراخی و تنگی کی وجہ سے سانپ کا سینہ یا چیونٹی کی آنکھ ہے (ہمہ در صفت تنگی فرج)

اگر تم یقین حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہاتھ اندر ڈالو اور دیکھو (ٹٹولو) لیکن اے قاضی یہ عیب تو کسی اور ہی کا ہے۔ اور یہ لنگڑا پن کسی اور ہی کے پاؤں میں ہے (یعنی نقصان اور عدم رجولیت اس شخص ہی میں ہے) موتی بغیر ہیرے کے نہیں بیدھا جا سکتا۔ اور بغیر قوت آلۂ تناسل کے مجوابہ کے ساتھ نہیں ہو سکتے۔ اطلس کی سلائی کے واسطے فولاد کی سوئی چاہیئے۔ اور ہاتھی دانت میں چھید کرنے کے لئے کاری گر خرادی درکار ہوتا ہے۔ جو عضو تناسل روئی اور اُن کی طرح نرم ہو وہ دُنبہ کی چکتی اور سنگ یشب میں نہیں گھُس سکتا۔ اور دانتوں کا خلال نہائی (اہرن) میں نہیں در آتا۔

قطعہ

نوک پیکاں جو خمیری آنٹے سے بنی ہو وہ لوہے کی سپر میں نہیں چھپ سکتی۔

[illegible] بعض نسخ [illegible] ۱۲

سترھواں مقامہ کم کم اور یہ اٹھارھواں مقامہ نہایت فحش اور خلاف تہذیب ہے لہذا انصاب سے خارج ہونیکے قابل ہے کیونکہ مخرب اخلاق ہے ۱۲

تیغ کا پھل جو ریشم سے بنا ہو وہ زرہ پر کارگر نہیں ہوتا

جب حرارت نے اِس پیالہ سخن کی اور تلخی نے اِس کلام کی قاضی میں اثر کیا۔ تو گل کی طرح ہنس اور ہوا کی طرح مہکا۔ اگر قاضی اہواز اس کام کا ہوتا (یعنی عیاش) اور رنڈیوں کے چکلہ کا قاضی ہوتا (جزا نخاروف ہے۔ تو نہ معلوم کیا کرتا) اُس کے مُنہ سے پانی چھوٹنے لگا۔ او قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔ اور کہا اے جھُوٹے ملامت زدہ اور اے چغلخور و دغلے۔ سُبحان اللہ یہ کیسا بڑا بہتان ہے۔ راوی کہتا ہے مَیں اس جھگڑے کے خوف میں اور اس گفتگو کی حیرت میں رہا۔ اور مَیں نے کہا اے قاضی اِن دونوں میں رضامندی کے ساتھ صُلح کرا دے کیونکہ دونوں اس کلام میں بوجہ فصاحت بمنزلہ سحبان وائل ہیں۔ اور عجائب روزگار سے ہیں۔ جب قاضی کو اس فصاحت کی ذات حاصل ہوئی اور اس ملاحت کے گل نے خوشبو دی ایک حصہ بیت المال سے اُس عورت و مرد کو دیا۔ جب انعام قاضی سے پالیا۔ تیر خدنگ کی طرح بھاگے۔ اور گلِ دو رنگ کی طرح ہنسے اور خوشی سے ہمراز ہوئے اور خوشدل پلٹے۔ اور اس کے بعد سے مجھے نہیں معلوم کس زمین میں جا کے ٹھہرے اور کس ملک میں گئے۔ **اشعار**

دونوں نہ معلوم آسمان کے ہاتھ سے کیونکر چھوٹے زمانہ نے اِن کو حوادث سے مار ڈالا یا زخمی کیا
ستاروں نے اُن کو کس بلا میں ڈالا۔ اور آسمانوں نے شعبدوں میں اُن کو کیونکر جکڑا

اُنیسواں [19] مقامہ سمرقند کی تعریف میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جو مُصیبتوں اور دُنیا کی چالوں میں شریک تھا۔ اور بھیدوں اور دل کی باتوں سے واقف کہ ایک وقت میں بوجہ قہر و غلبہ آسمانی اور گردش حالات زمانی بارش باران بہاری خراسان میں کم ہوگئی۔ اور آسمان کشادہ دل ممسک اور منقبض ہوگیا اور ابر بے بضاعتی سے باریک نبض یعنے بیمار قریب بہ مرگ ہوگیا۔ سحاب بخشندہ کے ہاتھ میں ترشح کے سوا کچھ نہ رہا۔ اور بادل چشم بے رحم میں بجز تراوش اور کچھ نہ رہا۔ ماہ نیساں کی اُمید بستان کے چشموں سے ٹوٹ گئیں۔ اور سیلاب آسمانی کا راستہ فراخی بیابان سے رُک گیا۔ دُنیائے بارش طفل بے ریش ہوگئی۔ (یعنی سبزہ نہ رہا) اور بوستان پھُولوں سے خالی ہوگئے۔ اور صُورت فلک سبز رنگ کی خاک غبار آلود میں ظاہر ہوئی (ر زمین مثل فلک

ے زنیم بفتح زائے معجمہ و کسر نون شخصے کہ منسوب بقومے باشد و از ایشان نبود ۱۲ +

بے گناہ ہوگئی، نہ باران نے گلگون میں رنگ آمیزی کی۔ اور نہ ہوا نے بستان کو سنوارا۔ صحن بستان و میدان زمین مثل مریض مرض استسقاء (جلندھر) پیاسا تھا۔ اور مانند گرم مزاج تپ زدہ کے بیقرار تھا۔ ابر جو بمنزلہ حکیم بقراط کے تھا۔ پیاس پر صابر تھا۔ اور کامل پرہیز میں اضافہ کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ نوبت ہوئی۔ اور کام اس حد کو پہنچا کہ عقل جاتی رہی۔ اور خورد و نوش کا وجود دشوار ہوگیا۔ **نظم**

بس ظاہر کیا صدمہ زمانہ نے سختی کو۔ اور ہوگئے باغات تشنہ لب اور ترش رو

رونے والے ابر نے کوئے بند کرلئے۔ اور ساقی سحاب نے پیالوں کو روک دیا

نکہتوں[1] کی سعادتیں زمانہ کی شقاوتوں سے مل گئیں اور ملا دیا اس کو نحوستوں سے

ابر کے پاس سرمایہ بضاعت کامل نہ رہی اور بستان کی طرف جانے میں جلدی رہی

چمنوں میں حرارت خورشید سے بنفشہ کی دونوں زلفوں میں پیچ تاب نہ رہا

پس گردشوں اور امور ہولناک کا نزول مقتضی حالات ذیل کا ہوا اور اس حد کو پہنچا دیا۔ کہ ہر شخص تدبیر معاش و رزق میں کسی طرف نکل گیا۔ کیونکہ دونوں کی بھوک میں قناعت سے بھیک نہیں مانگی جاسکتی (قناعت پر اکتفا نہیں ہو سکتی) یہ قحط اولاد آدم علیہ السلام میں ایک عظیم ہے "نہیں بنایا ہم نے اجسام کو لیکن یہ غذا کھائیں اور وہ ہمیشہ رہنے والے نہیں"۔ **ابیات**

گیہوں آدمؑ کا مطلوب ہے۔ کیونکہ گیہوں خلد میں اُن کا محبوب تھا

گیہوں بجز یوسفؑ اور کچھ نہیں اور مخلوق اُس کے سوز عشق میں بمنزلہ یعقوب ہے

گیہوں کی بڑائی کیواسطے یہ امر کافی ہے کہ اگر گیہوں نہ ہوتا تو مقلوب لفظ بر یعنی رب کی کوئی پرستش دنیا میں نہ کرتا

ہر ذی حیات خواہندہ طعام ہی ہوتا ہے ہر صاحب جان کی شادی و طرب طعام ہی ہے

خدا پرستی دُنیا سے اُٹھ جاتی اگر مقلوم رب یعنی بُر یعنے گندم دُنیا میں نہ ہوتا۔

میں نے بھی ایک گروہ کی موافقت میں گھر خالی کردیا۔ اور جھولی اور عصا سے تقویت چاہی اور قید قناعت دل پر رکھی۔ اور گھر سے نکل کے منزل کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شیطان نفس کو قید کردیا سا اور ارادہ سفر سمرقند کا کیا۔ اور پہلے اس سے اُس شہر کے جانے والوں اور اُس زیارت گاہ کے رہنے والوں سے اُس شہر بزرگوار کی حکائتیں سُن لی تھیں۔ اور تھوڑا بہت دریافت کرلیا تھا۔ سمرقند کا پانی شراب کا لُطف رکھتا ہے۔ اور اس کی ہوا جان کی طرح پیاری ہے۔ اور

---

[1] انواع جمع نو رہندی نکہت ۱۲ *

اُس کی صبح خلوت کے لئے حکم شام رکھتی ہے۔ اور اس کی شام تسلی دہی میں بمنزلہ صبح ہے۔ اور اُس میں حسین و نمکین معشوق ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ قتالان سبز رخسار (بار یش) اور راست قامت کمان ابرو والے اُس سرزمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور عاشقوں کا خون نازو ادا کے ہتھیاروں سے اُس مقتل میں بہاتے ہیں۔ نظم

ماہرو معشوق اُس زمین سے پیدا ہوتے ہیں۔ راست قامت سرو اس چمن میں اُگتے ہیں
اُس کے فضا میں ہوائے جنت ملتی ہے اُس زمین سے خوشبوئے گل جنت سونگھتے ہیں
طالب لوگ بہشت والوں کی ذات اور حوریں اس مقام میں تلاش کرتے ہیں
سب لالہ کی طرح سرخ رخسار ہیں۔ اور بنفشہ کی طرح سب سیاہ بال ہیں
شراب کی طرح خوبصورت اور خوش طبع ہیں۔ اور گل کی طرح اچھی مہک والے اور خوشبودار ہیں

مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ قدما نے اس کے سپیدۂ صبح کے نور کو نہ معلوم کیوں چھپایا ہے اور تعریف میں اِن کلیوں کے "یہ ایسا باغ ہے کہ اِس میں سور چرتے ہیں" کیوں فرمایا ہے۔ کلام علما میں تو لغویت نہیں ہونا چاہیئے۔ اور قدما کی ضرب المثل میں بھول چوک نہیں "ایسی زینت کے ساتھ ایک مزین اور ایسی آرائیش کے ساتھ ایک آراستہ" یہ کس قسم کی آگاہی و اطلاع ہے اور یہ کیسی تشبیہ و تمثیل۔ پھر مَیں نے کہا کہ یہ مثل بیہودہ نہیں ہے۔ اور یہ کلام بے تجربہ نہیں ہے۔ شعر

اے قلب اُس میں ٹھہر یا اُس سے کوچ کر جا میرے حکم کی جس نے فرمانبرداری کی کی۔

یہاں تک کہ ایک دن حسن اتفاق سے ایک محراب نما عمارت کے پاس پہنچا۔ ایک بھیڑ لگی دیکھی۔ اور شور بلند تھا۔ مجمع حد سے زیادہ اور ایک خلقت زاید از شمار و اندازہ۔ ایک بڈھا ٹاٹ کا لباس پہنے باتیں کر رہا ہے اور پکار کے کہہ رہا ہے۔ اے لوگو تمنا کرو اللہ کے فضل اور خوشنودی کی۔ اور ڈرو اللہ سے جو حق ڈرنے کا ہے۔ اے دور افتادہ از وطن۔ اور مسافرت کے بلائے ہوئے۔ اور شہروں کے پھرنے والے۔ اور لوگوں کے پرکھنے۔ اور اچھے برے کے جانچنے والے۔ اور عقل و دانائی کے خزانہ دار اُس شخص پر رحم کرو جو مسافر نہیں ہے پھر بھی فاقہ سے ہے اور بلا مصیبت سوگوار ہے۔ اُس خدا کی قسم جو گوشہ ہائے خاطر میں چھپے ہوئے رازوں کو جانتا ہے۔ اور نہ لکھے ہوئے معمے کو اندھیری رات میں پڑھ لیتا ہے۔ کہ یہ فاقہ اختیاری نہیں ہے اور یہ گفتگو حالت اضطرار میں ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شیر غضبناک مردار کھاتا ہے۔ اور

باز سپید او جھڑی کے سرگین پر اکتفا کرتا ہے۔ **نظم**

اگر تو میری[1] لونڈی کو چاہتا ہے تو ابھی میرا بستر لپیٹ دے۔ بس بسا اوقات باز او جھڑی سے تعلق پیدا کرتا ہے۔

ابیات۔ شیر شکار کرتا ہے۔ کتے کو اگر اُسے گوسپند میسر نہ آئے۔

لیلے جو کچھ تجھے بخیلوں اور ناکسوں سے ملے جبکہ دیدار بخشش معدوم و مفقود ہو جائے۔

جو جواہر بظاہر رنگین ہیں وہ آخر سنگین ہیں (یعنے کھانے کے قابل نہیں۔ صدف ایسی ندرت کے ساتھ ہے مگر اُس میں کوئی در نہیں ہے۔ اور اتنا بڑا شہر ہے مگر اس میں کوئی آزاد نہیں ہے۔ پگڑیاں تو نادر نادر ہیں۔ مگر سر بے مغز ہیں۔ رُخسارے تو رنگین ہیں۔ مگر دل سخت ہیں۔ شہر آباد ہے۔ اور مخلوق اطاعت گذار ہے۔ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس شہر میں خطیب و قاضی ہو۔ اور وہ کفر و شرک پر راضی ہو۔ جو ادب آموز اور محاسبہ گیرندہ ہو اور وہ جہالت و گمراہی کے ساتھ منسوب ہو۔ ہر ہر قدم پر زُلفیں آتش پرستوں کی ایسی۔ اور ہر جگہ جینو کافروں کا سا۔ یہودیوں کے ساتھ ہم پیالہ اور آتش پرستوں کے ساتھ ہم نوالہ ہیں۔ اے شہر کے بڑے لوگو اور زمانہ کے شریفو جان لو کہ اس بنیاد منحوس پُر غرور و حسد (یعنی سمرقند) کی راس برج اسد ہے۔ اور اس طاق کے ستون بلند کرتے وقت اور اس بنیاد کے مضبوط کرتے وقت نحس اکبر زحل برج اسد کا ناظر تھا۔ اور مریخ برج اسد میں موجود تھا۔ ستارہ مشتری جو سعد اکبر ہے طالع (راس) سے بہت دُور تھا۔ اور آفتاب بعید النور تھا۔ نظر کواکب نحوست سے متصل تھی۔ اور ثوابت سعد کا اتصال منقطع تھا۔ اسباب نحوست اکٹھا تھے۔ اور مقتضیات غروب سیارگان خمسہ ثابت و محکم تھے۔ اس شہر کی خاک خون مخلوق سے آمیزش رکھتی ہے۔ اور پانی اُس شہر کا گذرگاہ حلق مثل تیغ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے صحرا کا ہرن بھیڑیا اور شیر ہے۔ اور باران بہاری تیغ و تیر ہے۔ مسافرت اس زمین میں محض غم و اندوہ ہے۔ اور مسافروں کا خون بہانا یہاں کے علما کے نزدیک قربت بخدا ہے۔ **اشعار**

یہاں کی بہار کے پھول دل کے لئے کانٹے ہیں۔ اور یہاں کا پانی دل کے لئے تیغ آبدار ہے

اس کا نازول کے لئے مرتبہ نیاز رکھتا ہے۔ اور اس کی شراب دل کے لئے ہمہ تن مثل خمار ہے

جب اُس پیر کی شکایت انتہا کو پہنچی۔ اور یہ ملامت حد کو پہنچی۔ ایک جوان صراف نے توڑے کا منہ کھولا۔ اور مٹھی بھر اشرفیاں اُس کو دیں۔ پھر کہا اے پیر خوش گفتار و اے مرد

---

[1] ایک عورت کی لونڈی پر اُس کا شوہر عاشق ہوا تو اُس عورت نے شوہر سے کہا تھا ۱۲

باشکایت جب تک تو اس شہر میں ہے تیری روٹی اور صرف میرے ذمہ ہے۔ اور میرے نفع و ضرر پر تیرا حکم جاری ہے۔ اور میرا گھر تیری ملک ہے۔ اور میں تیرا فرمانبردار ہوں۔ تو فرش شکایت کو لپیٹ ڈال اور اس ذکر کو چھوڑ دے۔ **بیت**

کبھی کبھی ستم پر صبر کرنا لاحق ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات ابر پیاسے کو سیراب نہیں کرتا

غوطہ خور اگر محروم و مایوس رہے تو اس میں سمندر کا کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر شکار نہ ملے تو صحرا سے شکایت نہیں ہو سکتی۔ ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ آفتاب کا نور نہیں آتا اور مشک خالص سے بو نہیں نکلتی۔ مرد آزاد وہ ہے۔ جو سختیوں میں صابر رہے اور دنیا کی مکاریوں میں دلیر اور حوادث پر متشکر رہے۔ جوانمرد دوسروں کا بار اُٹھاتا ہے اور ناکس اوروں پر بار ڈالتا ہے جب اس لاغ کی حرارت کی تاثیر پیر کے دماغ میں پہنچی اس شکایت کے ورق کو طے کر ڈالا۔ اور اس ذکر کو چھوڑ دیا عذر خواہی اور مغفرت جوئی سے پیش آیا۔ اور کہا اے جوان سخی اور قابل فخر بلاد کوئی تپ زدہ ہوتا ہے اور کوئی غمگین۔ دردمند سینہ کا سانسیں لینا نامقبول ہوتا ہے۔ اور کلام بیجا و گوش خردمنداں میں اعتبار نہیں رکھتا اور کریموں کے پلہ میں اسکی کوئی ہستی نہیں۔

آگاہ ہو۔ صبر کر اور یہ ذکر چھوڑ دے۔ کبھی مریض بلا کسی شکایت کے شکایت کرتا ہے

جب بھوک کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے تو قناعت کے کانٹے جل جاتے ہیں۔ آدمی اس وقت تک قانع رہتا ہے۔ جب تک کہ آتش گرسنگی نہیں ہوتی۔ اس جسم ضرورت منا عتدال کی تخویف کے لئے اشعار و مثل آئینہ کافی۔ اور یہ جسم خالی سزاوار اس تشریح اور تقریب کا ہے جس کا ذکر مثل اور اشعار میں ہے مثل انسان کا پیٹ خاک گور ہی بھرتا ہے اور غبار ہی سے سیر ہوتا ہے۔ **قطعہ**

ایسا نہ ہو کہ تیرا نفس طمع کے ساتھ دلیر ہو جائے کیونکہ کتا جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو شیر سے جھگڑتا ہے

اس وجہ سے کہ تیرا نفس حریص جھوٹی بھوک والا ہے۔ اُمید دلائے ہوئے لقموں سے دیر میں پیٹ بھرا ہوتا ہے اور روئے یقین جان لو اور اسے حقیقت سمجھو اور سچ مانو کہ نفس آدمی خاک گور سے سیر کرتا ہے

پس میں نے کہا اس شہر کے بارہ میں کیا کہوں جو ملک خیر و طاعت ہے اور مقام سنت و جماعت اس کا پانی آب صاف ہے۔ اور اس کی خاک عبیر ہے۔ اس کی خاک سے ہوائے علم آتی ہے۔ اور اس کی ہوا سے روح کی امداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی سیر خلد بریں کی ایسی راحت ہے۔ اور اس کے ماہ پارے خوانی و بے وہمن بمنزلہ بہار و فرور دین ہیں۔ اس کا حصار اور فصیل اسلام کے واسطے قلعہ مضبوط ہے۔ اور یہاں کے لوگ اور غازی پناہ دین ہیں۔ اور

بزم کے معشوق اور شہسوار جنگ ہیں۔ اشعار

اُس کے اطراف جنت سے بہتر ہیں۔ اور اُس کے ارکان سلطنت ستاروں سے بڑھ کے ہیں
اس کے باغوں پر بہار حسد کرتی ہے اور اس کے بوستانوں پر جنت عدن رشک کرتی ہیں
آفتاب و زہرہ اس کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور ماہ و زحل اسے سجدہ کرتے ہیں
اُس شہر پہ آفرین ہو کہ معدہ سوا اُس کے بازار کے آرزو اپنی حاصل نہ کر سکے۔ اور اُس کے

بازار میں ڈنڈی مارنا (کم تولنا) نہ ہو۔ اُس کے مال کو باٹوں سے نہ تولیں (یہ علامت افراط سخاوت) اور اُس کے کھرے پن کو کسوٹی سے نہ آزمائیں۔ ہاتھ بڑے ہونے سے جنچا ہوا پیمانہ ہیں اور زبانیں صداقت کی وجہ سے پرکھی ہوئی محک ہیں۔ گن کے لیتے ہیں (تاکہ کسی کا زیادہ نہ آجائے) بغیر گنے ہوئے سائل کو دے دیتے ہیں (تاکہ زیادہ ملے) گنا ہوا لیتے ہیں بے گنا فقیر کو دیتے ہیں۔ جب فصاحت شیخ حقیقت کے باغوں میں ان نزاکت اور پاکی کو پہنچی۔ سمرقند کے سرد مزاجوں (بخیلوں) کو پسینہ حیا کا آگیا (حرارت آگئی) اور ہر ایک حاتم طائی بن گیا۔ اور اُس پر جوش آواز کے ساز و سامان ہاتھ آیا۔ اور اس ہنگامہ میں سے نکلا۔ اور اُس جماعت باشکوہ میں سے اور اُس مخلوق انبوہ میں سے مثل شہاب ثاقب بھاگا۔ اور پارہ کی طرح اُڑ گیا۔ اور جب مُنہ پھیر کے چل دیا۔ پھر کسی نے اُس کی ہوا کو بھی نہ پایا۔ اور مجھے نہ معلوم ہُوا کہ اس نے کس طرف اپنی عنان موڑی یعنی کدھر گیا۔ نظم

اُس نے گریز میں تیزی کی اور ہم نے نالہ میں اضافہ کیا وہ بائیں طرف گیا اور ہم داہنی طرف گئے
اُس کے بعد نہیں معلوم زمانہ نے اس پر کیا حملہ کیا چرخ نہ سپہر نے اُس کے ساتھ کونسی بازی کھیلی
زمانہ اُس کو کہاں لیگیا اور آسمان نے اُسے کہاں لیجا کے ڈالا شب روز نے اُسے کہاں ذلیل کیا اور نصیبے اس کو کہاں نوازا

بیسواں مقامہ طبیب اور نجومی کے جھگڑے میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے حکایت بیان کی جو گفتار میں امانتدار اور رازوں کا آرزومند و حریص تھا کہ ایک زمانہ میں سفر حجاز سے شہر طراز کو پلٹا آرہا تھا۔ اور منزلیں اور مرحلے قدم حرص سے طے کر رہا تھا۔ جس طرح کہ عادت گھر کو پلٹ کے آنیوالوں سوئے وطن کے مشتاقوں کی ہے۔ قدم قدم کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ اور صبح کو شام سے ملا دیا تھا۔ یعنی دن بھر قدم اُٹھائے چلا جا رہا تھا۔ فرد

چیونٹی کی طرح فنا کی طرف راہ پیدا کر لی تھی اور سانپ کی طرح کل اعضا[1] کو پاؤں بنا لیا تھا ۔ جب مشتاق ہو کے راستہ چل رہا تھا ارادہ تو ہوا سے بھی زیادہ باتعجیل شتابی تھا ۔ اور جسم خاک سے بھی زیادہ گرانبار تھا ۔ ہوا کی طرح بشتابی راہ طے کر رہا تھا ۔ اور خاک کی طرح بار کھینچ رہا تھا ۔ یہاں تک کہ چلنے کا تکلف ٹھہر جانے کے توقف کے ساتھ اوا ہوا ۔ اور سواری کا پاؤں کام سے رہ گیا ۔ اور سواری سفر کی بوجھ کے نیچے دب کے رہ گئی ۔ یہاں تک کہ شہر سرخس میں جا کے رُکا ۔ اور سواری پر سے بار اُتارا ۔ اور جیسے اپنے دل میں کہا کہ تعجیل قاصد مرگ ہے ۔ اگر ہوا کی طرح تیز روی کرتا تو خاک کی طرح اپنی جگہ سے ہل نہ سکتا تھا ۔ اور جب نفس خواہاں نفع نقصان میں پڑا ۔ تو یہ اشعار پاکیزہ زبان پر آئے ۔ میں نے اِن کو پڑھا ۔ اور میں زبان پر لایا ۔ رباعی

اے جسم جب حرص کی وجہ سے سوہتوں کی حرارت برداشت کریگا ۔ اور از روئے خواہش عنان مرکب اُٹھائے گا ۔ تب عافیت و آرام کے زمانہ کی قدر سمجھ سکے گا ۔ اگر دو زمصیبت کو کاٹ کے حیلہ و تدبیرات تک پہنچا سکے گا

یہ کہا چار رکعت نماز ادا کر نار نیت قامت کرکے ۔ اور خمار شکنی کے لئے صبح کے تین پیالے[2] شراب کے پینا مصلحت ہے پس عقل کی پیچا نی توڑ ڈالی ۔ اور میکدہ کی راہ لی ۔ اور چند ہم پیشہ ڈھونڈ نکالے ۔ اور کوئے میکدہ ہی میں قیام کیا ۔ اور پیالہ اور تھیلی سے کام لیا ۔ اور یہ چند اشعار بار بار پڑھتا تھا ۔ اشعار

اگرچہ مے و معشوق سے پرہیز بہتر ہے ۔ لیکن اس زمانہ میں اِن دونوں سے وصل حاصل کرنے میں خوشی بہتر ہے
پہلے راہ مجاز پر چل اور اُس کے بعد حقیقت کو سمجھ کیونکہ جہان مجازی ہیں ۔ راہ مجاز ہی بہتر ہے
جو کوئی ظاہر کر دیتا ہے ۔ غلطی کرتا ہے کیونکہ عورت لذات کا پردہ ہائے راز میں چھپا رہنا بہتر ہے
لذات کی دلبر عروس جلوہ حسن کے وقت گیسو و زلف و ... ے باناز کھولے ہوئے بہتر ہے
شہرہائے طراز و خلخ اگرچہ خرم و خوش ہیں ۔ مگر میرے قیام کے لئے یہ خاک موافق طبع بہتر ہے

اور چند روز اسی طرح صبح سے شام تک گذارے ۔ اور شریعت کی پابندیاں طبیعت کی گردن سے اُتار ڈالیں ۔ جب ظرف رگوں کا شراب صبح شام سے مملو ہو گیا ۔ اور شیطان نافرمانی فرمانبرداری پر غالب آ گیا ۔ اور بخار شراب معدہ کے جائے نزول[3] سے دماغ کے جائے صعود[4] پر چڑھ

---

[1] ہفت عضو ۔ دو ہاتھ پاؤں ۔ کوٹھا ۔ Body گردن و سر ۱۲

[2] سہ گانی ۔ تین پیالے شراب کے جو صبح کو پیتے ہیں اور ان کو عربی میں ثلاثہ عسالہ کہتے ہیں ۔ اور خاقانی نے سہ شراب بھی کہا ہے ۱۲

[3] مہبط ۔ جائے نزول ۱۲ [4] مصعد ۔ جائے صعود ۱۲

گیا۔ اور طبیعت ملول نے کاسہ و جام کے قبول کرنے سے پرہیز کیا۔ میں سمجھ گیا۔ کہ کوئی گل بغیر خار کے اور کوئی شراب بغیر خمار کے نہیں ہے اور ہر فرحت زُلف اندوہ و ملال کے ہاتھ میں ہے اور گریبان ہر تہنیت کا تعزیت کی گردن میں ہے۔ **قطعہ**

شام نادانی کی صبح نہیں ہے۔ اور شب گمراہی کے لئے دن نہیں ہے۔
جب رُخسار سپید ہو جائیں (پیری آجائے) لہو و لعب کے لئے بے لگام ہونے کے واسطے کوئی عذر نہیں ہے۔
جبکہ پیالے کی طرف دہنا ہاتھ بڑھا جائے تو خدا کرے کہ دہنا اور بایاں ہاتھ کوئی نہ باقی رہے
کیونکہ عشق کا آغاز ملامت ہے۔ اور انجام شراب نشہ کا اوتا رہے

اور جب خواب غفلت سے بیداری ظاہر ہوئی۔ اور شریعت کی سڑک کا رستہ مل گیا۔ اُن افعال کے طول سے ملول ہوا۔ اور عذر خواہی و استغفار میں مشغول ہوا۔ اور معب۔ عبادت گذاروں اور اطاعت شعاروں کو حریفان و ظریفان مکر و فریب پر ترجیح دی۔ کیونکہ خلیفہ حریف مناجات اور ہے۔ اور یار خرابات اور۔ ہر قوم کے واسطے ایک زمانہ اور ہر زمانہ کے واسطے ایک قوم ہے خانہ شراب فروشاں و قمار بازاں سے ہمسایہ نیکوکاراں و برگزیدگاں میں آیا۔ اور ایوان بزم و پیالہ (مجلس شراب) سے گریہ و زاری کی صف کی طرف انحراف کیا۔ اور جامع مسجد کے پہلو میں ایک جگہ مہیا کی۔ اور صف مسجد کے ہار کا بڑا موتی بنا۔ اور ہر روز سپیدۂ صبح سے ظہور شام تک صف اوّل میں نماز پڑھتا تھا۔ اور ہر واجبات و مستحبات قضا شدہ کو ادا کرتا تھا۔ جب چند روز اسی طرح گذرے تو بنوٹ ہُنر و خوبی اور تکلف و صنعت عادت ہو گئی۔ طبیعت مانوس اور نفس اُلفت پذیر واقع ہوا ہے۔" جب کچھ دن گذرے اور آسمان نے چند دورے طے کئے ایک جمعہ کی صبح کو میں مسجد میں پھر رہا تھا۔ اور ہر جماعت کے حلقہ میں جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مجمع مجتمع اور ایک جماعت میں سُننے والوں کی پہنچا۔ دو ہم عمر بڈھے مگر مختلف الحال اس مجمع کے دونوں طرف بیٹھے تھے۔ ایک کے سامنے دوائیں اور کتاب اور دوسرے کے آگے پوتھی اور اصطرلاب[۱] رکھا تھا۔ ایک جسم انسان کا ذکر کرتا تھا۔ اور دوسرا آسمان کی باتیں کہتا تھا۔ ایک بڈھا ستاروں اور آسمانوں کا وصف کرتا تھا۔ اور دوسرا بڈھا زہر اور دافع زہر ادویہ کا بیان کرتا تھا۔ مینے پوچھا کہ اس شکوہ کے ساتھ یہ مجمع اور اس انبوہ کے ساتھ یہ ہجوم کیسا ہے۔ یہ دونوں کیا کر رہے ہیں

[۱] اصطرلاب یونانی زبان کا لفظ ہے۔ انگریزی میں ایسٹرولیب کہتے ہیں۔ ایسٹر کے معنے نجوم اور لیب کے معنے آلہ اور بعضے کہتے ہیں لیب اس آلہ کے واضع کا نام ہے اس آلہ کے ذریعہ سے یہ معلوم کرتے ہیں کہ کونسا سیارہ کس برج میں کس درجہ پر ہے ۱۲

اور کس شہر کے باشندہ ہیں۔ لوگوں نے کہا ایک شہر کرمان کا طبیب ہے اور دوسرا یونان کا نجومی آ
انمیں مقابلہ ومناظرہ کا دن ہے۔ مَیں نے کہا مجھ کو اس کام کے لئے جلدی کرنا چاہیئے۔ اور یہ غنیمت
حاصل کرنا چاہیئے۔ پس اُس مجمع کا ارادہ کیا۔ اور اُس صف کے صدر میں جگہ لی۔ تسبیح پڑھنا چھوڑ دی
اور باتیں سُننے پر کان لگائے۔ منجم یونانی میدان مجادلہ میں کر و فر دکھا رہا تھا۔ اور اسپ مقابلہ
جولان دے رہا تھا۔ ستارے آسمان سماک۔ اعزل ورامح و برُج حوت کا ذکر کرتا تھا۔ اور یہ آیۃ
قرآن مجید پڑھتا تھا "برتر ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برُج بنائے" الخ۔ پھر اُس
گرما گرمی سے اُس نجمی کی طرف مائل ہوا۔ اور کہا اے شیخ ان چند گھاس پھونس اور سپید و
سیاہ چیزوں کے ذریعہ سے اپنے آپ کو منجملہ علما نہیں شمار کر سکتے ہیں۔ اور گروہ حکما میں
نہیں گن سکتے ہیں۔ جو شخص چند پرانی جڑی بوٹیاں اور پتیاں جیب و دامن مکر و فریب
میں رکھے۔ اور اپنا لقب ارسطو بتائے۔ وہ شیطانوں کا باپ ہے۔ اور یہ کہے کہ فلاں
مفید ہے اور فلاں مضر۔ یا بو علی سینا کی کتابوں کی باتیں کرے یا تصنیف محمدؐ بن ذکریائے
رازی کی نقل کرے۔ کب تک یہ بغیر جنچی اور جھوٹی باتیں کہتا رہے گا۔ پھر کہا یہ باتیں میرے
نزدیک آواز خر اور مایہ احقر سے بھی کمتر ہیں۔ اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے "تجھ
نہیں معلوم کہ عالم ظاہر میں جو چیز کہ مرتب و مرکب وہ زیر فلک قمر ہے۔ اور مرتب اس ترتیب کا
اور ترکیب دینے والا اس ترکیب کا فلک اوّل ہی ہے۔ جو کوئی ان وسیلوں اور واسطوں سے
عالم مجردات کو نہیں پہنچتا ہے۔ جو اہرؔ و اعراضؔ کی حقیقت اور اغراض کو نہیں پہچان سکتا۔
جو کلی چیزوں کو نہیں جانتا۔ وہ فروع و اجزا کے مغز و حقیقت کو بھی نہیں جانتا۔ دُنیا میں تو بیتر
برس رہا۔ مگر اُس کے صفات و اسمار نہ جان سکا۔ اور دُنیا میں پچاس سال رہا۔ مگر خانہ دُنیا کے بام
در کو نہ پہچان سکا۔ اگر ہو سکے تو ڈھونڈ تاکہ تجھے مل جائے۔ اور اگر ممکن ہو سعی کر تاکہ تو دیکھے کہ یہ
مرصع اور آراستہ چھت (آسمان) اور یہ حلقہ رنگ برنگ اور پُر نقش (آسمان) جس میں بہت
سے عجائب قدرت اور غرائب فطرت ہیں بیکار کو نہیں قائم کیا ہے۔ اور بلا کسی غرض کے
ایک جگہ پر نہیں بنایا ہے۔ اللہ برتر قرآن میں فرماتا ہے "آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں ایک
نشانی ہے۔ اے دوا بیچنے والے بڈھے گوش اور ہوش کے ساتھ میری طرف متوجہ ہو جا کہ

لے جوہر۔ قائم بالذات ۱۲ ۔ ؎ عرض۔ قائم بالغیر ۱۲ ؎ خانہ چہار رکنی۔ دُنیا بلحاظ اربعہ عناصر یا جہالہ
اربعہ ۱۲ ؎۔ آشیانہ ششدری۔ دُنیا بلحاظ جہات بستہ ۱۲ ؎ اغارہ لوٹنا ۱۲ ✦

سا اِس علم سے تجھے سکھاؤں اور شمع معرفت تیرے دل میں روشن کروں تاکہ نا مقبول حکیم اور غفلت
والا طبیب تو نہ رہے اِس لئے طبیب معلول نا مقبول ہوتا ہے۔ نظم

اے میرے دوستو سیاحت و سیر بلاد کرو۔ اور میری بات پر کان دھرو اور غنیمت حاصل کرو
یا میرے دریائے علم میں شناوری کرو۔ اور دیکھو کہ عجائبات دُنیا میرے پاس بہت ہیں۔
بہت سے خوش ایسے ہیں جو صحرائے ناوانی میں سیر کرتے رہتے ہیں ممکن ہے کہ حرص سے حرص کرنیوالی کی اُڑجائیں
کچھ ایسے بھی ہیں جو سدا سعی میں زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ مگر اُن کے نزدیک باقل[1] احمق و جریر زیرک برابر ہے
اُس شخص سے مجھے تعجب ہوتا ہے جو اپنا مثل کسی کو نہیں سمجھتا۔ اور لوگونکی آنکھونکا علاج کرتا ہے مگر خود اندھا ہے
اے طبیب تیری عمر بڑی ہوئی۔ مگر پھر بھی حالات دُنیا تجھ سے پوشیدہ ہیں
بیمار کی جان سارے جسم سے نکل کے ہنسلی یا گلے میں آگئی مگر اُسکی فصد رگ قیفال کھلتا ہے
نہ تو خدا و رسول سے ڈرتا ہے۔ اور نہ ملامت و وبال کی پروا کرتا ہے۔
بیمار آدمی تجھ سے شفا کا خواہاں ہوتا ہے سُبحان اللہ یہ کیسا خیال خام اور آرزوے محال ہے
پہاڑکی ایسے بڑی اور سخت بیماری کا تو علاج کرتا ہے حالانکہ بیماری طولانی سے تو خود ریشہ قلم کی طرح لاغر ہے
بیمار صاحب فراش کا فربہ و قوی ہیکل ہونا اور اندھے کا کحال ہونا عجائبات زمانہ میں سے ہے

پھر کہا اے شیخ تجھے نہیں معلوم کہ علم طب کے لئے علم نجوم کا جاننا رُکن اعظم اور دستہ محکم اور
شرط ضروری و مقدمہ کامل ہے۔ بلکہ سب علموں میں بغیر علم نجوم کے چارہ نہیں۔ وقت کی
سعادت بغیر کوئی بڑی دوا بنانا اور علاج کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ کوئی ترتیب و ترکیب اور تدبیر
و تقدیر زمان و مکان سے مستغنی اور بے پروا نہیں۔ کرۂ خاک کے گرد آسمان دورہ کرنے
کا نام زمان ہے۔ اور آسمان کے دورے مختلف ہیں۔ کبھی تو اس سے رطوبت اور کبھی خشکی
ظاہر ہوتی ہے۔ کبھی سعادت بخشتا ہے اور کبھی نحوست تجھے نہیں معلوم کہ کُل گوشت والے اجسام
اور جسم والے ڈھانچے اِن برُوج اثنا عشر کے ساتھ جو منطقہ افلاک میں پائے جاتے ہیں۔ اور جنکے
نام لکھے ہوئے ہیں منسوب ہیں۔ قول اللہ تعالیٰ۔ بزرگ برتر ہے وہ ذات جس نے آسمان میں برج
بنائے" جو بیماری سر اور دماغ میں ہو ساعت حمل میں اُس کا علاج کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حمل میں ایک

---

[1] باقل۔ نام مرد ضرب المثل بنادانی و بے زبانی۔ کیونکہ ہرنی بیچنے جارہا تھا۔ راہ میں کسی نے قیمت پوچھی تو
گیارہ[11] روپے کہنے کے لئے دونوں ہاتھ کی دسُوں انگلیاں اور زبان دکھائی۔ ہاتھ سے دوڑی ہرنی لامحالا اس
ترکیب ادا سے چھوٹی اور ہرنی بھاگ گئی۔ ۱۲؛ سنہ ۲ عرو ہ ۵ - و ستہ بوزہ ۱۲

قوت ہے جس کی وجہ سے ہر انسان برُج حمل سے منسوب ہے۔ اور جو بیماری گردن میں ہو تو برُج ثو
کے قوی حال ہونے میں اُسکا علاج کرنا چاہیئے۔ کیونکہ گردن ثور سے منسوب ہے۔ اور اگر شانہ میں
تو جوزا میں رُتبہ ہونا چاہیئے کیونکہ شانہ اس سے منسوب ہے۔ اور اگر سینہ میں ہو تو سرطان کو۔ اور ناف میں
ہو تو اسد کو قوت ہونا چاہیئے۔ اور اگر دل میں ہو تو سنبلہ کے لئے سعادت اور پیٹھ میں ہو تو میزان
کے لئے تعریف و توصیف ہونا چاہیئے۔ اور اگر قبل یا دبُر میں کوئی بیماری ہو تو عقرب کی سلطنت ہو
اور پستان میں ہو تو قوس کو غلبہ ہونا چاہیئے۔ اور اگر زانو میں ہو تو جدی کے لئے راستی و چابکی۔ اور
پنڈلی میں ہو تو دلو کے لئے دولت ہو۔ اور اگر قدم میں ہو تو حوت کے لئے غلبہ ہو۔ اعضائے انسانی
کا ہر عضو ایک طبیعت کی طرف مائل ہے اور برُجوں میں سے ہر برُج ایک عنصر کا قابل ہے میکھ اور سنگھ اور
دھن آتشی ہیں۔ اور حرارت و خشکی اِن کے ساتھ منسوب ہے اور اُن کو مثلثہ ناری (تین برج آتشی) کہتے ہیں
اور برکھ اور کنیا اور مکر خاکی ہیں۔ اور سردی خشکی ان کے ساتھ منسوب ہے اور یہ مثلثہ خاکی کہلاتے
ہیں۔ اور مِتھن اور تُلا اور کمبھ بادی ہیں۔ اور حرارت و رطوبت ان کے ساتھ منسوب ہے۔ اور اِن کو
مثلثہ بادی کہتے ہیں اور کرک اور برچھیک اور مین آبی ہیں۔ سردی اور تری اِن سے منسوب ہے۔
اور اِن کا نام مثلثہ آبی ہے۔ برُج دوازدہ گانہ بالترتیب اِس ایک شعر میں نظم ہیں ؎

ہے حمل پھر ثور پھر جوزا اور سرطان و اسد — سُنبلہ میزان و عقرب قوس جدی و دلو و حوت

اور ہر ہر برُج اپنی طبعی مشابہت سے ایک عنصر سے نسبت رکھتا ہے کیونکہ جو کچھ کہ موجودات
عالم پائیں سے ہے۔ وہ فیض و پرورش عالم بالا سے ہے اور یہ بروج بربنائے اختلاف ذات بطور
خاص بعضے نر اور بعضے مادہ ہیں۔ کوئی رات سے منسوب ہے اور کوئی دِن سے۔ جو برج دن سے منسوب
ہے وہ نر ہے۔ وہ برج شبنہ مادہ ہے آفتاب اصطلاح اُدبا میں مونث ہے۔ اور نجومیوں کی اصطلاح
میں مذکر۔ اور ادیبوں کی وضع کے موافق چاند نر ہے۔ اور نجومیوں کا اس کے مادہ ہونے پر
اتفاق ہے۔ اور ان بروج میں سے چار ثابت (سیدھے) اور چار منقلب (ٹیڑھے) اور چار دو جسم
والے ہیں۔ کواکب کو اِن بروج میں ہبوط[1] اور عروج بھی ہوتا ہے۔ اور یہ بروج گذرگاہ سیارات ہیں
اور روشن سیارے دائرہ آسمانی پر سات ہیں۔ گول چاند اور چمکتا ہُوا سورج ان میں سے ہے۔
اور باقی پانچ شُکر (زہرہ ۱۲)۔ برہسپت (مشتری ۱۲)۔ منگل (مریخ ۱۲)۔ سنیچر (زحل ۱۲) اور بدھ (عطارد ۱۲) ہیں۔ اور اِن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں کیونکہ کبھی استقامت

---

[1] ہبوط۔ ہبوط ضد شرف ہے۔ اور ہبوط کسی سیارہ کا اُس کے برُوج ہبوطی کے انیسویں درجہ سے
دوسرے برُج کے چوتھے درجہ تک رہتا ہے ۱۲ شادان

چھوڑ کے رجعت کرتے ہیں) اس لیئے کہ مجبور کار کن اور بے قدرت تصرف کرنے والے ہیں۔ انکی حرکت میں اِن کے شوق کا اختیار نہیں ہے۔ اور ان کی طبیعت میں تمیز اور ذوق نہیں ہے اور ہر دو برج ایک سیارہ کے گھر ہیں۔ مگر آفتاب و مہتاب کا ایک ایک خانہ ہے **اشعار**

حمل عقرب ست با بہرام (مریخ ۱۲) — قوس و حوت ست مشتری را رام
ثور و میزانست خانہ زہرہ را — مر زحل راست جدی و دلو عطا
توام (جوزا ۱۲) و خوشہ (سنبلہ ۱۲) با عطارد دان — شمس را شیر (اسد ۱۲) و ماہ (قمر ۱۲) را سرطان

علاوہ اس کے اِن ساتوں ستاروں کی طبیعتیں مختلف ہیں۔ اور مخالف۔ آفتاب گرم و خشک ہے۔ اور چاند سرد و خشک۔ اور یہ مزاج موت کا ہے۔ مشتری گرم و تر ہے اور یہ مزاج حیات کا۔ مریخ نہایت گرم ہے اور زہرہ بہت تر اور عطارد ناموافق ہم پیشہ اور منافق یار ہے۔ جس کے ساتھ ہوتا ہے اُس کا مزاج اختیار کر لیتا ہے۔ اور جس کے ساتھ ہوتا ہے اُسکی صفت قبول کر لیتا ہے آفتاب و مہتاب و مشتری و زہرہ و راس سعد سیاروں میں سے ہیں۔ اور زحل و مریخ و ذنب منحوسوں میں سے۔ عطارد نہ بڑا منحوس ہے اور نہ اُس میں خوبی سعادت ہے۔ اگر کسی سعد سیارہ کے ساتھ ہے۔ تو اس میں نحوست نہیں ہوتی۔ اور اگر نحس کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو اُس میں سعادت نہیں پائی جاتی "انسان اپنے ہم نشین سے اقتباس کرتا ہے اور شیر اپنے بیشہ سے شکار کرتا ہے" اگر تو چاہتا ہے کہ نقاب چہرۂ فلک سے اُتار دوں اور رنگ سیما ہر ایک کا ظاہر کروں۔ تو آفتاب سپید۔ نشانی والا ہے۔ اور چاند کے اجزا تیرہ ہیں۔ اور اعضاء سینہ کے رنگ کے ہیں۔ اور مشتری سپید زردی مائل ہے۔ اور مریخ کا رنگ آگ کا سا ہے۔ اور زہرہ کا موتی کی طرح۔ اور عطارد مثل آسمان مائل بہ نیلگونی۔ اور اُس کا جسم جُھلسا ہوا ہے۔ سب سے نزدیک آسمان فلک قمر ہے پھر فلک عطارد۔ پھر زہرہ۔ پھر آفتاب۔ بعدہٗ فلک مریخ۔ پھر مشتری۔ پھر فلک زحل ہے۔ بعد ان کے آٹھواں آسمان ہے۔ جسے فلک البروج کہتے ہیں۔ اور کواکب ثابتہ اسی پر ہیں۔ نواں فلک الافلاک ہے۔ اور سیر کواکب فلک تدویر میں اور سیر فلک تدویر فلک مرکز میں ہوتی ہے۔ اور طلوع و غروب و ہبوط و صعود کے لئے ایک محل معین اور ایک علامت واضح ہے۔ اور ایک حساب صحیح۔ اور ایک مقدمہ بے کمی زیادتی ہے۔ یہ سب حادث ہیں۔ جن کو ایک قدم نے پیدا کیا ہے۔ اور ایک حکیم کے مصنوع ہیں۔ قول پروردگار سورج اور چاند اندازہ کے ساتھ ہیں۔ اور یہ اندازہ ایک غالب دانا کا ہے۔ جب اُس کی زبان گفتار

ل نام و صحیح نامقدور ۱۲ ۵ رصاص ارزیز۔ قسم سپید کو قلعی اور سیاہ کو سرب کہتے ہیں ۱۲ •

سے اور اس کے اعضا کام سے رہ گئے تو یہ قطعہ پڑھا۔ **اشعار**

اے گروہ مسلمانان ایک اندازہ پر قائم ہو جاؤ۔ اور میری ملامت و سرزنش کرو

مجھے واقعات کا علم ہے۔ میں نے دریائے علم میں شناوری کی ہے اسمیں علوم پائے جاتے ہیں

فلک مدور چھت ہے۔ اور وہ ایک چکی ہے۔ جو ہمارے گرد گھومتی ہے

اس کو چشم بینا اور اندیشہ موجد درست ہی پاتا ہے

حکم خدا سے سورج۔ چاند اور ستارے اس آسمان میں سیر کرتے ہیں

کیا اس فلک میں تو اختلاف نہیں دیکھتا ہے۔ حالانکہ اسکا دور درحقیقت محدب اور بظاہر مستقیم ہے

پھر پیر کرمانی اٹھا اور رخسار سخن کو آراستہ کیا۔ اور کہا اے بڈھے کھوسٹ عالم بھر میں پھرے ہوئے یہ کیسے سخنان بیہودہ لگاتا ہے۔ اور عبارات خلاف روش منشیان ہیں " کلام مسجع مثل آواز موزون قمری۔ اور حرکت مثل پرواز کبوتر بے معنے اور لاطائل ہے" جب غیب کی باتیں کرنا اور ساتویں فلک کا لقمہ دینا بیہودہ گویوں کا کام ہے۔ اور اس میں آفت اور خوف بیحد ہے۔ اور بڑا فاصلہ ثری سے لیکر ثریا تک۔ زمین کی مچھلی سے لیکر سماک فلک تک اور قرار خاک سے لیکر مدار افلاک تک معقول و نامعقول و منقول و نامنقول جتنا جی چاہے تو کہہ سکتا ہے۔ وسعت و فراخی کی باتیں کر۔ مگر غرور و خود بینی نہ کر۔ اے کھلم کھلا بڈھے اور اے دیوانہ حکیم جب تک تو ستاروں کے سواروں تک پہنچے اور انجم کی انجمن میں آئے۔ تجھ سے بہت نزدیک ایک اور آسمان اور جسم ہیں۔ زمین میں ایک کوٹھا بہت آباد اور مشخص ہے۔ وہ ایک دنیا ہے۔ جس کو عالم اصغر کہتے ہیں۔ اور ایک فلک ہے۔ جس کو فلک قریب تر کہتے ہیں (یعنی جسم انسانی) قول اللہ تعالیٰ کا۔ اور تمہاری ذاتوں میں ہے۔ مگر تم دیکھتے نہیں " یہ ترکیب تو اس سے زیادہ مرتب ہے۔ اور یہ ذات اس سے زیادہ بندوبست و نظام والی۔ ہر عضو کی ترتیب میں عجائبات ہیں۔ اور ہر جزو کی ترکیب میں غرائبات۔ اپنی ذات کے پہچاننے میں نہ مشغول ہونا کمال غفلت ہے۔ اور ستر برس کی عمر میں بھی خدا کی معرفت نہ حاصل کرنا بیہوشی نہیں تو کیا ہے۔ اے گوہ کے کھانیوالے کیا تجھے نہیں معلوم کہ ستارے ذرا بھی بے نیاز نہیں کر سکتے اور جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔ پس اے شیخ سعادت کے پہچاننے والے اس بات زیادت کے جاننے والے میدان دریا اور سیر صحرا کس لئے تو نے اختیار کی ہے۔ اور عصا اور تھیلے کی صحبت اور روٹی کپڑے کے سوال میں کیوں پڑا ہے۔ **نظم**

اے وہ شخص جو لوگوں کے معاش کا خواہاں ہے پھر کیوں ستارہائے روشن سے طالب ہے۔

جب کہ تجھ پر یہ ثابت ہو گیا کہ تو دروغ گو ہے : تیرا حال خلل پذیر اور تباہ ہے
جسنے از روئے قدرت تجھے اندھا کر دیا تو نے اُس کا انکار کیا درحالیکہ وہ سیر قہری کرنیوالے ستارے ہی ہیں
اے شناسائے آسمان تجھے آفتاب اور خمسۂ متحیرہ سے کچھ حاصل بھی ہے۔
اے مخاطب تیری شیخی ستارہ اور معتبر پوتھی پر ہے حالانکہ علم نہیں پھر بھی مدعی علم نیک و بد ہے
آسمان کے حالات سے تو مخلوق کو خبر دیتا ہے باوجودیکہ اپنے گھر کے حالات سے بیخبر ہے
تیری طبیعت کو اس قدر کمال حاصل نہیں۔اور تیری ذات میں اتنا ہُنر مہیا نہیں
اتنا بھی نہیں جانتا کہ اللہ کی صنعت عجیب ہے۔جو یہ چاند اور یہ آسمان جلوہ گر ہیں
محتاج آفرینش اور مجبور قدرت آسمان ستارے اور شمس و قمر سب کے سب ہیں
یہ نووں آسمان اور ساتوں ستارے اُس کے نزدیک بہت حقیر کشتی اور بہت چھوٹے ملک ہیں

اپنی ذات کے بن و بست کے قاعدہ سے کیوں شروع نہیں کرتا کیونکہ ترکیب انسانی سے ترتیب آسمانی تک بہت سے پردے اور طبق ہیں۔اگر تو اپنے اعضا میں سے کسی عضو اور اجزا میں سے کسی جزو کی معرفت سے عُہدہ برآ ہو سکے تو نام حکمت تجھ پر مجازی نہ ہوگا۔اور اسم علم تیرے لئے فضول نہ ہوگا۔آؤ ایک بال کے تار کی باتیں کریں جو تیرے دماغ کے باغ کا ریحان ہے۔اور اُس کی ترکیب کی علّت اور اُس کی ترتیب کی حکمت بیان کریں۔اور کم عمری میں سیاہ اور پیری میں سپید ہونے کا سبب ظاہر کریں۔اور صنعتوں کے صفات کمال اور طبائع اربعہ کا وجود بال میں ہے۔اس کی صورت دکھائیں۔اور قائم رہنے کی ضرورت اور بڑھانیوالی قوت جاذبہ جو اُس میں ہے اُسے ظاہر کریں۔تاکہ معلوم ہو جائے کہ بغیر علم معرفت جانے ہوئے ایک بال کو بھی نہیں سمجھ سکتے ہیں۔اور باوجود علم معرفت علم شعری (عبور و غمیصا) نہیں ہو سکتا۔اور ان نہ سمجھے ہوئے دقائق کو از روئے حقیقت نہیں دیکھ سکتے۔**شعر**

بدر کو کیونکر وہ پائے جو ہو بیٹھا خاک پر ۔۔۔ کس طرح نسرین[1] کو دیکھے گا اندھا سورداس

سماک[2] اور افلاک کی باتیں کرنا اور کہنہ اوراق سے قصہ غیر واقع پڑھنا عُقلا اور فضلا کا کام نہیں آؤ پہلے زبان کی باتیں کریں۔اور اُس میں جو حکمتیں ہیں ان کی باریکیاں اور حقیقتیں ڈھونڈ

[1] نسرین آسمان پر دو اشکال شمالی ایک کو نسر طائر۔اور دوسرے کو نسر واقع کہتے ہیں ۱۲

[2] سماک۔بکسر اوّل دو ہیں ایک سماک اعزل دوسرا رامح اور یہ دونوں ستارے بمنزلہ دو پائے برج اسد ہیں۔جو منازل قمر میں سے چودھویں منزل ہے ۱۲

نکالیں کہ اِس گوشت کے ٹکڑے میں کیسی خاصیت ہے جو اور اعضا میں نہیں۔ کیونکہ قوت گویائی جو تعریف انسانی کے خاصہ میں سے ہے۔ اُس میں امانت رکھی گئی ہے۔ یہاں تک کہ سو مختلف زبانوں اور اسمائے مختلف میں سمجھی بوجھی بات کو کہتی ہے۔ چنانچہ یہ خاصیت کسی دوسرے عضو سے نہیں ظاہر ہوتی۔ جب کوئی شہر طرازو رے وفارس وعرب وروم کی بولیاں اور عبری زبان کو مفصل یا مجمل اختلاف زبان اور رنگ تمہارا" جانے تو سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ عجیب وغریب حالات والا راست قامت گردخسار (یعنی انسان) باوجود اِس قدر اسباب مشابہت وضروریات مشاکلت کے ایک دوسرے سے نہیں ملتا ہے۔ اور کسی دو شخصوں کو ایک نہیں کہہ سکتے وجود میں سب ایک ہیں۔ لیکن بلحاظ رنگ مختلف ہیں۔ جیسا کہ صورت میں فرق ہے۔ خصائل میں اِس سے زیادہ فرق ہے۔ لیکن فرق اخلاق آنکھوں کے آئینہ کے سوا اور کسی طرح نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے اخلاق کا فرق تجربہ اور امتحان کی کسوٹی ہی سے پہچان سکتے ہیں۔ **قطعہ**

میں نے انسان کو عجیب تر چیزوں سے پایا۔ اگرچہ وہ ایک صف برابر صفوف نا ہے
ہزاروں انسان ہیں جو کسی ایک سے نہیں مشابہ ہیں۔ اور بہت سے یگانہ ایسے ہیں جو ہزاروں ہیں۔
اور بہت سے آدمی ہیں جو السداور خنہ نہیں کر سکتے۔ اور بہت سے انسانوں میں یکتا ہیں جنکا شمار صفوف میں ہوتا ہے
آدمی حکمت کا ایک عالم ہے۔ اور اِس میں لاکھوں قسم کے بندوبست ہیں
جو کچھ اللہ نے ہفت اندام انسانی میں رکھا ہے۔ وہ ساتوں آسمانوں میں بھی نہیں رکھا
جو کوئی اِس راز بنیاد جسم انسانی کو نہ سمجھے۔ وہ دل کا اندھا انسان ہے۔
جس کی آنکھ اُس ذات پر پڑے اُس کو چشم خرد و بصیرت سے دیکھنا چاہیئے
جو دیکھنے کے طور پر دیکھنا چاہتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ یہ بنیاد کسی اُستاد کی بنائی ہے
جس نے اپنے وجود کو پہچان لیا۔ اُس نے ہستی خدا پر گواہی دی

جب گفتگوئے فصیح شیخ کرمان کی ان دقایق وحقایق علم ابدان کے ساتھ بطور سیلاب وطغیانی آب اِس حد کو پہنچی اور جوش وخروش سُننے والوں کا اُس سے فرد ہوا۔ اور اُس مخلوق مجتمع نے اُس کو گھیر لیا۔ وہ پیر یونانی آگے آیا اور پیر کرمانی کو گلے لگا لیا۔ اور اپنا سامان گدھے پر لادا۔ اور کہا۔ اے پیر حکیم۔ ہر ذی علم سے بڑھ کے ایک دانا ہے۔ تو نے یہ خوب موتی پروئے اور اچھی بات کہی۔ کیونکہ ہر علم کا رواج بقدر ضرورت ہوتا ہے اور ایسے علم سے لوگوں کا تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اور ایسے پیشہ کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے۔ پھر دونوں اکہائی کے دائرہ سے رخصتی کی شاہراہ پر آئے ایک طلوع کیلئے گیا۔ اور دوسرا غروب کیلئے۔ اور ایک اُتر کی طرف گیا۔ اور دوسرا دکھن کی طرف۔ **قطعہ**

مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں کے ساتھ پیر مرد پیر گردش چرخ مصیبت رساں نکلے یکایک کیا کیا
دونوں کے ساتھ وفا سے پیش آیا یا ستم سے اور دونوں کو زخم سنان سے زخمی کیا یا تیر سے

اکیسواں[۲۱] مقامہ اشیائے موسم خریف کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جو صفوف وصفا میں جیائے مہر اور حالت لغزش میں عذر خواہ تھا۔ مسافرت کے شربت کا پینے والا۔ اور محنت وغم کی ضربت کا اٹھانیوالا۔ صاحب حکایت واخبار۔ اور سامان سفر پر اعتماد کرنیوالا تھا۔ کہ جب سفر عالم سے میرا تجربہ انتہا کو پہنچا۔ اور امتحان جہان میں میری آزمایش کی حد ہو گئی۔ اور سفر خشکی وتری وامتیاز نیکی وبدی سے اکتا گیا۔ اور گرم وسرد دیکھنے اور نیک وبد کے آزمانے سے جی بھر گیا تو دل پر درد ومضطرب کے ساتھ آذربیجان سے شہر فلسطین میں بحالت حزن وملال میرا گذر ہوا۔ بازوئے سفر اس شہر میں کھولے اور اپنے دل میں کہا۔ **اشعار**

خیمہ کو میخ اقامت پر باندھ دے (خیمہ سفر لپیٹ ڈال) دلبر موافق کے ساتھ محبت کر
سامان بے سامانی پر خوش ومستقیم رہ۔ اور قیام کے پردہ کو ساز پر باندھ دے

جب مرغ دل نے اس آشیانہ میں اپنے بازو درست کر لئے تو قیام کا ارادہ مصمم کر لیا عصائے سفر توڑ کے ڈالدی۔ اور جھولی اور زاد جھاڑ کے خالی کر دی۔ ایک شہر دلکشا اور شاداب پایا۔ روئے دلارام اور باغ بہشت کی طرح تھا۔ اس کے باغ چمنوں اور پیالہائے شراب سے پر تھے۔ اور اس کے محل راگ اور رنگ اور ساز وچنگ سے مملو تھے۔ اس کے باغات پر از شراب وگل تھے۔ اور اس کے حوض شرمندہ کرنے والے حوضہائے شہر آمل تھے۔ اس کے ہر مزبلہ[۱] سے یاقوت (گل سرخ) دامن بھر کے لیجا سکتے تھے۔ اور ہر خاک غبار آلود سے گل نرگس سر پر لگا سکتے ہیں۔ **فرد**

اسکی خاک ہمہ تن خوشبوئے عبیر اور اسکی بساط ہمہ تن حریر تھی۔ اس کا پانی بمنزلہ گلاب اور اسکی نبات ہمہ تن رونق وخوبی تھی

ساحل جویبار پر اقسام اقسام کے ریاحین رنگین تھے۔ اور سنبل اور جوہی اور سیوتی کے ڈھیر تھے۔ جو معشوق کی گوری کلائی کی طرح تھے۔ اور پانی کی نہروں پر تھے۔ اور مثل ماہر ونقاب میں تھے۔ مینے دل میں کہا

بجائے نوا بلام نوا بتون پڑھو اور نوا۔ راست پردہ اور ساز میں صنعت مراعاۃ النظیر یا ایہام تناسب ہے ۱۲ منہ

[۱] مذاب۔ گداختہ۔ موصوف محذوف یعنی لعل مذاب یا سیم مذاب بجائے مذاب چو آب پڑھو ۱۲

[۲] مانند سیم ساعد پر جدول آب ۱۲

کہ تجھے غنیمت ہاتھ لگ گئی ہے۔ پس خوب شراب پی۔ کیونکہ مصرع تجھے رنج وغم سے فراغت ملی +
چند دن راستوں اور باغوں کے گرد پھرا۔ اور اُس کے بھلے بُرے کو خوب غور سے دیکھا ہوائے
جنوبی سے پت جھڑ تھا۔ اور برُج میزان میں خورشید انور تھا۔ آسمان بے تمیزوں کی طرح اپنا دیا ہوا
واپس لے رہا تھا۔ اور اپنے بڑھائے ہوئے کو گھٹا رہا تھا۔ دست زمانہ درختوں کا تاج اور سبزہ زاروں
کی چادر لوٹنے میں دراز تھا۔ اور درخت چنار کے بازو ہر جو نبار میں بے برگ وساز ہو رہے تھے۔
عروسان چمن (درختان) کے موتیوں کے ہار گردن سے ٹوٹ کے گر رہے تھے۔ اور اُن کے دامنوں میں
ڈھیر ہو رہے تھے۔ سبزہ وگل سُرخ خالص کے چہرہ زعفرانی زرد رنگ ملا جا رہا تھا۔ اور زمانہ ترازوئے
برُج میزان (عروسان درختان) کو طاؤس بستان کے ساتھ ہوا میں تولتا تھا۔ (یعنی برُج میزان جو
زمانہ فصل خزاں ہے گُل بوٹے اور طاؤس سب کو نیست و نابود و برباد کر رہا تھا) اور پلڑے اور باٹ
لباس ورونق معشوقان ریاحین و اشجار کے سروں سے اُتارتے تھے۔ اور ہر ساعت خوشبوؤں
اور باغوں کی زبانیں اس آیت " اور اس میں نہریں ہیں " پڑھتی تھیں۔ اور خزاں پت جھڑ کے
میکدہ سے موافقوں کو بھرے ہوئے پیالے دے رہی تھی۔ یہانتک کہ ایک دن گروہ ظریفان عجیب اور ہم پیشہ
لوگوں کے ساتھ جو مسافر بھی تھے۔ اور شہر والے بھی اور مسافر مقیم بھی اور یمن اور عمان کے رہنے والے
تھے فلسطین کے باغوں میں عبرت حاصل کرنے کے لئے گھوم رہا تھا۔ اور عزور و سرور زمانہ کی آزمائش
کر رہا تھا۔ کہ ایک مجلس اور ایک پیر سیاح کو دیکھا کہ بطرز گریہ وزاری کنان چیخ رہا تھا۔ اور کہتا تھا افسوس
ہے ان جسموں اور روحوں پر " پس ہو گیا سوکھی گھانس یا بھوسا جسے ہوائیں اُڑائے اُڑائے پھرتی ہیں "
بستان و باغ کو بادل پُر درد و داغ دیکھتا تھا۔ اور اس جماعت کے سامنے اس آیت " زندگانی
دُنیا کی مثال پانی کی ایسی ہے " کو پڑھتا تھا اور روتا تھا۔ اور فروتنی وخوف کے ساتھ کہتا تھا۔ اے
مسافران مکر و طائف کلیوں اور نہروں کو دیکھو " دورہ کیا ان پر گردش نے " پس نظر عبرت سے
دیکھو حکم اللہ کو اور کُل ذکروں پر ذکر خدا کو اختیار کر لو۔ اللہ کا حکم دیکھو اور اس کی صنعت پر نظر
ڈالو۔ اور اُسی کی طرف متوجہ ہو۔ اور غنیمت سمجھو۔ اور زمانہ کی خوشی وغم پر نہ ہنسو اور روؤ۔ گردش
زمانہ پر نظر رکھو۔ اور زمانہ سے دل نہ لگاؤ۔ بہار کے لالے اور خزاں کے پھول مُرجھائے
ہوئے دیکھو کہ کیونکر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور کیونکر باہم غمخواری ایک دوسرے

لہ وشاہین میزان درہوا با طاؤس بستان میکشید ۱۲ ۲ے پلہ و سنگ نہایت بے ڈھنگے الفاظ ہیں۔ محض میزان
کی رعایت سے لائے گئے ہیں۔ ۳ے اذان صبح برگ ریزاں ۱۲ +

کی کرتے ہیں۔ اور گلاب کی جدائی میں دل پُر درد سے کچھ کہتے ہیں۔ **نظم**
دیدۂ عبرت سے رُخ بتاں چمن کو دیکھو۔ وہ چمن میں ستارہائے سحری کی طرح بے نُور ہو رہا ہے
باغ اور انگور کی بیل جو روشن تھی وہ تاریک ہو گئے۔ کیونکہ آسمان چمن سے ماہ زہرہ یعنے پھول گر گئے
غنچہ خانہ عطار و کارخانہ جامہ بافی شہر طراز برعکس سابق خزاں نے نشاط چمن دکھایا یعنی پہلی سی خوشبو اور نقش و نگار چمن نہیں
چمن کا رنگ سُرخ جواب زرد ہو رہا ہے۔ اُس کے درد دل کا گواہ ہے گل۔ گلزار چمن پر رنگ زعفرانی چھا گیا ہے
اس وجہ سے ٹھنڈی سانسیں چمن سے نکلتی ہیں۔ کہ خزاں چمن نے اُس پر ذرا بھی رحم نہ کیا۔
کیا تم جانتے ہو کہ یہ لعبتان خریف دل سے غم یاراں کھاتی ہیں۔ اور دوستوں اور حریفوں
کی وفا پیش نظر رکھتی ہیں۔ مجھ سے سنو کہ یہ کیا کہتی ہیں۔ اور اُس نشیمن میں کس کو ڈھونڈتی ہیں۔
مَیں اُن کے غموں کو کیا جان سکتا ہوں۔ اور اُن کے ہنگامہ کی کتاب میں کیونکر پڑھ سکتا ہوں۔
کہا اے زعفران آ اور اپنا قصہ انگور سے کہہ کہ میرا دل تیرے فراق میں پُر غم ہے۔ اور
میری آنکھ تیری جُدائی میں پُر نم۔ زعفران نے کہا کہ یہ چنبیلی جس نے دُنیا کو چھوڑ دیا۔ اور
اس عالم سے اُس عالم کو چلی گئی ہے۔ میرا دیدہ تیرگی سے خیرہ ہو رہا ہے۔ اور میرے آنسو
میرے رُخسار پر اُس کے رشک میں جم کے رہ گئے ہیں **بیت** اُس کے ماتم میں آنکھوں کے سامنے
اندھیرا چھایا ہے۔ اور اُس کے غم میں خون کے لختے جم کے رہ گئے ہیں + اور لالہ مثل بیمار غمگین اُس باد
سرد خزانی میں دل منقبض کے ساتھ کہتا ہے۔ **بیت**
خزاں کی سردی جب باغ کو (دکھ کے) دھوئیں سے بھر دیتی ہے تو مَیں آگ جلاتا ہوں کہ شاید کچھ سود مند ہو
رنگ برنگ کے پتے صحن چمن میں سبز بچھونا اور پرندوں کی تصویر[1] کا فرش بیکار کو بچھا رہے
تھے۔ اور مطرب رنگ رنگ فرش بچھاتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ **فرد**
باغ کے سو رنگ کے پتوں کے جھڑنے سے کیا فائدہ۔ آنکھوں کے سامنے اگر ہمہ تن نقش و نگار کتاب ارژنگ ہے تو کیا فائدہ
بستان غم انگیز کی طرف دیکھتا تھا کبھی ہنستا تھا۔ اور کبھی روتا تھا۔ **فرد**
اس قدر بوجہ فراق میرے جسم نے خون کو پاک صاف کیا ہے کہ سر سے پا تک میرا جسم خون میں لتھڑا ہے۔
نرگس اپنے دیدۂ پُر خمار کے ساتھ نوبہار کی وفا کا خیال رکھتی تھی۔ اور اُسکے آنے کا انتظار کرتی تھی اور کہتی تھی۔
رُباعی۔ زمانہ نوبہار کے ذمّہ میں اب تک ہوں — مجھے فصل بہار کا خمار اب تک ہے۔

---

[1] دم صحیح غم ۱۲ [2] آذریوں۔ مبدل آذرگون۔ ایک قسم لالے کی جس کے کنارے سُرخ اور درمیان سیاہ ہوتا ہے
[3] مطیرّ۔ فرش جس پر پرندوں کی تصویریں ہوں۔ [4] نظارہ صحیح نداردہ ۱۲ +

اُس نگار کے جام محبت کا ابتک سرمست ہوں۔ آنکھوں سے اُس کے شکریہ کا لحاظ کرنے والا
اب تک ہوں۔ اور علف سبز جو نا ہید (مادر سکندر) کا ایسا خلق لطیف اور عقیدت پاکیزہ کا اظہار
نو بہار کے ساتھ کرتا تھا۔ اور خوشبو دماغ میں پہنچاتا تھا۔ اور وہ خوشبو دماغ سے نہیں نکلتی تھی۔ اور
کہتا تھا۔ **فرد**

مرزنگوش کتنا ہی زرہ بنائے۔ جنگ خزاں کی اُسے تاب و طاقت نہیں ہے

اور تلسی رنج کھائے باغ میں باد خزاں سے مرگئی۔ اور اپنی بھلائی ورد زبان کر کے کہتی تھی۔ **فرد**

تیرے غم سے میں مرگئی۔ اس لئے تیرے نام سے راحت ملتی ہے۔ اپنی زندگی کے زمانہ میں اسی وجہ سے تو تجھ سے آرام ملتا تھا
اور انگور کا گچھا کسی گوشہ سے رنجور ہو کر مثل ثریا نکلتا تھا۔ اور شاخ زرد کے کاخ لاجوردی (آسمان)
میں خجالت کی گرد سے بھرا ہوا خوشہ (بالی) کھاتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ **فرد**

انگور کی شاخ جب خمیدہ پیدا ہو رہی تھی۔ گچھے کے ساتھ ثریا کو درد رشک تھا۔

انار پُر خون ہو رہا تھا۔ اور پستہ مغز عاشق پُشت کشتہ زمین پر پڑا تھا۔ اور جعد و زُلف معشوقوں کو دے
رہا تھا۔ اور کہتا تھا۔ **اشعار**

اِن بید لوں کی زُلفِ شکستہ تو دیکھتا ہے اور بادِ خزاں سے اُس کا درہم و برہم ہونا تو دیکھتا ہے

منقبض خاطر نہ ہو اور وہ ستم کم کر دے (نہ کر) تجھے معلوم ہے کہ طالبوں کے مناسب یہ امر ہے

سبھی نے سُنہری گین۔ (جسم بھی خوبصورت کرہ ہے) کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ اور بے مہری خزاں سے
ملول ہو گئی۔ زبان حال سے یہ بات کہتی تھی کہ اے عاشقان دل رفتہ سُنو کہ اُس کے درد کا میرا
رُخسارہ پُر گرد گواہ ہے۔ اور اس کے رنج کی میرا رُخ زرد دلیل ہے۔ **فرد**

اے باغ جب آب ہے تو پھر یہ بے آبی کیسی۔ رخساروں کے گرد زردی اور چہرہ سے اظہار بیتابی کیسا۔

سیب سُرخ جو مثل رخسارہ روشن اور چمکتے ہوئے جام اور لعل بدخشان کی طرح تھا۔ مزے میں
ترش ہو کر کہتا تھا۔ کب تک یہ زبون اپنا حال بد فصل بہار کے سامنے کہتا رہے اور لوح احوال کو
اُس کے سامنے پڑھتا رہے۔ **نظم**

جس دن سے میں تحفہ بہار رہا ہوں۔ مانند رُخسارۂ چین (سُرخ) ہوں

بیشک تعجب کی بات نہیں اگر کلام کے بند بند الگ ہو جائیں۔ کیونکہ میرے ہاتھ کی کلائی اور جوڑ بھی تو الگ ہیں

لے خوشہ۔ ہندی بال۔ و برج سنبلہ ۱۲ ؎ تشرح و تجلی شدن ۱۲

با سلیق۔ اگرچہ ہاتھ میں ایک رگ ہے۔ جس کی فصد کھولتے ہیں۔ مگر یہاں مجازاً بمعنی خون مستعمل ہے۔ آزادی شکر و سپاس۔

طوطی سبز سے اگر دل لگانا چاہتا ہے تو زاغ سیہ کے واسطے کیوں دانہ ڈالتا ہے۔
جب پیر شاکی نے اُس جماعت (گُل و ثمر) بیان کنندہ حال کے سامنے گستاخ غمگین کی طرح برگ و شاخ غم و شادی کے ساتھ شکایت و شکریہ بوستان کو بطریقہ دوستان اس حد کو پہنچا دیا۔ تو ہر ایک سے اُس پیر نے اپنی تعریف سُنی اور آنکھوں سے اشک خونین برسائے۔ اور یہ کلام زبان پر لایا۔ **نظم**

جو دُلہن اس وقت چمن میں ہے میری طرح ہمہ تن حیرت و حسرت میں ہے۔
شاخ ذرات برف کی وجہ سے سپید چنبیلی ہو رہی ہے اور پتا ہر باغ کا سوکھ کے سوتی کی سپر ہو گیا ہے۔
شاخوں پر قطرات بارش خزانی وقت سحر ہیں۔ اور وہ قطرات پتوں پر درِ عدن کی طرح ہیں۔
خزاں نے پتہ کو جب سے شاخ سے الگ کیا ہے رنج کے مارے گویا ایک دم مہمان ہے
شاخ نے اپنے جسم پر سے لباس اتار ڈالا ہے۔ اور اس کا خمیدہ قد مثل برہمن ننگا ہے

(درختوں ... برہنہ شاخ ۔ از شارح ۱۲)

جب کلام فصیح شیخ اِن حقائق کی باریکیاں بیان کرنے میں اس حد کو پہنچا۔ اور اُس کی نکتہ کاری کا تنگ قدرت فصاحت میں اس درازی کو پہنچ گیا۔ سبزہ زار اور چمن اور کھنڈر اور مرہلے کے جواب سوال میں چند نوحے اور نالے کئے۔ اور کہا اللہ اُس دوست سے راضی ہو جو اس بات کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ کہ آسمان نے جو کچھ دیا ہے اُسے واپس لے لیتا ہوں۔ تاکہ جو کچھ اس کے پاس ہے۔ مجھے دیدے۔ اور بیحد صلے مجھے عطا کرے۔ اور جب وہ جماعت مختلف تعریف کرنے اور درست قرار دینے میں متفق ہو گئی اور سب مصلحت پر موافق ہو گئے۔ بار بار ہاتھ بڑھایا اور ہار اور پیسہ سب اس کو دیدیا۔ اور سب کے سب خزاں کے درختوں کی طرح بے رخت (برہنہ) ہو گئے۔ اور ایک دم سے سبزہ[1] کی طرح سیاہ ہو گئے۔ اور سروں کی طرح جامہ سے فضیلت کرتے تھے (کپڑے دیتے تھے) اور صنوبر کی طرح عمامہ سے عطا و بخشش کرتے تھے۔ جب اُن آدمیوں سے مراد مل گئی۔ اور اپنا مقصد اُن کریموں سے پالیا۔ سب کو ابر کی طرح رولا دیا۔ اور خود برق کی طرح ہنسا۔ اور روپیہ پیسہ تھیلی میں اور کپڑے توبڑے میں رکھ کر چلنے کا ارادہ کیا۔ اور بیابان کی طرف متوجہ ہوا۔ چند قدم مَیں اُس کے پیچھے گیا۔ اور اُس کا دامن پکڑ کے روک لیا۔ اور کہا اے شیخ جب تو عمل نہ کرنے والے عام لوگوں کا ناصح تھا۔ تو پھر کیوں جامہ فضل کے بننے والوں کی طرح سامنے آیا۔ وہ چند نصیحت کی باتیں ایک ہی روش کی تھیں۔ ان میں سحر سخن نہ تھا۔ اپنا گریبان

[1] سیاہ گشتند۔ سبزہ کی طرح سیاہ ہونے سے معلوم کیا مقصد ہے ۱۲ +

ملامت پکڑا۔ اور اشک ندامت آنکھوں سے بہائے۔ اور یہ اشعار اپنے موافق حال پڑھے۔ **قطعہ**

تونے دیکھا کہ آسمان نے اِن نوخطان باغ کے ساتھ کیا کیا۔ اے پیر خمیدہ پشت اُس سے اسی طرح دل نہ لگا

جب آسمان کی ساری خوشیاں اے صباغم ہو گئی ہیں۔ تو دیبائے چینی (سبزہ) صحرا کو ہسار کو نہ پہنا

اے پھول تو پردہ نہ باندھ اور اے بلبل تو چہچہے نہ کر اور اے درخت نارون[۱] تو یاسمین پر اپنا سایہ نہ ڈال

ہر چمن پر زیور اور مزیا پر لباس نہیں جبکہ خزاں میں کپڑے اتار ڈالے ہیں۔ تو بہار میں بھی نہ پہنا

اور اے چنبیلی جام میں دودھ اور شراب نہ ملا۔ اور اے مشک[۲] بید تو بھی خوشبوئے معنبر اپنے میں پیدا کر

جب پیر نے اس حلہ کے فضل کا کر کھانا تانا اور لباس ہست و نیست کو پھاڑ ڈالا سو ابھی اُس کی

عنان کو نہ پا سکا۔ میں نے ایک اور سوال کا ارادہ کیا اور میں اُسکے پیچھے دوڑا اور اپنے دل میں کہا۔ **اشعار**

مجھے معلوم نہ ہوا کہ اس یار مہربان سے باد خزانی نے ظلم کا داؤں کیونکر جیت لیا۔

اور چمن میں کہاں ساغر و چنگ و نے دلبر کے ساتھ باد جشن مہرگانی میں خواہاں نشاط ہوا

بائیسواں[۲۲] مقامہ اسمائے خلفا کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا۔ جس کی محبت مستقل تھی۔ اور دوستی اُس کی باعث

حیات کہ ایسے زمانہ میں جبکہ عنفوان جوانی لباس خود آرائی میں تھا۔ اور سپاہ جوانی سے مدد اور اعانت

حاصل تھی۔ اور طلایہ جوانی نے ابھی لشکر پیری کا نشان تک نہیں دیکھا تھا۔ اور جاسوس کبر سنی

کوئی خبر نہ لایا تھا۔ **ابیات**

ابھی درخت گل زمانہ جوانی کا پودا تھا۔ اور کم سنی کا نیا اُگا ہوا پودا تازہ اور شاداب تھا

ابھی خط رخسار (ریش) ہمسائگی زمانہ کودکی سے صورت اور سیرت میں اور معطر تھا

ایسے وقت میں حذر اور دل کو سفر کے ساتھ نشاط اور جسم کو سفر سے خوشی ظاہر ہوئی۔ اور چند دا

تک عالموں اور ادیبوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اور اہل ہنر کے ساتھ ایک زمانہ گذرا تھا۔ اور میں نے سنا تھ

کہ در حالت طلب آداب سفر و مسافرت کا جانباز لازم ہے تاکہ مرد طالب طلب کے وسیلہ سے را

"سیر کرو اور علم سیکھو اور سفر کرو اور عالم یا غنیمت پانے والے ہو جاؤ۔ اور غنیمت" پائے۔ کیونک

آگ کو بستر پر پڑ کے دیر تک سوتے رہنے سے سوائے چادر خاکستر کے اور کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ او

---

[۱] نارون ایک خوش قطع پُر برگ اور سایہ دار درخت ہے۔ بہت سے آدمی اس کے سایہ میں بیٹھ سکتے ہیں۔ خوش ترکیبی قد کی وجہ سے معشوق کو اس سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲ [۲] وے مشک بید بوے تو ہم عنبر ین بلند ۱۲ +

پانی کو دوڑتے رہنے سے (سعی سے) بسبب ہمسائیگی کے دُرِ آبدار کے گوہر شاہوار مل جاتا ہے۔ **شعر**

کاہلی اور سُستی کی وجہ سے آگ ذلت کی خاکستر میں ہے اور پانی نے جستجو کی وجہ سے موتی پالئے

سیاحت و سفر ہوا کو گریبان صبح (ابتدائے صبح) سے دامن شام تک حملہ آور رکھتا ہے۔ اور خاک ساکن

و سُست گھوڑوں اور گورخروں کی قدم سے پائمال ہونے سے موافقت کرتی رہتی ہے۔ **شعر**

ہوا لوگوں کے سروں پر چلتی رہتی ہے۔ اور خاک آدمیوں کی جوتیوں کے نیچے باربردار ہے۔

مسافرت کا تھیلہ کاندھے پر ڈالا۔ اور مسافر کا سامان بغل میں دبایا۔ اور دل کو تکالیف سفر پر صابر بنایا۔ اور متوجہ بجانب نیشاپور ہوا۔ **قطعہ**

دل مرغ کی طرح دانہ کی طلب میں دوڑتا تھا۔ اور جسم ہوا کے مثل قدم عشق کی طرف بھاگتا تھا۔ ایسی تیز روی تھی کہ بادل اُس تیزی پر فوقیت نہیں لیجا سکتا تھا۔ اور وہ ارادہ تھا کہ ہوا اُس کو نہیں پہنچ سکتی تھی

یہاں تک کہ منزلیں طے کرنے اور خشکی و تری سے گذرنے کے بعد شہر آرمینیہ میں پہنچا۔ ایسی زمین پائی کہ جو زُلف معشوقان کی طرح دلجو تھی۔ اور ایسی ہوا دیکھی جو عطار کے ڈبّہ کی طرح معطر تھی۔ اور معشوقوں کے چہرہ کی طرح آراستہ اور زاہدوں کی سیرت کے مانند پیراستہ۔ مَیں نے کہا کہ آخری منزل ایسی ہی نمائش اور زینتِ راحت و آرام کی سزاوار ہے۔ اسپ طلب پر سے کوچ کا زین اور پالان اُتار لیا۔ اور سامان سفر کو دھوپ سے توکل کے سایہ میں رکھا۔ اور پیالہ اور دوستان ہم نوالہ کا دامن ہاتھ سے پکڑا۔ اور حریفان لالہ رُخ کی صحبت میں جا بیٹھا۔ اور دوستوں کے ساتھ عہد و پیمان کرلیا۔ کبھی تو میرا پاؤں چہرہ چمن کو طے کرتا تھا۔ (سیر چمن کرتا تھا) اور کبھی میرا ہاتھ پیالہ کا گھیرا لیتا تھا۔ اور یہ اشعار منہ؟ اہر زبان پر تھے۔ **قطعہ**

اب جبکہ چمن خواہان پیالہ ہے۔ تو شراب پی۔ کیونکہ عالم تباہی لانے میں بہانہ جو ہے

بُلبُل مثل مغنی چمن ہے۔ ہر طبیعت شراب آتش پرستان کی متلاشی ہے

جو دل کہ فصل بہار میں گھر کا جویا ہے یعنی گھر میں بیٹھا رہتا ہے۔ وہ بے عقل ہے

اے جسم ایک کنارہ میں الگ ہو جا۔ کیونکہ عقل اس وقت بہانہ جو ہے

دانہ و نان سے قطع تعلق کرلے کیونکہ دانہ کی وجہ سے جال گردن مرغ میں ہوتا ہے

کسی ہُنر کا نشانہ نہ بن اس لئے کہ تیر حوادث فلکی نشانہ تاکنا رہتا ہے

جب پاکدامنی آلودہ گناہ ہوگئی۔ اور کیسہ مروت خالی ہوگیا۔ یاران ہم پیالہ و نوالہ نے بھائی چارے کے پیالہ پر سے ڈھکنا اُٹھا دیا۔ اور راہ و رسم اہل مروت کو چھوڑ دیا۔ اور جب شراب پینے والے

کی طرح اِن کے سروں میں بجز خمار اور کچھ نہ رہا - اور مثل گرے ہوئے پھول کے اِن سے سوائے خ
کے جسم میں کچھ نہ رہا - اور اتنی ایک شراب انگوری سے سوائے تی زنبوری کے کچھ حاصل نہ ہوا
اور صحبت دسترخوان و مایدہ سے دل پھر گیا - اور نفرت ہو گئی - لالہ کی طرح ہنستے ہوئے بستر صحبت
لپیٹ ڈالا - اور پیالہ کی طرح پورے طور سے بیٹھے بھی نہ تھے - کہ چل دیئے - بیت

ایک رات کو آکر ہمارے سامنے شمع کی طرح بیٹھ - ہوا کی طرح بغیر بیٹھے ہوئے چلدیتا نہ بن -

مینے جان لیا کہ صحبت کے یار مفلسی کی حالت میں مددگار نہیں ہوتے ہیں - اور یہ بھی معلوم ہو گیا
جو قدم میں نے راہ شراب خوری میں رکھا تھا - (یعنی بالکل بیکار تھا) کسی یار نے ہاتھ میری دیوار پر نہ
اور میرے گھر کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا یعنی کوئی میرے گھر کے پاس سے ہو کے نہیں گذرا - اور کسی نے مجھ
مل کے میری حالت نہ پوچھی - قطعہ

کسی نے بطریق صواب بھائی چارے میں تیر تدبیر اُس نشانہ پر نہ لگایا یعنی بحالت مفلسی کوئی صلاح نیک نہ بتا
کسی نے اُس دروازہ پر حسن عہد سے دروازہ تک نہ کھٹکھٹایا یعنی وفا کر کے کوئی پرسان حال نہ

لہذا کتاب استغفار اور عذر آوری مینے کھولی اور دوسری روش کی ابتدا کی - اور صاحبا
عقل و دانائی و تمکین و وقار کی صحبت میں جا ملا - صاف باطن اور برگزیدہ لوگوں کی صحبت اختیار کی
اور میخوار حریفوں سے ترک تعلق کیا - اور صحبت یاران منافق و دو رُو سے ہاتھ اُٹھا لیا - بیت

مینے دل سے کہا کہ دل یاروں سے الگ کر لے - اور بدوں اور بدخصلتوں سے ترک تعلقات کر

جب اس گروہ کے ساتھ اختلاط اور اس فرقہ کے ساتھ انبساط ظاہر ہوا - اور علم کی حلاوت سے
دل کو مزہ دیا - اور جسم پر اثر کیا معلوم ہوا کہ معجون علم تریاق حیات و تریاق نجات ہے - جہاں کہیں ایسے
لوگ جمع ہوتے تھے - اور عالمانہ باتیں سُننے میں آتی تھیں - میں اُس مجلس میں ضرور پہنچتا تھا - یہانتک
کہ ایک رات کو جبکہ جو کائنات فقیروں کے لباس میں اور زمین سیاہ پوشوں کی روا میں تھی - (یعنی
اندھیرا بہت تھا - یا ابر چھایا تھا) موافقت میں ایک فاضل کی وعدہ گاہ جمع اور محفل شمع بزم سیستان
تھا - میں نے بھی عاشقوں کی طرح اُس شمع سے تعلق پیدا کیا اور اُس مجمع میں دوڑ کر گیا
جب کھاتے پینے سے فراغت ہوئی اور ہم نشینی سے ایک دوسرے کو پہچان لیا - اور علمی ظرافت ا
ادبی بحثیں سُن چکا اتفاقاً اس رات کو میں علم انساب و احساب میں پڑا - اور دروازہ اس کلام
اپنے اوپر کھولا - تاریخ قدما اور زمانہ علمائے گذشتہ کا ذکر ہوتا تھا - ایک بڈھا مسافر اس سے چند
دن پہلے ہمارے ساتھ ایک دسترخوان پر ساتھ کھانے والا اور باہم فائدہ حاصل کرنے والا ہو

تھا۔ جہاں کہیں مجمع ہوتا تھا۔ اِس لڑی کا منتظم وہ پیر ہؤا کرتا تھا۔ جس رات کو کہ اس رنگ کی باتیں ہوئیں۔ اور اِس میوہ بیان حسب و نسب کا اتفاق ہؤا تو بلندی شان اور نفع میں اِس علم کی بابت طول ہو گیا اور جھگڑے اور مقابلہ کی نوبت آ گئی۔ کچھ تو اِس علم انساب کی تعریف کرتے تھے۔ اور کہنے والے کو نظر عظمت سے دیکھتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ قواعد اسلام اور قوانین دین اِس علم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن اخبار پر شریعت کی بُنیاد اور جن آثار پر بنائے دین ہے۔ وہ اِسی علم سے نسبت رکھتے ہیں۔ وہ پیر نوصحبت اِس بارہ میں غور کر رہا تھا۔ اور اِس معاملہ میں مبالغہ کرتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کُل تحریرات میں قرآن و حدیث اہم المہمات ہیں۔ اور یہ دونوں قرآن و حدیث جو دولت کے دیباچہ اور سعادت کے عنوان ہیں۔ اسی علم شریف اور سرمایہ لطیف سے تعلق رکھتے ہیں۔ جوبات کہ منقول ہو اور عقلی نہ ہو۔ اس کی نسبت لب و دہان مردمان سے ہے۔ بغیر اِس سرمایہ اور اصل کے کوئی خوبی و زینت ہاتھ نہیں آتی۔ کیونکہ اخبار صریح اور اسناد صحیح میں یہ علم انساب شرط ضروری ہے پس اُن لوگوں میں سے ایک جوان اُسی بڈھے کی طرف متوجہ ہؤا۔ اور اِس بڈھے کہنے[1] بر خلاف تقریر کرنا شروع کی۔ اور اِس علم کے قوانین کو عرض (غیر ضروری) بتایا۔ اور کہا۔ اگر کوئی جہلائے عرب کا نسب نہ پہچانے اور اطفال عرب کے نام نہ جانے کہ لبید کس کا لڑکا تھا۔ یا ولید کس کا باپ تھا۔ اور قیس اور یس کا کس طرح عزیز تھا۔ اور سحبان نعمان کے ساتھ کیا رشتہ رکھتا تھا۔ اِس کا نہ جاننا کیا نقصان پہنچاتا ہے۔ اور اس کی ناواقفیت سے کیا زیان لازم آتا ہے۔ اور ذکر اِس علم کا ایک بدوگار ہے۔ اور نہ جاننا اِس علم کا غلطی اور غفلت اور نقصان ہے۔ اسی علم سے مَیں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور اِس طریقہ پر ایک استدلال بیان کر۔ اے پیر مُسِن و کبیر السّن بتا کہ زمانہ نبوت سے اِس وقت تک جو ہمارے وجود کا محل نزول پالان ہے۔ مسند خلافت پر کتنے مسند نشین ہوئے ہیں۔ اور تخت امامت پر کتنے صاحب قدر گذرے ہیں۔ اِن کے نام اوّل سے آخر تک بیان کر مگر شرط یہ ہے کہ ترتیب و ترکیب ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ تاکہ کانوں کو تجھ سے فائدہ پہنچے۔ اور لوگوں کو تجھ سے نفع ہو۔ بڈھے نے کہا شاباش ہو تجھ پر اِس سوال سے اور مرحبا اِس گفتگو سے۔ صاحب حاجت کو گویا ہونا چاہیئے۔ اور بیمار کو جویائے علاج ہونا چاہئے۔ اگر بر طریق رسم و عادت اِن ناموں کا اعادہ کیا جائے۔ تو یہ گفتگو باعث ملال ہوگی۔ پہلے اُن معشوقوں کو جو زینت میں مثل دُلہنوں کے ہیں۔ زبان عربی میں دیکھو۔ پھر تلاج اور روائے زبان فارسی میں ملاحظہ

---

[1] مذمت کرتے کرتے بلا ربط تعریف شروع کردی +

کردو تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے۔ کہ جو تمہیں معلوم نہیں۔ وہ حد معلوم سے بھی زیادہ ہے۔ اور جو تم نہیں سمجھتے ہو۔ وہ تمہارے فہم سے بھی بڑھ کے ہے۔ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کے لئے مرتبہ معلوم نہ ہو (یعنی جو حد مرتبہ کی ذہن میں آسکتی ہے وہ ہم کو حاصل ہے) پس پیر شمع کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اور زبان کو زیور گفتار سے آراستہ کیا۔ اور یہ نظم قوم کے سامنے پڑھی۔ اور یہ قصیدہ زبان پر لایا۔ **قصیدہ**

اے رفیقان جوان صاحب خرد و بصیرت + اور باتیں چھوڑو اور میری بات سُنو جو معتبر ہے + زمانہ نبی سے ہمارے زمانہ تک + جو لوگ مسند خلافت پر بیٹھے اُن کا بیان سُن + ابوبکر صدیقؓ جو بیٹے قحافہ کے تھے + اُن کو زمانہ نے حاکم بنایا۔ اُن کے بعد عمرؓ + اور اُن کے بعد عثمانؓ ہوئے۔ جب عثمانؓ نے انتقال کیا + تو علیؓ نے مسند پائی جو صاحب قدر و منزلت تھے + بعد مرتضیٰ لوگوں نے حسن کی بیعت کی۔ جس میں وہ واضح خوبیاں ہیں۔ جن سے اُن کی شہرت ہے + معاویہ نے شمشیر و تدبیر اور چالوں سے بجبر مسند سے منگنی کر لی۔ جبکہ حسن نے اس سے کنارہ کشی کی + معاویہ کے بعد یزید بدترین خلایق نے مسند سے مصافحہ کیا + اور ایسا ہوا کہ دین میں اُس سے عبرت لینا چاہیئے + اگر شعر ابن یغری صحیح ہے درحالیکہ ضرب یزید + سر حسین پر پڑی تو وہ ضرور کافر ہے + یزید کا بیٹا جس کا نام معاویہ ہے اور ہم اصل معاویہ اس نے قابل اعتبار شے یعنی خلافت کو بعد موت یزید گھیرا + جب معاویہ مرا تو اُس کا بیٹا ولید کار رعایا + اور امامت اور حفاظت کے لئے کھڑا + ولید کا بھائی سلیمان اُس کا قایم مقام ہوا + سلیمان سے حکومت نکل کے بیشک عمرؒ کو ملی + پھر ہشام اس کے بعد ولید بیٹھا اور + لوگوں کے مقصد اور حاجتیں اُس سے پوری ہوئیں + اُس کے بعد یزید نے حکومت پائی + اُس کے بعد ابراہیم کی بیعت کی گئی اور وہ مفخر ہوا + اسکے بعد مروان خلیفہ ہوا پھر بنی اُمیہ سے + خلافت منقطع ہو گئی اور عمخواری شہ کی اور اللہ دیتا ہے جس کی مدد کرنا ہے + اس خلافت کی حکومت و فتح و ظفر نے + پھر نبی او رسان کے چچا کی اولاد کی طرف رجوع کی + پہلا قائم بامر رعایا ابو العباس سفاح + ہے پھر اُس کے بعد منصور باعظمت ہوا + پھر مہدی کی بیعت کیگئی اس کے بعد ہادی نے + خلافت میں خوبیاں کیں جس کے اخبار کثیر ہیں + اُس کے بعد مرتکب امور خلافت رشید ہوا + جب وہ مرگیا تو امین نے نصرت خلافت کی + اس کے بعد مامون نگہبان رعایا ہوا + اس کے بعد معتصم باللہ نے حکومت کی + اُس کی وفات کے بعد واثق باللہ نے عہد الہٰی پر اعتماد کر کے کل بلاد میں تکمیل کی۔ اس کے بعد متوکل امام قوم ہوا + اس کے بعد مستنصر باللہ جو نصرت یافتہ تھا + پھر مستعین باللہ خلیفہ ہوا + اس کے بعد متوکل امام نے ظہور کیا + اُس کی موت کے بعد امام مہدی نے اس قوم کی امامت پائی یہاں تک کہ وہ مرگیا +

اِس کے بعد معتمد باللہ نگہبان ہؤا ✤ اس کی ہجرت کے بعد معتضد باللہ نے سبقت کی ✤ پھر امام مکتفی باللہ اِن حدود میں خلیفہ خدا بعدہٗ معتضد باللہ ہؤا ✤ اِس کی موت کے بعد مقتدر باللہ ✤ خورد سالی میں متحمّل بار خلافت ہؤا ✤ اور قاہر باللہ نے خلافت معہود الٰہی میں ✤ ہیبت بڑھادی اور غلبہ پایا جبکہ حاکم ہؤا ✤ اُس کے بعد راضی حاکم مخلوق ہؤا ✤ اور اس کے بعد متقی باللہ مشہور خلق ہؤا ✤ اس کے بعد مستکفی باللہ حاکم ہؤا ✤ اور اُس کے بعد نور مطیع للہ روشن ہؤا ✤ اُس کے بعد جبکہ قوم نے اُس کے غیر کی اطاعت کی ✤ قادر باللہ نے خلافت کو پُورا کیا۔ اور اس کا مرتبہ بڑھا ✤ اس کے بعد قائم نے حقوق خلافت پُورے کئے ✤ اور مقتدی نے اُس کا حق ادا کیا جو خواہان حق ہؤا ✤ ان کا قائم مقام مستظہر باللہ ہؤا ✤ اور مسترشد باللہ نے صابر کی ہدایت کی ✤ کُل مخلوق کی راشد نے ہدایت کی ✤ اور قتل و شمشیر زنی میں مشہور ہؤا ✤ مقتفی باللہ نے تکمیل خلافت کی اور قسم بخدا ✤ اُس کا جوار خلق خدا کے لئے امان جنگل اور شہر میں ہے ✤ آگاہ ہو مستنجی آزاد و کریم خلفا کا آخر ہے ✤ فی الحال پیشوائے خلق ہے اور قابل فخر امور اُس سے ظاہر ہوتے ہیں ✤ زمانہ نبیؐ اسلام سے لیکر اس وقت تک کے کُل خلفا کے نام مَیں نے تمہارے سامنے پڑھ دیئے ✤

پس جب اِس پیر مسافر نے یہ ابیات عجیب پڑھے۔ اور ڈھیروں چمکتے ہوئے موتی لوگوں پر نثار کئے آواز تحسین و آفرین بنات النعش اور پروین تک پہنچے۔ ہر ایک نے پیر کی تعریف کی اور مرحبا کہی۔ اس گروہ نے جو نصاب عربی سے کم نصیب اور مہجور تھے۔ اور فن ادبی و لغات عربی سے دُور تھے۔ چاہا کہ یہ نظم زبان معلوم اور سمجھ میں آنیوالی زبان (فارسی) سے اِن کے کانوں اور طبیعتوں تک پہنچے۔ اِن لوگوں نے کہا اے شیخ یہ مروّت عام۔ اور بخشش کامل نہیں ہے۔ بخشش میں تعیین اور کمی اچھی نہیں۔ اور اِس میں حصہ لگانا اور تخصیص کرنا جائز اور مقرر نہیں۔ ایک جماعت کے دامن کو تو موتیوں سے بھر دیا۔ اور ایک جماعت کو خالی ہاتھ رکھا۔ ہمیں بھی اس کھلیان سے ایک پیمانہ ملے اور اِس چاندی سے ایک دامن بھر کے ملے۔ پیر نے کہا بغیر زخم شور نہ کرو۔ اور بے آتش جوش نہ کرو۔ کیونکہ پیالہ میں جو تھا۔ معدہ کے حوالہ کر دیا گیا۔ ابھی شراب صبحگاہی کا ذخیرہ صراحی میں ہے۔ ابر میں سے ایک قطرہ تم پر گرا سکتے ہیں۔ اور کوہ میں سے ایک ذرہ تم پر جھاڑ سکتے ہیں (یعنی علم کی کثرت ہے۔ اُس میں سے کچھ دیدینا کیا بات ہے) اُسی وزن اور قافیہ پر یہ صاف پیالے پیو۔ **قصیدہ**

اے فرزند آج میں تیرے سامنے یہ قِصّہ پڑھتا ہوں ✤ تاکہ رفتار چرخ پر عبرت سے تو پند حاصل کرے۔
تاکہ تجھے یقین ہو جائے کہ زمانہ نے سرداران ✤ تخت خلافت سے بھلائی یا بُرائی سے کیا کیا

لہ تشقیص پارہ از چیز دیا تشخیص بمعنے تعیین ۱۲ ۔ کاہدان توبڑا۔ پھاندی۔ یا زین گاہ۔ دامن و ذیلے پڑھو ۱۲ ✤

جب اِس قصیدہ روشن پُر از مروارید کو پڑھے گا ✤ تو شمارِ فرقہ خُلفا تجھے نوک زبان اور از بر ہو جائے گا
صحبت زمانہ شعبدہ باز سے دل کو تو چھڑا لے گا ✤ تاکہ فلک تُند پُر از خطر سے نصیحت لے سکے
عقل صواب اندیش کے غور سے تو پہچان سکے ✤ واقعہ کے زہر حنظل کو شہد و شکر سے
پہلے جو سردار عالم اِس دُنیا سے گئے ✤ اُن کے جانے سے عالت ہی بدل گئی ✤ ابوبکر خلیفہ زمانہ اور امام وقت ہوئے ✤
اُن کے بعد خلافت عمرؓ کو پہنچی ✤ اُس کے بعد خلافت عثمانؓ کا خاتمہ ہؤا ✤ اور اُس کے بعد خلافت اسد اللہ
الغالب ہوئی ✤ اُس کے بعد جب چاروں کا انتقال ہو چکا ✤ زمانہ[۱] خلافت حسنؑ کا اور پھر حسینؑ کا آیا ✤ اُسکے
بعد اُس تخت پر معاویہ بیٹھے ✤ پھر یزید دُنیا میں مشہور ہؤا ✤ لیکن ظلم و نادانی کے ساتھ نہ عدل و فضل
کے ساتھ۔ القصہ یہ حال چھُپا نہیں ہے ✤ اُس کے بعد معاویہ بن یزید ہؤا ✤ اُس کے بعد مروان بن حکم
نے در خلافت کھولا ✤ پھر اُس کا بیٹا عبد الملک بیٹھا ✤ اُس کے بعد ولید پھر سلیمان معتبر بیٹھا ✤ اُس کے[۲]
بعد عمرو عبد العزیز امام ہؤا ✤ اُس کے بعد یزید پھر ہشام سردار ہؤا ✤ اُسکے بعد ولید بن یزید پھر یزید
ابن ولید اور ابراہیم تاجدار ہوئے ✤ اُس کے بعد مخلوق میں مروان خلیفہ ہؤا ✤ جو لوگوں میں حماد کے ساتھ مشہور ہے
بنو اُمیہ کے بعد منصب خلافت گردش گردوں دادگر سے عباسیوں کو پہنچا ✤ پہلے سفاح اُس کے بعد اُس کا بھائی ✤
پھر منصور محمد مہدی رہنما ہؤا ✤ پھر اُس تخت پر ہارون رشید سرفراز ہؤا ✤ اُس کے بعد محمد جو اپنے باپ کا
وصی تھا ✤ مامون سے پھر معتصم نے تخت پایا ✤ ہارون بن واثق نے اُن کے بعد نفع اُٹھایا ✤ محمد کے بعد جعفر
اور جعفر کے بعد احمد بیٹھا ✤ پھر مقتدر نے جہان کو جرات و سخاوت سے لے لیا ✤ قاہر کو سلطنت ملی اور پھر راضی کو ✤
پہونچی پھر متقی نے شمشیر سے کر و فر پایا ✤ اسکے بعد مستکفی اور اُس کے بعد مطیع آیا ✤ ابوبکر مانع آیا۔ اور وہ فتنہ
بیٹھ گیا ✤ قادر نے اور اُس کے بعد قائم نے مسند پائی ✤ پھر مقتدی نے اُس تخت کامیاب کو پایا ✤ پھر
مستظہر کریم کو سلطنت ملی ✤ مرے ہوئے کے بعد تخت پر مسترشد آیا ✤ راشد نے تخت خلافت اُسکے بعد
پایا ✤ اور اِس مقام میں تقویت خلافت کے لئے بیٹھا ✤ پھر مقتفی نے اُس منصب بلند میں قیام کیا ✤
احکام شریعت ہر طرف جاری کرتا تھا ✤ اس کے بعد مستنجد باللہ نے تخت پایا ✤ فی الحال دُنیا اُس سے
پُر از زینت و شان ہے ✤ یہ لوگ جو آئے اور جنہوں نے تاج و تخت پایا ✤ کبھی بیٹے کو دادا سے اور کبھی
باپ سے بیٹے کو ملا ✤ آخر زمانہ ستمگر و چرخ کینہ ور نے ✤ ان سرداران دین کے ساتھ وفا کی بیجور زمانہ
سے ہے کنارہ کشی بھلی ✤ اور خوف حادثات سے بچنا ہے خوب تر ✤

[۱] امام حسینؑ کا خلیفہ ہونا ثابت نہیں لہذا یہ مصرع اس طرح ہونا چاہیئے ۔ آمد بہ خلافت شبر پس از پدر ۱۲
[۲] یہ مصرع ناموزون ہے۔ کیونکہ عین تقطیع سے ساقط ہے ۱۲ ✤

پس جب اس پیر صاحب بلاغت نے روایت سے فراغت پائی ہر طرف سے صدائے آفرین بلند ہوئی۔ اور سب نے نہایت شکریہ میں زبان کھولی۔ اور حق تحسین و آفرین ادا کیا۔ اور ان دونوں نظموں کو سپیدی دیدہ پر لکھ لیا۔ اور طبیعت و دل کو قوت و توشہ اس نظم سے دیا۔ اور جب صبح صادق ہوئی۔ اور نسیم سحری شاخ درخت پر چلی۔ وہ پیر سیاح باد سحری کا ہمراز ہوا (یعنی چل دیا) اور مثل گذشتہ نور و عدم میں چل دیا۔ (یعنی غایب ہوگیا) **قطعہ**

اس کے بعد نہ معلوم زمانہ نے اُسے کہاں دوڑایا۔ اور نرد باز روزگار نے اُسے کس طرح جیت لیا۔
بدبختی جو اُسکی خانہ زاد تھی نہ معلوم اُس سے دُور ہوئی یا نہیں اور چرخ دغاباز نے اُس سے موافقت کی یا نہیں

اب میں ایک فہرست نبی اسلام سے لیکر آخری خلیفہ تک کی بقید ماخذ و سن وفات بصیرۃً للطلاب لکھتا ہوں ۔

نمبر شمار	قوم	نام	نام تاریخ	سن وفات	نمبر	قوم	نام	نام تاریخ	سن وفات
۱	بنی ہاشم	محمد مصطفےٰ صلعم	تاریخ خمیس	تاریخ ولادت و وفات ۱۲ ربیع الاول نزد امامیہ ۱۷ ربیع الاول ولادت ۲۸ صفر وفات	۱۵	بنی اُمیہ	عمرو بن عبد العزیز	تاریخ ابن الوردی	انتقال سنہ ۱۰۱ھ
۲	قریشی	ابوبکر بن قحافہ	〃	وفات جمادی الآخری سنہ ۱۳ھ	۱۶	〃	یزید عبد الملک	〃	〃 سنہ ۱۰۵ھ
۳	〃	عمر بن خطاب	ابو الفدا	۳۰ ذیحجہ روز شنبہ سنہ ۲۳ھ بقول امامیہ ۹ ربیع الاول	۱۷	〃	ہشام عبد الملک	ابو الفدا	〃 سنہ ۱۲۵ھ
۴	بنی اُمیہ	عثمان بن عفان	〃	۱۸ ذیحجہ سنہ ۳۵ھ	۱۸	〃	ولید بن یزید	〃	〃 سنہ ۱۲۶ھ
۵	بنی ہاشم	علی بن ابی طالب	تاریخ کامل ابن اثیر	ولادت ۳۰ عام الفیل ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ھ وفات	۱۹	〃	یزید ناقص	〃	〃 سنہ ۱۲۶ھ
۶	〃	امام حسن	استیعاب	وفات سنہ ۳۵ھ	۲۰	〃	ابراہیم	ابن الوردی	〃 سنہ ۱۲۶ھ
۷	بنی اُمیہ	معاویہ ابوسفیان	ابو الفدا	انتقال سنہ ۶۰ھ	۲۱	〃	مروان حمار	ابو الفدا	〃 سنہ ۱۳۲ھ
۸	〃	یزید بن معاویہ	〃	〃 سنہ ۶۴ھ	۲۲	عباسی	ابو العباس سفاح	〃	〃 سنہ ۱۳۶ھ
۹	〃	معاویہ بن یزید	〃	〃 سنہ ۶۴ھ	۲۳	〃	منصور عباسی	ابن الوردی	〃 سنہ ۱۵۸ھ
۱۰	〃	مروان	تاریخ ابن الوردی	〃 سنہ ۶۵ھ	۲۴	〃	محمد المہدی	تاریخ کامل	〃 سنہ ۱۶۹ھ
۱۱	ثقفی	مختار بن عبید	ابو الفدا	〃 سنہ ۶۶ھ	۲۵	〃	موسیٰ ہادی	ابو الفدا	〃 سنہ ۱۷۰ھ
۱۲	بنی اُمیہ	عبد الملک بن مروان	〃	〃 سنہ ۸۶ھ	۲۶	〃	ہارون الرشید	〃	〃 سنہ ۱۹۳ھ
۱۳	〃	ولید	〃	〃 سنہ ۹۶ھ	۲۷	〃	امین	تاریخ خمیس	〃 سنہ ۱۹۸ھ
۱۴	〃	سلیمان	〃	〃 سنہ ۹۹ھ	۲۸	〃	مامون	ابو الفدا	〃 سنہ ۲۱۸ھ

نمبر شمار	قوم	نام	نام تاریخ	سن وفات	نمبر شمار	قوم	نام	نام تاریخ	سن وفات
۲۹	عباسی	معتصم	ابوالفدا	انتقال ۲۲۷ھ	۴۴	عباسی	مطیع للہ	ابن الوردی	
۳۰	؍؍	واثق باللہ	ابن الوردی	؍؍ ۲۳۲ھ	۴۵	؍؍	طائع للہ	حبیب السیر	انتقال ۳۸۱ھ
۳۱	؍؍	متوکل	ابوالفدا	؍؍ ۲۴۷ھ	۴۶	؍؍	قادر باللہ		
۳۲	؍؍	منتصر	؍؍	؍؍ ۲۴۸ھ	۴۷	؍؍	قائم عباسی	حبیب السیر	؍؍ ۴۶۶ھ
۳۳	؍؍	مستعین	؍؍	ترک سلطنت ۲۵۲ھ	۴۸	؍؍	مقتدی باللہ	؍؍	؍؍ ۴۸۷ھ
۳۴	؍؍	معتز باللہ	ابن الوردی	معزول ۲۵۵ھ	۴۹	؍؍	مستظہر باللہ	؍؍	؍؍ ۵۱۲ھ
۳۵	؍؍	مہتدی باللہ	ابوالفدا	ترک سلطنت ۲۵۶ھ	۵۰	؍؍	مسترشد باللہ	؍؍	؍؍ ۵۵۱ھ
۳۶	؍؍	معتمد علی اللہ	؍؍	انتقال ۲۷۹ھ	۵۱	؍؍	راشد باللہ	؍؍	؍؍
۳۷	؍؍	معتضد باللہ	ابن الوردی	؍؍ ۲۸۹ھ	۵۲	؍؍	مقتفی لامر اللہ	؍؍	؍؍ ۵۵۵ھ
۳۸	؍؍	مکتفی باللہ	؍؍	؍؍ ۲۹۵ھ	۵۳	؍؍	مستنجد باللہ	؍؍	؍؍ ۵۷۶ھ
۳۹	؍؍	مقتدر باللہ	؍؍		۵۴	؍؍	مستضیٔ بنور اللہ	؍؍	؍؍
۴۰	؍؍	قاہر باللہ	ابوالفدا		۵۵	؍؍	ناصر الدین اللہ	؍؍	؍؍ ۶۲۲ھ
۴۱	؍؍	راضی باللہ	؍؍		۵۶	؍؍	ظاہر باللہ	؍؍	؍؍ ۶۲۳ھ
۴۲	؍؍	متقی باللہ	حبیب السیر		۵۷	؍؍	مستنصر باللہ	ابن الوردی	؍؍ ۶۴۰ھ
۴۳	؍؍	مستکفی باللہ	ابن الوردی		۵۸	؍؍	مستعصم باللہ	ابوالفدا	؍؍ ۶۵۶ھ

پندرہ خلفا بنی اُمیہ کے اور سینتیس بنی عباس کے ہوئے

تئیسواں مقامہ ماتم پُرسی کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جس کی دوستی بے شک وشبہ تھی۔ اور اُس کے مکارم اخلاق میں کوئی عیب نہ تھا۔ کہ ایک زمانہ میں جبکہ درخت جوانی اُمیدوں کے پھلوں سے آراستہ اور چمن زمانہ کودکی ہوائے صبا سے پیراستہ تھا۔ اور شب جوانی ابھی تاریک تھی۔ اور زمانہ کودکی میں ابھی ایک طرز وروش پائی جاتی تھی۔ ابتک رُخساروں کے مشک وعنبر (سیاہی خط) میں کافور عوارض مل کر خوشبوئے مثلث نہ بنی تھی۔ اور اِس وقت تک جا مہائے جوانی

(جلد بدن) علت پیری سے آلودہ نہ ہوئے تھے۔ **قطعہ**

ابھی گل رُخسار کی پنکھڑی سُرخ تھی۔ اور میخواری باعث زینت حیات یا بمنزلہ آب حیات تھی

ابھی زندگانی و باغ ہستی ابتدائے خوش وقتی جوانی میں تھا۔ یعنی عنفوان شباب تھا

خیال آیا کہ سفر کیا جائے۔ اور ہر شہر میں جایا جائے۔ اور کرۂ زمین میں جو صاحب طول وعرض ہے دوڑتے ہوئے قدم اور ہمت جویا سے سفر اختیار کیا جائے۔ اور اس امر سفر میں راس اور قرانات ستارگان سعد کی طرف رجوع کی جائے۔ استخارہ کی نماز اور دُعاے طلب اجازت کے بعد سفر کا ارادہ مستحکم اور مضبوط ہوگیا۔ **ابیات**

مینے اپنے نفس سے کہا کہ تاریکی شب تاریک میں سفر کر دُور ہو جانے تاریکی تک ابتدائے سپیدۂ صبح سے یعنے برابر چلے جا زمین سکون وستی کی وجہ سے پامال اقدام ہوتی ہے اور ہوا بوجہ سیر زمین ہر بندھی شے (کلیوں) کو کھولدیتی ہے

جب طلب کا زین رات کے مشکی گھوڑے پر رکھا خواہشات کی پردہ نشینوں کے لب پر بوسہ دیا۔ اور متوجہ ملک عراق ہُوا۔ ابتدا شہر اصفہان سے کی کیونکہ اُس شہر کی تعریف بہت سُنی تھی۔ اور اس کے خیال میں بہت سی راتوں کو نیند نہیں آئی تھی۔ مینے کہا دیکھئے یہ دولت کب ہاتھ لگتی ہے۔ اور اس آرزو کا بار سینہ سے کب زمین پر آتا ہے۔ (یعنی یہ آرزو کب ظاہر ہوتی ہے) اُن رفیقوں کے ساتھ جو اصفہان کا ارادہ رکھتے تھے۔ مَیں نے قدم اُٹھایا۔ اور قدم سعی سے منزلیں طے کیں۔ یہانتک کہ بعد برداشت مصائب وتحمل شداید بلند وپست راہ سے اُس پناہ کے حصار میں پُہنچا۔ ایسے وقت میں جبکہ آفتاب نے مطلع نورانی سے پستی تاریکی میں جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور دریائے سیاہ رنگ (ظلمت شب) میں تیر کی طرح غوطہ کھایا تھا۔ اور زنگی شب نے گریبان رومی روز سے سر نکالا تھا۔ اہل قافلہ نے زاد وسامان اُس پناہ میں رکھا۔ اور سفر کا جوتا اُتار ڈالا۔ جب کہ دوڑ دھوپ سے تھک گئے تھے۔ ہر ایک آرام اور خواب میں مشغول ہُوا۔ ابھی دورۂ خواب کا ایک پیالہ بھی گردش میں نہ آیا تھا۔ اور مُدت شب سے ایک پہر بھی نہ گذرا تھا۔ کہ ایک بڑا بلوہ اور ایک بڑا جوش۔ اور ہزاروں مختلف آوازیں اور پے در پے نعرے اس شہر کی زمین سے آسمان پر پُہنچے۔ اور آوازیں مخلوق کی زمین مدار عرش تک گئیں۔ اور کسی کو معلوم نہ تھا۔ کہ یہ شور کس وجہ سے ہے۔ اور اس فتنہ اور جوش کا ہیجان میں لانیوالا کون ہے۔ یہاں تک کہ آواز اقامت واذان کی کانوں میں آئی۔ اور زنگی شب نے ہونٹھ کو ہونٹھ سے الگ کیا (یعنی لوگ بولنے لگے) اور ستارہ شعریٰ نے رخت منزل شب سے اُٹھا لیا (یعنی غروب ہوگیا) لوگوں نے دروازہ شہر کا کھولا۔ اور ایک انبوہ مخلوق دروازہ کی

طرف متوجہ ہوئی۔ مَیں نے پوچھا کہ اتنا بڑا شب گذشتہ میں کیسا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ آج اس شہر میں ایک بڑی مُصیبت اور بڑا ماتم ہے۔ کیونکہ جو پیشوا اُس مُلک کا اور امام اِس اُمت کا تھا۔ اس نے شب گذشتہ شراب اجل پی اور دار فنا سے مُلک بقا میں چلا گیا۔ یہ جوش خروش اِس امر عظیم پر ہے اور یہ نالہ و فریاد اِس درد و مصیبت پر ہے۔ آستین سے آنسو پونچھے گئے۔ ہم اللہ کے لئے ہیں۔ اور اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ کہا گیا۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ پہلے اِس غم اور اس گروہ ماتم کے استقبال کے لئے جانا چاہیئے۔ اور حق ادا کرنا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کی مدد کرنا چاہیئے۔ **اشعار**

زمانہ صاحب گردشہا اور موت سختیوں والی ہے اور ہم حادثات موت سے مُصیبت میں ہیں

کوئی شخص کیونکر خوشحالی میں فرحناک رہ سکتا ہے درحالیکہ اُسکے قریب طرب کی مٹانیوالی موت ہمیشہ پکارتی رہتی ہے

کیونکہ یہ صدمہ (موت) ہر آستین و جیب (ہر شخص) کو پہنچیگا۔ اور یہ منادی ہر کوچہ اور ہر وادی سے نکلیگا۔ پس اہل قافلہ نے طلب و سحب سب کو چھوڑ دیا (یعنی لوازم رفاقت کی پرواہ نہ کی) اور اُس مُصیبت کی دریافت کے واسطے دوڑا گیا اور اِس قبر کے دیکھنے کا ارادہ کیا۔ اور اُس صف ماتم میں جا کر جگہ لی۔ کچھ لوگ بیٹھے اور کھڑے دیکھے اور سرداری کے عمامے اُتارے ہوئے۔ اور اضطراب و نالہ اور جوش و خروش میدان ہای زیر زمین سے بارگاہ سماک (آسمان) تک پہنچا ہوا تھا۔ آسمان نے اِس ماتم میں لباس کو پٹکہ بنایا تھا (یعنی چاک کر دیا) اور پتلیاں آنسو میں غوطہ کھا رہی تھیں۔ پاؤں کی خاک سروں کی تاج ہو گئی تھی (غم میں خاک بستر تھے) اور آنکھوں کا خون (اشک خونین) رخساروں کا غالیہ ہو گیا۔ جب شور آوازوں کا انتہا کو پہنچا اور نالہ و فریاد کی حد ہو گئی۔ اور وہ حادثہ۔ حادثہ شہادت امیر حمزہؓ اور شکست دندان نبویؐ سے زیادہ ہو گیا۔ اور وہ مُصیبت مُصیبت امام حسنؑ و امام حسینؑ سے بڑھ گئی ایک پیر گدڑی پہنے ہوئے اُن لوگوں میں اُٹھ کھڑا ہوا اور عروس زبان کو زیور سخن سے آراستہ کیا۔ اور یہ اشعار زبان پر لایا۔ **نظم**

اے قوم گمانات بد ہو گئے	اور ہمیرد سکون منقطع ہو گیا
تحمل و عقل نے مُنہ موڑ لیا	اور حماقت و جنون سامنے آ گیا
کیا تم نہیں جانتے کہ تم میں	موت اور حوادث منتظر ہیں
اور حادثہ موت جو حق ہے	جہاں کہیں تم ہو ایک دن تم کو پا لے گا
اے اہلِ علم عقل اس جھگڑے سے پاک ہے	دُنیا کے مالک کے حکم کیساتھ یہ جھگڑا کیسا
تمہیں معلوم نہیں کہ یہ قاصد مرگ	مخلوق میں ہر جائی آنیوالے کی طرح ہے
ہر سر جو ایک دن خاک تیرہ میں چلا جائیگا	بیشک اللہ کے حکم اور فرمان سے اُس کا سر ہوتا ہے

بغیر اس کے حکم کے شاخ سے پتا بھی نہیں گرتا ۔ کرۂ زمین سے لے کر مقام مشتری تک سب اُسکے حکم کے پابند ہیں
دوستوں کے مرنے اور بھائیوں کے انتقال سے ۔ جو اپنی موت کو یاد کرکے نہیں روتا گو یا وہ اپنی نادانی پر ہنستا ہے

اے مسلمانو یہ فریاد بیحد اور نالۂ حمت کیسا جو تم سے درگاہ خدا میں پہنچ رہا ہے یہ گریہ وزاری ہے مثل نالہ قوم آتش پرستان کے جو بذریعہ سنکھ کرتے ہیں۔ اور یہ فریاد مثل فریاد دوست ہے جو بیمار کے واسطے کرے (یعنی بیسود ہے) کسی ظلم پر چیخنا چلانا ٹھیک ہے اور بد اعمالی پر نالہ وزاری درست ہے۔ اگر کوئی ظلم ہوا ہے تو درخواست شہر کے جج کے پاس لے جانا چاہیئے تاکہ بار ظلم اُتار دے۔ اور اگر کوئی ستم ہوا ہے۔ تو کوتوال سے کہنا چاہیئے۔ تاکہ اُسے دور کرے۔ یہ پہلا جنازہ نہیں جو شہر پناہ کے دروازے سے قبرستان میں دفن کرنیکے لئے نکلا ہو۔ اور نہ پہلا مردہ ہے جو دار فناہ سے دکان بقا کی طرف منتقل ہوا ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اور محمدؐ نہیں ہیں مگر ایک ایسے رسول کہ اُن سے پہلے رسول سب مر گئے۔ جن کے وجود کی بدولت انسانوں اور دنیا والوں کو پیدا کیا انہیں کو یہ شربت مرگ پلایا گیا اور یہ نام ان کا رکھا کہ تو بھی مرنے والا ہے اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ آدمؑ جو پیدائش کے مطلع (آغاز) تھے۔ اس جدائی کے مقطع میں پگھلائے گئے (اُن کو بھی موت آئی) اور محمدؐ صلعم جو خاتم نبوت تھے۔ اس کام کے شرف (لحوق موت) سے اُٹھا لئے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام جن کا قدم دوستی آگ پر تھا۔ (آگ میں ڈالے گئے) دام موت میں پھنسے اور سلیمانؑ جن کی نبوت کا زین شانہ پر ہوا کے تھا۔ (جن کا تخت ہوا پر چلتا تھا) اس حادثہ سے نہ بچ سکے۔ اس واقعہ کی بدولت یعقوبؑ کو یوسفؑ کو چھوڑنا پڑا۔ اور یوسفؑ نے اس حادثہ سے زلیخا کو چھوڑا۔ مجنوں جب اس گلی کے سرے پر پہنچا تو لیلیٰ کو بھول گیا۔ وامق جب اس پیشہ میں پڑا تو یاد عذرا سے چپ ہو گیا۔ قول صدائے برتر ہے ہر آدمی اُن میں سے آج کے دن ایک خاص حالت میں ہے کہ جس حالت کی وجہ سے وہ سب سے مستغنی ہے۔ خالق نے اپنی مخلوق میں تصرف کیا۔ اس تصرف پر غم و افسوس کب لازم ہے معطی نے اپنی عطا میں بندوبست کیا۔ اس پر جوش و خروش کب واجب ہے۔ آرام و اطمینان کے ساتھ کیوں نہ رہو۔ اور با ادب کیوں نہ ہو۔ اور شیطان طبیعت کو مغلوب سلطان شریعت کیوں نہ رکھو۔

اشعار

سن لو کہ دنیا جھوٹی شراب ہے اُس کی محبت میں جو حریص ہے اُس پر عذاب ہوتا ہے
اگرچہ چشمہ زندگانی شیریں نہ ہو تو ایسی حالت میں شراب موت شیریں تر اور گوارا تر ہوتی ہے

لہ اندام۔ ادب و نظام و مناسبت و اسلوب و روش اور ڈھنگ ۱۲ انجمن آرا ✦

یہ چیخ اور پکار نالہ و آہ بسیار کیسا ہے ایسے امام و پیشوا پر جو عالم بالا کا ہے (یعنی خدا) پر۔
جو بات کہ فی الحال موت سے پیدا ہے۔ یہ دنیا میں کوئی نئی رسم نہیں ہے (ہمیشہ سے لوگ مرتے ہیں)
سمجھ لے کہ پیالہ موت میں جو ضروری ہے میرے اور تیرے دونو کیلئے شراب ایک من کی ہو (سب کے لئے یکساں ہے)

پس جب کدڑی اس کلام کی پہن لی اور اس کلام پند آمیز سے فراغت پائی۔ لوگ نالہ و ماتم سے چپ ہو گئے اور اس مصیبت کی دیگ کا جوش جاتا رہا اور قرضخواہان (موانع) شرعی نے گریبان طبیعت پکڑ (یعنی حکم شرع مانع گریہ ہوا) اور سکون و آرام و فرحت و درستی نظام ظاہر ہوا۔ اور اس پیر کمل پوش برہنہ دوش (برہنہ جسم) کی ہر شخص نے تعریف و تحسین کی۔ ایک گھنٹہ پورا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ان لوگوں کا جوش و خروش جاتا رہا۔ اور حواسوں میں جو ہیجان تھا وہ ٹھہر گیا۔ اور مضطرب و بیقرار دلوں کو اطمینان ہو گیا۔ وہ بڈھا اس گوشہ میں متفکر بیٹھا تھا اور اس نے زبان کو گفتگو سے روک لیا اور طبیعت کو فکر کی غذا دے رہا تھا۔ اور زبان کو دل کے حوالہ کر رہا تھا۔ (یعنی کچھ سوچتا تھا) اور کان منتظر فصاحت و بلاغت و نمکین بیانی تھے اور دل اس راحت و استراحت سے وابستہ تھے۔ پھر پیر نے ایک ساعت کے بعد اس قوت فضل سے جو اسے حاصل تھی فصیحوں کی طرح آواز نکالی اور کہا۔ **نظم**

اے قوم تم کو صبر اور تسلی نے دھوکا دیا ہے درحالیکہ صبر وقت دوری از مقصود یا وطن ستم و جور ہے
تم نے حقوق دوستی بوجہ نزدیکی نصرت کرنے میں فی الحال چھوڑ دئے ہیں۔ درحالیکہ زمانہ ناپائیدار ہے
تم نے عہد و پیمان کو بھلا دیا نہ ایسی مدت ہے کہ کہنہ ہو گئی ہو (یعنی حال میں) آیا انسان کو فراموشی زیبا ہے
وہ زمانے کہ ہماری تمہاری جدائی سے پہلے گذرے بہت تیز چلے گئے اب ہم اور تم دوست اور بھائی ہیں
اس ماتم اور مصیبت میں کیا محل خوشی کا ہے ایسی صورت میں صبر و سکون عقل مندی نہیں ہے
اس پیشوائے علم و زہد کا ماتم اور عزی کم و کیف کے مرتبہ سے کہیں بڑھ کے ہے (بہت زیادہ ہے)
عروس جہان پر ازینت شہوت عاشق نہ ہو اگرچہ اس کا ہر سر زلف ہزار دلبستگی کا سزاوار ہے)
کیونکہ یہ جہان تر و تازہ جو ہمارے پیچھے ہے ہزاروں سینہ اس کی محبت میں پر حسرت و آرزو ہیں
ان مقیدان دنیا سے بقہر و جبر قطع تعلق کرنا کمال غلبہ و قدرت خداوندی ہے
نظم کے چمکتے ہوئے موتیوں کے بعد نثر کے بڑے موتیوں کی طرف متوجہ ہوا (نثر میں گفتگو کی)

اور کہا اے مسلمانو یہ کیسی آگ تھی کہ اتنی جلدی بجھ گئی۔ اور یہ کیسا پھول تھا کہ اس آسانی سے کملا گیا تمہیں نہیں معلوم کہ عالموں کے مرنے سے اسلام میں رخنہ پڑ جاتا ہے اور موت عالم ایک بڑا حادثہ آسمانی

ہے جو عالم دُنیا سے عقبےٰ میں ہجرت کر جاتا ہے اس کی ہجرت و رحلت ایک ملک کے ویران ہو جانے اور ایک لشکر عظیم کے شکست کھانے کے برابر ہے۔ اگر ہزار رسن تاج (بادشاہ) راہ دنیا میں نیست و نابود ہو جائیں تو اُن کی اتنی حقیقت نہیں جتنی کہ ایک عالم کی دستار کی جھالر میں حرکت و پریشانی ہونے سے ہوتی ہے۔ کیونکہ جانا ایک ذات کا اور ہے اور جانا ایک گروہ کا اور۔ اور مرنا ایک عالم انسان کا اور ہے اور ایک عالم کا اور۔ **نظم**

علمائے زمانہ زمانہ کے ستارے ہیں۔ سچی بات میں شک منکر کو دخل نہیں ہوتا

اس کی موت ذات معین کی موت نہیں ہے اور اس کا مرنا ایک شخص کا مرنا نہیں

بالضرور اس آتش غم کو برسوں میں بجھنا چاہیئے۔ اور اِن غم کے آنسوؤں کو مدتوں میں چھپنا (تھمنا) چاہیئے۔ دوستوں کی وفاداری کی ہر شخص چمن۔ بوستان دُنیا میں حفاظت و پاسداری نہیں کر سکتا ہے۔ اس محل پر قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ اور اس عہد کے پُورا کرنے میں بڑی سعی کے ساتھ کوشش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ پیالہ (موت کا) گردش میں ہے۔ اور نوبت بہ نوبت سب کو ملتا ہے۔ اور یہ نوالہ کھایا جا رہا ہے۔ اور یہ آواز سب کے کانوں میں پہنچ رہی ہے اور اس پیالہ غم کو سب لبوں نے چکھا ہے۔ پھر پیر نے ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھایا۔ اور غم و ماتم کا قصہ چھوڑ دیا۔ جب وہ حلقہ ماتم ٹوٹ گیا۔ اور وہ مجمع درہم برہم ہو گیا اور ہر ایک اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہُوا۔ اور مجھے اس پیر بزرگ کے جانے کا علم ہُوا۔ تو مثل ہوا ہر طرف دوڑا۔ اور پانی کی طرح ہر طرف بھاگا۔ مگر اس پیر جدا شوندہ یا کلام حق گو کا نقش وصال نہ پایا۔ **ابیات**

مجھے نہ معلوم ہُوا کہ اس پیر خوش زبان کو بلا وجہ یکایک زمانہ نے کیا تکلیف پُہنچائی۔

چرخ کینہ نے کس شہر میں اسے اوندھے مُنہ گرایا اور بخت بد نے اُسے کس خاک میں چھپایا۔

چوبیسواں ۲۴ مقامہ سرما کے بیان میں

مجھ سے میرے ایک ایسے دوست نے بیان کیا جس کی محبت بامزہ تھی اور جس کی صحبت تر و تازہ کہ ایک وقت میں بحالت عنفوان شباب حوائج آسمانی کی وجہ سے مسافرت کا تھیلہ کاندھے پر رکھا۔ اور شہر اوش کی طرف چلا ایسے ارادہ کے ساتھ جو مثل ہوا تیز رفتار تھا۔ اور ایسے تیز قدم کے ساتھ جیسے کسی متلاشی کی حرص تیز ہو۔ زمین پر سائبان سیماب رنگ (یعنی برف کے گالے) چھائے تھے۔ ردائے فلک

دودی تھی (یعنی کہر چھایا تھا) اور عطار سپہر سحاب کی چھلنی سے کافور چھانتا تھا (یعنی برف برستی تھی) اور عالم
چاندی کا بُرادہ روئے زمین پر گر رہا تھا۔ باغوں کے درخت محتاجوں کی طرح ننگے تھے۔ اور دُنیا کے حوض تا شیشہ
آسمانی سے زرہ پوش تھے (یعنی برف سے جمے تھے) آفتاب برج عقرب سے نظارہ کر رہا تھا۔ (یعنی آفتاب
برج عقرب میں تھا جو زمانہ سرما ہے) اور خلفائے بنی عباس کا سیاہ لباس صحرا میں بچھا تھا۔ (یعنی گھاس
کالی ہوگئی تھی! صبح کی ہوا میں پیکان آبدار کی طرح تیزی تھی۔ اور ہوائے ماہِ بہمن (سرما و خزاں کا مہینہ)
میں سامان طبیعی کے ساتھ شدت تھی۔ ایسے زمانے میں بے اسباب و سامان ایسے سفر پر راضی ہوگیا
اور جان کو مَیں نے ایسے خطرہ میں ڈالا۔ نظم

مَیں نے اپنے دل سے کہا ابھی موقعہ ہے حصول آرزو میں سعی کر۔ پھر توشہ دوری سفر سے میرے پاس افسانے ہونگے
قصّے اہل دُوری کے اُسکے لوگوں میں عجیب ہونگے اور میرے دل میں اِس جُدائی سے پگھلانیوالے اندوہ ہونگے
ہر وہ آرزو جس کے مطالب کا سامان کیا جائے اُس کو ناچنے والے ناقے اور اونٹیاں کھینچ کے سامنے
لاتی ہیں۔ یعنی آرزو سفر سے حاصل ہوتی ہے ٭

سفر کتنا ہی پُر خطر ہو ۔۔۔ مگر مرد کی بڑائی سفر ہی سے ہے
جو موتی کہ اپنے معدن میں ہوتا ہے ۔۔۔ اُس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے
زر کی پھرتے رہنے سے قدر ہوتی ہے ۔۔۔ اگرچہ کان کو شرف زر سے ہے
اگرچہ صاف پانی کسی گڑھے میں ٹھہرا رہے ۔۔۔ تو بدبُو اور گندگی سے خالی نہیں ہوتا

السفر وسیلۃ الظفر

لہٰذا شہر بہ شہر میں پھرتا رہا اور طے منازل میں کرتا رہا۔ ماہ بہمن و دے کی سردی میری رگ اور پٹھے میں سرایت
کر گئی تھی۔ اور اعضا جوارح طبیعی کپکپی کی وجہ سے کانپتے تھے۔ یہاں تک کہ اس مسافرت کی راتوں میں سے
ایک رات کو اس شہر اور زمین میں پہنچا جو مقصود و مطلوب تھا۔ ایک سرا میں اُترا جہاں مسافر اُترا کرتے
تھے۔ آفتاب ایک نیزہ اور بلندی سے بڑھکر بحد کمال پہنچ گیا۔ اور قندیل زرین فلک (آفتاب)
کا روغن ختم ہوگیا تھا۔ اور رخسار زرد نے لباس سیاہ ماتم پہننے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور آفتاب
زینت دہندہ فلک قصد غروب رکھتا تھا۔ (یعنی شب ہونے کو تھی) اپنے تئیں کہا ابھی لب و دندان روز
خنداں ہیں (ابھی دن ہے) اور عروس روز ابھی ہنس رہی ہے۔ اس سرا سے بہتر کوئی مقام مہیا کروں
اور کسی رفیق کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے کی تدبیر کروں۔ مسافر کی طرح بے علم و اطلاع ادھر اُدھر مارا پڑا پھرتا
تھا۔ اور تمام مقامات کو قدم کے نیچے لاتا تھا (ہر طرف جاتا تھا) یہانتک کہ ایک گھر کے پاس پہنچا کہ اِس سے

براتی خلعت کامل شرف شفردہ ۔ زنو تازہ کن خلعت خس مردم ٭ پس آنگہ براتے شمع خور انداز ۱۲ ٭

ہوائے شناسائی دل کو لگی اور دل کی آنکھ اسکے ظاہر و باطن پر نظر ڈالتی تھی۔ مینے کہا شناسا کی طرح اس گھر میں گھس پڑنا چاہیئے تاکہ قدم دل بیہودہ گردی سے باز رہے۔ اور جاسوس جان نامعلوم کو نہ ڈھونڈے۔ **فرد**

قلب پا لیتا ہے جس کو پا نہیں سکتی نظر دل میں رکھدی ہے خدا نے قوت گوش و بصر

مینے آواز دی کہ "گھر میں کوئی مرد آزاد۔ یا اس منزل ویران میں کوئی سردار آدمیان ہے؟" تاکہ اس صدور بارگاہ میں مجھے امن و پناہ ملے اور اس مجمع و ایوان میں کوئی کریم مہمان نواز سے میں ملوں۔ میرے کان میں آواز آئی "شب سیاہ میں آنے والے فروکش کے لئے مرحبا ہو۔ ہزار آفرین اس مہمان پر جو بغیر بلائے دروازہ پر آئے اور ہزار جان اس یار پر فدا ہو جو بے وعدہ چلا آئے یا داخل ہو۔ **رُباعی**

گزک بھی موجود ہے اور جام بھی ہاتھ میں ہے بغیر بلائے داخل ہوا اور بغیر بولے بیٹھا
میں بھی اُس چہرہ اور اس جام شراب پر بغیر دیکھے اور بلا چکھے عاشق اور مست ہو گیا

اُنھوں نے کہا اندر آؤ کیونکہ رد کرنا سائل کا بہت بُرا ہے اور بے بلایا مہمان بہشت کے تحفوں میں سے ایک تحفہ ہے بیدھڑک اور محفوظ بیٹھو کیونکہ گھر اور جو کچھ اُس میں ہے وہ تمہارا ہے مکان اور جو کچھ اُس میں ہے وہ تمہارے قلم کے تصرّف میں ہے لیکن اس دسترخوان پر جو دال روٹی موجود ہے اُس پر راضی ہو جاؤ کیونکہ اب ناوقت ہو گیا ہے اور اس وقت کوئی شے نہیں مل سکتی آؤ تا فقیروں کی طرح کچھ نہ ہونیکے سالن اور کچھ نہ پانے کے حلوے پر اکتفا کریں اور اپنے سرمایہ کو اس عطا و بخشش کی راہ میں صرف کریں اور غذا و نان سے سلام و کلام پر اکتفا کریں۔ مینے کہا قلندروں کا دسترخوان بچھانے کے وقت ہی صفت رکھتا ہے جو کہ صوفیوں کا دسترخوان اُٹھانے کیوقت کیونکہ اُس پر کچھ نہیں ہوتا ہے۔ **ابیات**

ہم نے اپنی زندگی میں کبھی بخل نہیں کیا۔ تاکہ لڑکیوں اور لڑکوں پر صرف کریں۔
اور اپنے مہمان کا اکرام کریں درحالیکہ ہماری ہتھیلیاں پُر ہوں اور مہمان ہم میں صاحب خانہ ہوتا ہے

جب میں گھر میں داخل ہوا اور پہلے قدم پر ٹھہرا (یعنی ٹھہرنے کی نوبت آئی) کچھ لوگ دیکھے جو بظاہر برابر تھے۔ اور بباطن مقابل۔ ایک دوسرے کی گفتار و دیدار کے عاشق تھے اور ایک دوسرے کے راز و حالات کے امین تھے۔ ہم جنس ہونے میں لالہ و کشت خام کی طرح تھے (یعنی جس طرح یہ دو چیزیں نبات ہونے میں ایک جنس ہیں) اور ہم محرم ہونے میں پیالہ و شراب کی طرح۔ ہر ایک کا ہاتھ دوسرے کی گردن کا طوق تھا۔ اور ہر ایک کا پاؤں دوسرے کے لب و دہن کے لئے حجر الاسود تھا (یعنی پابوسی ایک دوسرے کی کرتے تھے) زبانیں مثل بُلبل چہچہے میں تھیں۔ اور لب مثل گُل تبسم میں۔ آشیانہ ارواح کے آشنا تھے۔ (یعنی عالم ارواح کے شناسا تھے) اور رفیقان خلوتخانہ عالم عہد الست تھے۔ اُن کے قدر است

کی شمع آسمان پر نور پہنچاتی تھی۔ اور جام مشتری رُخسار مثل آفتاب جگمگا رہا تھا۔ جب مجھ پر نظر ڈالی۔ ہم خانگی روز الست کی وجہ سے مجھے پہچان لیا کہا آگے بڑھ آؤ کیونکہ یہ مجلس مثل دائرہ ہمہ تن صدر ہے (اس کا سب مقام صدر ہے۔ دائرہ کی طرح اس کی ابتدا و انتہا نہیں) ایسے وقت میں کسی غیر کا آنا عذر بیوفائی ہے۔ تم ایسے وقت میں آئے ہو کہ عقلیں دماغوں سے چل دی ہیں اور ارواح[۱] صفراوی (شراب زرد رنگ) سے اشکال خیالی (تفکرات و خیالات) سب بھاگ گئی ہیں عقل نے بارِ گراں تکالیف شرعیہ کے اُٹھانے سے جامِ شراب کے سایہ میں مسند تخفیف بچھادی ہے۔ اور شیطان نے بیگم طبیعت کے پاؤں سے پابند شریعت کھولدی ہے۔ اگر عیب جوئی کے لئے آئے ہو تو جتنا جی چاہے عیب جوئی کرو کیونکہ کل عیب جو چھپے ہوئے تھے۔ وہ سب یہاں کھلم کھلا ہیں۔ قفل زبان کی جھڑ ٹوٹ گئی ہے۔ اور پیالہ عقل کا ڈھکن ٹوٹ گیا ہے۔ دلجمعی کی منتظم لڑی بکھر گئی ہے۔ اور مردکی رفتار کا قدم ٹیڑھا پڑتا ہے۔ یعنی نشہ میں ہیں۔ **نظم**

کچھ شرابیں ہمارے سامنے لا۔ بیٹھ اور کچھ دیر ہم پر ہنس۔
دیکھ کہ گردشِ فلک بلند نے ظلم سے ہم پر کیا کیا
اس برج عقرب جدی (زمانہ سرما) نے اپنے ڈنک اور سینگ سے ہم پر کیا کیا
ایک مضبوط بیڑی ہمیں پہنائے جب نصیحت نے ہم پر کچھ اثر نہ کیا

پھر ہر ایک نے باتوں سے ہم پر اظہار لطف بیچ کیا۔ اور عملاً کرامت صرف کی اور ہر ایک ملک کے اصحاب ہنر و فضل کے بارہ میں میں نے سوال کیا اور بری بھلی نظم و نثر میں پڑھتا تھا۔ اتفاقاً اس رات میں کڑاکے کا جاڑا تھا۔ اور سردی بڑی شدت کی تھی۔ چاند اور تارے دکھر کی وجہ سے) گویا پانچ پردوں کے پیچھے سے معلوم ہوتے تھے۔ اور اندھیری رات کے سمندر میں (تاریکی کی موجیں تھیں (اندھیری بہت تھی) اور جو کائنات میں زمہریر[۳] کے شیشے بھرے تھے۔ (یعنی برف کے گالے فضا میں اُڑتے پھرتے تھے۔ ہوا مثل شکمِ صدف (سیپ) برف کے ذرات سے موتی بنا رہی تھی۔ اور لشکر ماہ سرمائے بہمن اپنا زور دنیا میں دکھا رہا تھا۔ شراب پیالہ کی تہ میں دل فسردہ کے خون کی طرح جمی ہوئی تھی۔ اور شراب سرخ منہ میں منجمد اور سخت ہو گئی تھی۔ جس طرح لعل بدخشاں کان میں منجمد ہوتا ہے۔ لباس افلاک کالی کملی (تاریکی) کا تھا۔ اور فرش خاک حریر سپید (برف) کا۔

---

[۱] و از ارواح صفراوی اشباح سوداوی گریزان بود۔ ارواح جمع روح بمعنی شراب ۱۲ [۲] نغث و سمین لاغر و فربہ مراد نیک و بد ۱۲ [۳] زمہریر۔ کرہ ہوا کے چوتھے طبقہ کا نام جو بہت سرد ہے ۱۲ +

اور لوگ اِس حالت کے رنگ کی باتیں کرتے تھے۔ اور ہر ایک مناسب وقت ایک شعر پڑھتا تھا۔
اور نہایت خوب نثر نقل کرتا تھا۔ یہاں تک کہ نثر بدیع الزمان ہمدانی صاحب مقامات بدیعی کے
نقل کی نوبت آئی۔ کہ "یہ وہ دن ہے۔ جس میں چنگاری بجھ جاتی ہے اور شراب جم جاتی ہے"
یعنی یہ جملہ بدیعی کا نقل ہے۔) اور اِس جملہ کی ترکیب اور مطابقت و مناسبت الفاظ اور خوبی معنی
کی بہت تعریف کی گئی۔ اور اُس کے قصر و ایجاز و اختصار کو حدِ اعجاز تک پہنچا دیا۔ اور سب اِس بات
پر متفق ہوئے۔ کہ یہ بات اِن سے بہتر الفاظ میں نہیں کہی جا سکتی ہے۔ اور کسی ترتیب و ترکیب
نظم میں اِسے نہیں لا سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُس تعریف کے اختتام پر ایک جوان فصاحت ترجمان نے
زبان ملاحت بیان سے آواز دی کہ اے لوگو یہ کیسی گفتگو ہے۔ اور یہ کیسی درازی و طول کلام ہے۔ اور
یہ کیسی بک بک اور آرایش کلام ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ نہ آیت منزّل اور نہ قرآن عربی اور نہ حدیث ہے۔
اِس لئے کہ قرآن کے بارہ میں کہا گیا ہے"۔ اِس کا مثل لوگ نہیں لا سکتے اگرچہ بعض بعض کے معین و
مددگار بن جائیں"۔ اور حدیث کی یہ تعریف ہے۔ نہیں ہے کلام نبی مگر وحی فرستادہ اِس کے علاوہ
کل کلام کا مثل اور ہم شکل ممکن ہے۔ اور حد امکان اور ذہن میں ہے۔ **قطعہ**

ہر کلام تیرے کلام کے سوا کھوٹا ہے۔ اور ہر بات تیری بات کے علاوہ کمزور ہے۔
ہمارے نزدیک کوئی وعدہ صحیح و واضح اعجاز لفظ کے ساتھ ایسا نہیں جو بحدِ اعجاز بمرتبہ غایت ہو

اگرچہ اِس مرتبہ فصاحت میں میرا پایہ بلند نہیں ہے اور اِس دکان میں سرمایہ نہیں رکھتا ہوں۔ اگر تو
چاہے تو میں اِس کو قالب نثر سے قالب نظم میں ڈھال دوں۔ اور تناسب و توافق کو بھی نہ جانے دوں
اور اِس فصل کی شدت اور اِس اصل کی حدت کی بات بھی بمقتضائے حال فی البدیہہ سنواروں۔ اور
درست کروں۔ جب یہ دعویٰ سُنایا گیا۔ اور یہ صُورت ظاہر کی گئی تمام اعضائے بدن گوش بن گئے
اور سب دعوے فراموش ہو گئے۔ اُنھوں نے کہا اے چوڑی چکلی باتیں کرنے والے جوان چہرہ معنے سے
نقاب اُٹھا دے۔ کیونکہ صُورت شک و گمان جب تک دلیل و حجت نہ پیش کی جائے لائق قبول نہیں
ہوتی۔ جوان نے یہ اشعار فی البدیہہ کہے اور یہ موتی فوراً پرو دئے۔ **فرد**

سردی شب کا بیان یہ ہے۔ بجھ گیا ہے شتا میں قلبِ شتا
یعنی آگ بجھ گئی کیونکہ لفظ شتا کو اگر اُلٹیں تو آتش ہوتا ہے

سب نے کہا سُبحان اللہ۔ خدا تجھے نظر بد سے بچائے۔ آدھا دعویٰ تو نے پُورا کر دکھایا باین حیثیت کہ معمائے
معروف (لفظ آتش کا قلب لفظ شتا سے پیدا کرنا) اِس مصرع میں تو نے صرف کیا۔ اور اُس سے بڑھ کر

جو نثر میں تھی۔ تو نے نظم میں بات پیدا کر دی۔ لیکن دوسرے ٹکڑے جمد فیہ خمرۂ کا جواب ابھی تیرے ذمہ باقی ہے۔ اور جام حریف کو پچھاڑنے والا ساقی کے ہاتھ میں ہے۔ سانس بھی ٹوٹنے نہیں پائی تھی۔ (یعنی بہت جلد) کہ بلا مدد سیاہی دوات اُس نے کہا (یعنی لکھنے کی ضرورت نہ ہوئی)۔ **فرد**

ہم نے مے پینے کا کیا تھا قصد — کہ پیالے میں جم گئی صہبا (شراب ۱۲)

رفیقوں اور حریفوں سے نعرۂ تحسین بلند ہوا۔ اور ہر ایک نے اپنے پہلے خیال سے استغفار کی اور عذر پیش کیا۔ جوان نے فضیلت کا تاج سر پر رکھا۔ اور منبر دعویٰ کو اور اونچا کر دیا۔ اور کہا یہ بات اُ الفاظ عربی میں سہل و آسان ہے اور اس دعویٰ پر بہت سی دلیلیں ہیں۔ کیونکہ درخت زبان عربی میں بہت سی شاخیں ہیں۔ اور دُنیائے عربیت فراخ میدان ہے۔ اگر کوئی تم سے یہ سوال کرے کہ یہی بات اسی ترتیب و ترکیب سے نظم فارسی میں لے آؤ۔ اور الفاظ و معنے اُسی طرح برقرار رکھو تو اس بارہ میں کیا فیصلہ ہے۔ اور اُس قفل کا کھولنے والا کون ہے۔ سب نے کہا کہ یہ سوال تو منہ میں اور زبان میں نہیں سماتا (یعنی سخت دشوار ہے) اور ہمارے بیان و توضیح میں نہیں آتا۔ اگر اس تھیلی کا سرا ہے تو تیرے ہاتھ میں ہے اور اگر اس شکار کا گھونسلا ہے تو تیری چٹکی میں ہے جوان نے تھوڑی دیر کے لئے عنان خاطر سخن کو کھولا اور جاسوس ضمیر کو سوچ اور فکر کی ناموس پر مقرر کیا۔ اور اُسی پہلے وزن پر یہ نظم مسلسل زبان پر لایا۔ اور کہا قطعہ

کیسے اس فصل میں ہو استعمال — ساتھ میخواروں کے شراب کباب

کیونکہ افراط زور سرما سے — بجھ گئی آگ جم گئی ہے شراب

جب اس دوسری صنعت کو اُن لوگوں نے دیکھ لیا۔ اور اس بلاغت کی دلیل سُن لی تو تقدم اور فضیلت کی بلندی سے اُتر کے پستی شاگردی میں آگئے (یعنے پہلے اپنے آپ کو بڑھا ہوا سمجھتے تھے۔ اب اس جوان کی فضیلت تسلیم کر کے اس سے کچھ سیکھنے پر آمادہ ہوگئے) اور احترام و عزت و عظمت میں اضافہ کر دیا۔ اور دشوار مفید باتیں اُس سے سُنیں۔ اور مشکل مشکل سوالات اس سے کئے۔ یہاں تک کہ تعریف سرما اور وصف زمستان میں **علی حسن** باخرزی مصنف کتاب کلیلہ و دمنہ عربی کے قطعہ کا ذکر آگیا۔ اور وہ قطعہ مشہور اور لوگوں کی زبانوں پر چڑھا ہوا ہے۔ ہر شعر میں نیا مضمون ہے۔ ا بغیر قوت فکر اُسے نہیں سمجھ سکتے۔ **قطعہ**

کیا سرما برف کا پوست نہیں ہے۔ اور کیا زمانہ جو ٹھنڈا ہو رہا ہے جامہ نہیں ہے۔ یعنی ہے
بہت سے مومن مسلمان ہیں جنکے جاڑونکے خون نے چٹکی لی ہے۔ پس وہ صحاب جہنم کو حسد کرکے پکارتے ہیں
پرندگان آبی اطراف آب سے اُڑ گئے اور حرارت آتش و سیخ کباب کو پسند کرتے ہیں

اے پیالہ کا بقیہ (یعنی شراب باقی) اگر تو ہوا میں پھینکدے تو تیرے پاس عقیق منجمد ہو کر پلٹے گا۔
اے مالک دو عود و نکے (اگر بربط) دونو بیکار نہ رکھ چھوڑ ایک عود (اگر) کو جلا اور دوسرے (بربط) کو بجا

اور یہ اشعار دہن کے لئے بمنزلہ شہد کے ہیں اور پیالونکے لئے شراب ہیں۔ اور ارباب بلاغت اس قطعہ کی شیرینی الفاظ و معنی پر متفق ہیں۔ پس ہر طرف سے ایک شور مچا۔ اور لوگوں نے کہا کہ اسی طرح کا ایک قطعہ اس کا ہم پلہ اور نظیر ہونا چاہیئے۔ تیرے دل کی رہنمائی سے یہ عربی قطعہ فارسی قطعہ سے جفت ہو جائے اور دونوں قطعوں کا ذکر زبان پر رہے جوان صاحب کمال نے ہنستے ہوئے ہونٹھ دانتوں پر سے اُٹھائے (یعنی بولا) اور کہا یہ منزل دشوار نہیں ہے۔ اور یہ خواہش تکلیف مالا یطاق (ناقابل برداشت) نہیں متوجہ ہو جاؤ تاکہ سُنو اور میرے حق کی طرف مائل ہو اور یہ اشعار پڑھے۔ **قطعہ**

آسمان اور زمین نے برف اور یخ کا سامان مہیّا کر لیا ہے اور ماہ دے پوستین کی پوشش پہنے دروازہ سے داخل ہُوا
پس مومن بہشتی نے تکلیف و خوف ماہ دے سے چاہا کہ جہنم میں وہ آرام کرے
جھیلوں میں شدّت سرما کے ہونے سے مرغان آبی کو سیخ و کباب کی ضرورت ہے
اگر ساغر کے گھونٹ تو ہوا میں اوچھال دے تو ہزاروں عقیق منجمد ہو کر تیرے پاس پلٹ آئینگے
اے وہ شخص جس کے جیب اور آغوش میں عود ہے۔ ایک عود کو جلا اور دوسرے کو بجا

جب اس قطعہ کو بیان۔ اور ہم پیشہ لوگوں کو اس کے شکر میں سرگردان کیا۔ اور اس فضیلت کی بلندی (علو مرتبت) دیکھ لی۔ اور اس کلام کی برتری سُن لی آواز تحسین پردہ سے باہر نکلے اور نظام مجلس کی لڑی درہم و برہم ہو گئی۔ جوان نے جب اس فارسی کے موتی فی البدیہہ پرولئے ہر ایک نے تعریف کی اور شاباش دی۔ اور رگیں شراب سے بھر گئیں۔ اور غلبہ شراب حصار عقل پر مستولی و غالب ہو گیا۔ ہر ایک نے دوسرے کے آغوش کو بستر اور بازوئے معین کو تکیہ بنایا۔ اور جب صبح کا ڈھانٹا سنان نیزہ آفتاب سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور رات کے فریاد کرنے والے (یعنی پرندگان چہچہ زن) یا رات جو خود ہنگامہ آرا ہے۔ خوف سُلطان روز سے آوارہ ہو گئی۔ ہم سویرے تڑکے اُٹھے۔ گھر میں اُس کا پتہ نہ لگا۔ اور شہر میں اُس کا ذکر کسی سے نہ سُنا۔ **قطعہ**

مجھے نہیں معلوم کہ وہ جوان بھاگ کے کہاں گیا اُس کے جام میں فلک نے زہر ڈالا یا شراب
صحرائے محنت و رنج کی دھوپ میں پڑا رہا یا خوش بختی کے محل کے سایہ میں آرام سے رہا

فصل

جب یہ چو بیسواں مقامہ لکھا گیا۔ تو زمانہ اور حالت سابق میں تغیر واقع ہُوا۔ مصائب کا ساقی تلچھٹ دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اور مصیبتوں کی دُلہن بچہ دینے لگی۔ نہ دل میں تدبر باقی رہا۔ اور نہ طبیعت میں پروائے تفکر۔ لشکر تدبیر نے سُلطان تقدیر سے شکست کھائی اور حالات کے کلام منظوم کا قافیہ ہی ندارد ہو گیا ہے۔ اور قدح روزگار میں صاف شراب نہ رہی۔ نہ دل میں قدرت مروارید معنی کے پرونے کی رہی۔ اور نہ زبان میں قوت بات کہنے کی۔ **شعر**

محبت سے ہر ہم نشین اور دوست کے سختی و مصائب زمانہ نے مجھے روک دیا۔

چونکہ اس تحریر کی ابتدا میں بوستان طبیعی تر و تازہ تھا۔ اور میوہ بہار با مزہ۔ طبیعت چمن باغ میں اور دل مسندِ فراغت میں تھا۔ اب وہ نسیم بالکل بادِ گرم اور لُو ہو گئی اور وہ تمام شہد زہر ہو گئے۔ اور کل سینے منزل سختی ہائے رنگا رنگ ہو گئے۔ تمام دل فرود گاہ سامان مکروہات روز افزوں ہو گئے۔ قلم اس قسم کی باتوں کے لکھنے سے پناہ مانگتا ہے۔ اور اس کلام کے اختتام کے لئے روشِ آغاز ہی نہیں ہے۔ اور اِس ترکیب کی شام کے واسطے جمعیت صبح ہی نہیں ہے۔ کلام نفیس طبیعت کے لئے سوا شہرت فضیحت کے اور کچھ نہیں۔ اور قفل خاطر غمگین کیواسطے سوائے خاموشی اور کوئی کُنجی نہیں۔ شب حاملہ فرشِ خاک پر بچہ دینے میں نا خلف لڑکا جننے کا خیال رکھتی تھی۔ مَیں نے سمجھ لیا۔ کہ صف ماتم میں شادی رچانا ٹھیک نہیں۔ اور اِس کام میں جو شمار کرو گے۔ اُس میں نقصان ہی ہے۔ لہذا یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ اِس چمن تصنیف میں اسی قدر چاشنی پر اکتفا کی جائے۔ اور یہ قصہ اِس راہ اختصار پر رہے۔ کیونکہ کلام نا مقبول میں اختصار پسندیدہ تر ہے۔ اور بیمار کے ہذیان میں کمی ہی خوبتر ہے۔ اگر کسی وقت قر ضخواہان حوادث مصافحت و مصالحت کی طرف رجوع کریں گے۔ اور دوست خصومت کو قبا اور کرُتے کی آستین اور دامن سے اُٹھالیں گے۔ اُس وقت اس بدمزہ قصہ اور پریشان الفاظ کی طرف

پھر رجوع کروں گا۔ اور ٹھنڈے اور زنگ کھائے ہوئے لوہے کو نرم کروں گا۔ اور سخت شدہ پیتل کو گرم کروں گا۔ **بیت**

تیرے بال کی طرح ایک رشتۂ مجتمع ہوجاؤں گا۔ اگر تیرے چہرہ کی طرح میرا حال خوب ہوگیا

اور اگر یہ زخم بہنے لگا۔ اور یہ آرزو سینہ میں پتھر کی طرح جم کے رہ گئی۔ تو یہ کچھ عجیب نہیں کیونکہ زمانہ کا یہی کام ہے۔ اور گردشِ لیل و نہار کا یہی رنگ۔ **بیت**

اے چرخ سرکش تیرے صدمہ سے بہت سے سینے زمانہ کے قبضہ میں مقید اور عاجز ہیں

اور غرض اس تمام بیان واعادہ سے یہ ہے۔ تاکہ یار لوگ اس عذر کی صورت کو جان لیں۔ اور ان موانع کی سورۃ کو پڑھ لیں۔ اور اس تحریر میں چند مشہور قطعے ہیں۔ کہ اُن کے بعض مصرعے موقوف یعنے قابل تامل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ میں اس تصنیف میں عبارت فارسی میں بروشِ نظم و نثر عربی چلا ہوں۔ اور اُن دشواریوں میں بوجہ موانع اور رکاوٹ کسی وقوع خطا کے وہ راہ اختیار کی ہے۔ جس کو شعرا نے جانبر قرار دیا ہے۔ جیسے تذکیر و تانیث یا تقدیم و تاخیر یا منصرف و غیر منصرف وغیرہ۔ جب اس کی تلاش کی جائے گی تو اشعار قدما میں اس کی مثال مل سکتی ہے۔ اور فاضل وہی شخص ہے۔ جس کی غلطیاں نکالی جائیں۔ اور اس کے منتخبات جمع کئے جائیں۔ لیکن مدعیان علم ادب جن کو ادب آتا نہیں۔ اور چھوٹے بلغائے نامہذب کو جو ابھی تکرار۔ مارا زید نے عمرو کو۔ کیا کرتے ہیں۔ (یعنی مبتدی ہیں۔ اس بات کو بُرا جانتے ہیں۔ اور اس کلام کو غیر مستحکم سمجھتے ہیں۔ اس میدان شاعری میں جو مغلوب شک ہیں۔ اور بیہودہ بکتے ہیں۔ اور اپنے پالودۂ خاطر کو قے کرکے اور کھانا کھاکر ڈال دیتے ہیں۔ اُن دلیلوں کو نجومیوں کے قیاسات سے بھی زیادہ ضعیف کہتے ہیں۔ او بمقتضائے علم خود اعجاز دکھاتے ہیں۔ اور راز اس کا۔ قرآن میں لحن ہے۔ اور عربوں نے اپنی زبانوں سے اس کی نسبت سقم کے ساتھ کی۔ **مصرع**

ہر سننے والا نحو کا اعلم الناس نہیں ہوتا

شرط فاضلانہ و عاقلانہ یہ ہے۔ کہ ویسا ہی ایک شعر اُن کے مقابلہ میں اُسی وزن و قافیہ و ردیف میں اُسی ڈھنگ اور ترکیب پر کہیں اس کے بعد عیب نکالیں۔ تاکہ صحیح

اور غیر صحیح پہچانا جا سکے۔ اِس بات کو سب جانتے ہیں۔ کہ ہر جاننے والے سے بڑھ کے کوئی اور جاننے والا ہے۔" خُدائے برتر ہم کو اور ہمارے دوستوں کو۔ یاروں کی عیب جوئی اور ہم پیشہ لوگوں کی مذمت اور طعنہ زنی سے محفوظ رکھے۔ اور اس افسانہ غیر واقع اور اِس سرگذشت ناسموع کی بیہودگیاں ہم سے محو اور دُور کردے۔ واسطہ محمدؐ اور اُن کی اولاد امجد کا ٭

میں نے چاہا تھا۔ کہ اِس کتاب کی نثر کا ترجمہ مقفیٰ لکھوں۔ اور نظم کا ترجمہ نظم میں کروں۔ جیسا کہ ابتدا کے چار پانچ مقاموں کا ترجمہ اسی طرح ہے۔ مگر صاحب فرمایش کی اُس ترجمہ کو دیکھ کر یہ رائے ہوئی کہ اُمیدواراں امتحان کے لئے ایسا ترجمہ مفید نہیں۔ لہذا مجھے اپنے خیال سے عدول کرنا پڑا۔ بوجہ ضخامت حجم میں فرہنگ لکھنے کیلئے بھی مامور نہیں۔ اس لئے ترجمہ سے اصل کتاب کی تصحیح کریں۔ اور الفاظ کتاب کے معانی سمجھیں۔ گو اکثر جگہ حواشی پر تصحیح اور بعض الفاظ کے معانی لکھ دیئے گئے ہیں ۔

مترجمین جانتے ہیں۔ کہ جو کتاب تتابع اضافات و مسلسل استعارات پر مبنی ہو اُس کا ترجمہ اُردو میں کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ یہ کتاب اسی قسم کی ہے۔ مجھے اِس کتاب کے بہت سے غیر موجہ استعارات پسند نہ آئے۔ کہیں کہیں میں نے اِس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ یہ میرے قصور فہم کا باعث ہوگا۔ ورنہ یہ کتاب ایک ایسے جلیل القدر فاضل کی تصنیف سے ہے۔ جو مستغنی عن الاوصاف اور ممدوح انوری ہے۔ معدودے چند جملے ایسے بھی ہیں۔ جن کو میں نہ سمجھ سکا۔ جس کا مجھے اعتراف ہے ۔

میری رائے تھی۔ کہ جناب شیخ مُبارک علی صاحب ایک صفحہ پر متن اور ایک صفحہ پر یہ ترجمہ چھاپیں مگر شیخ صاحب کو بوجوہ عدیدہ یہ رائے پسند نہ آئی۔ ناظرین سے اُمید ہے۔ کہ میری فروگذاشتوں کی اصلاح کریں گے ۔

تاریخ اتمام ترجمہ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ یوم پنجشنبہ

محمد شریف کاتب امین آبادی